

آریہ۔ نسائی وغیرہ میں جہاد سیفی سے زیادہ ثواب اور اجر رکھتا ہے۔ مولانا یہاں بھی آریہ کا
کاٹرا بوی کر رہا ہے۔ میں آپ کی کتاب کی فکر کر رہا ہوں اور اہل اسلام کو اسکو منگوایں کی ترغیب
دور رہا ہوں سرکار میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔ فی الحال دس نسخے شریک اسلام بندری دی پی جی بی بی

۱۴ جناب لٹنارٹ صاحب محمد عبداللہ صاحب مدرس اہل مدرسہ احمدیہ آریہ ضلع شاہ آباد

امّا بعد مہدیشان میں ایک صاحب سوامی دیانند جی پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ایک کتاب
سٹیٹیا رکھ کر کاش لکھی۔ جس میں قرآن شریف پر لہجہ اللہ سے لیکر اخیر تک اعتراضات
کئے اس کے جواب کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک شیر مرد بندو مولانا ابوالوفاء شینا کو اللہ
مولوی فاضل مصنف تفسیر شتالی سلمہ اللہ کو مقرر کر دیا جس نے اپنی خدا زاد لیاقت سے ایک
بینظیر کتاب بحق پر کاش جو اب سٹیٹیا رکھ کر کاش لکھ کر شائع کر دی۔ جو تمام ملک میں قبولیت
کی نگاہ سے دیکھی گئی اتنے میں ایک نواریہ صاحب نے اپنی تبدیل مدبب پر ایک لکچر دیا جگانام شرک
اسلام تھا۔ آخر اس کو جواب کیلئے بھی پھر وہی شیر مرد مولوی شتالہ اللہ کٹر انوار اور بہت ہی جلد
نویادہم کے دم میں اسکا بھی بہت عمدہ جواب شرک اسلام شائع کیا۔ اسلام کے سچے فرائیوز
سے امید ہے کہ اس جواب کی اشاعت میں متعدد کچر کوشش فرمادیں گے۔ اور اہل مسلمان
مول ثواب کی غرض سے اسکے متعدد نسخہ خرید کر اپنے بیگانوں میں تقسیم فرمادیں گے۔ تعادفا
علا الہ تعالیٰ۔ (نئی کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو)

۱۵ جناب منشی محمد اسماعیل صاحب داروغہ سیواس ریاست بھوپال

مخدوم من! میں نے آپ کی کئی تصانیف کو عمدہ اور حق پر کاش اور
شرک اسلام کو غصہ صنادیکھا۔ سبحان اللہ! نہایت فائدہ بخش ہیں۔ ہر مسلمان کو ان
کا مطالعہ لازم ہے۔ کہ عقائد میں مضبوطی ہو۔ بھوپال کے طبقہ علمائے ان کو قدر و منزلت
کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

۶۹) حافظ احمد مسیح صاحب از دہلی

مخدومی محرمی جناب مولانا صاحب! تسلیم بعد تحکیم آپ کی مرسلہ کتابیں (دقیقی) سنبھالیں۔ نہایت شکر گزار ہوں۔ واقعی آپ کی تصانیف قابل قدر معلومات سے مملو (میں) ہوتی ہیں۔ اور میرا یقین ہے کہ اگر ہر شیخ آدمی ان سے استفادہ کرے تو مخالف کو مقابلہ میں بہت کچھ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں تک میں نے دریافت کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ہاشم الدنیا ایک نوجوان ہیں اور یہ جو کچھ ہے۔ آپ کی ابتدائی جدت طبع کا نتیجہ ہے۔ اس لئے میں اس خدا داد نعمت اور طباطبائی کی آپ کو نصیب رکھنا دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کی کتابوں میں اختصار اور جامعیت کا التزام بالکل زمانہ جدید کے لائق معشوق کا طرز ہے۔ اور اس منقح میں آپ کی تحریر ایک بہترین نمونہ ہے۔ صفائی اور سادگی اور بھرپورانی کی چاشنی بالکل سونے پر پہاگ بن گئی ہے۔ امید ہے کہ اسی اسلوب سے آپ اپنی کوششوں کا مسلسل بار بار جاری رکھیں گے۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں گا۔ اگر آپ میرا نام اپنی کتابوں کے مستقل خریداروں کی فہرست میں بیج کریں۔ اور جب کبھی آریوں کی ضرورت میں آپ کوئی کتاب لکھیں۔ تو مجھے اطلاع دیا کریں۔

جناب مولوی امیر احمد صاحب بریلوی

جیسا کہ علم عقلی و نقلی قاطع رسوم کفری و بدعی جناب مولوی صاحب سلامت! السلام علیکم! ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔ ترکیب اسلام فی الواقع بمقابلہ ترکیب اسلام ترکیب اسلام ہی ہے۔ جو فصول اول سالک میں مقدم فرمادیں۔ سبحان اللہ! قابل تقدیم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات بہت اچھی طرح تحریر فرمائو، جن ان اللہ خیر! الجزاء

شرکِ اسلام کی اپیل اعیانِ اہل اسلام کی خدمت میں

ہیو! میرے کام آپ نے دیکھ لیا۔ میرا حلقہ ازل لایا۔ میری ڈلفینس (رافت) کو جانچ لیا۔ میری تجربہ کاری کی شہادت بزرگانِ قوم سے سن لی۔ پھر ابھی کچھ کسر ہے، نہیں تو کیوں میری طرف خیال نہیں کرتے۔ کیا آپ نے نہیں سنا؟ کہ میری جھگیل رسالہ شرکِ اسلام کی مٹھی بھرا یوں نے کتنی آؤ بیگت کی ہے۔ کہ ہزار کی تعداد میں اس کو مٹانے کیا۔ پس آپ حضرت بھی میری قوت بازو بیٹے اور چھکے اس کے پیچھے پیچھے بھیج دیجئے۔ پھر دیکھیں۔ کہ میں کس زور سے جا کر اسے دباتا ہوں۔ الٹا کہ بازاور چڑیا کا نظارہ آپ بھول جائیں۔ مگر میں اس کے پیچھے پیچھے جاسکتا ہوں؛ جب تک کہ اعیانِ قوم مجھے نہ اڑاویں یعنی میری متعدد متعدد طرحی طریقہ کثافت تقسیم کرائیں۔ تو پھر دیکھیں کہ شرکِ ہمارا کیسی تیز رفتاری سے جا کر اپنے جھگیل اور تھوڑے کیسے گھرے کی مچلی بنا رہا ہے۔

دیکھئے! میری مالک (مصنّف کی حوصلہ مندی کہ باوجود اتنی لاکھ اور عورت بڑی کے قیمت صرف ۲۰ روپیہ ہے۔ اس میں ہی رعایت یہ کہ خوشنسخے کے خریدار کو ایک روپیہ کے تین۔

پس اب اور کونسا وقت ہو گا؟ کہ آپ صاحبانِ شرکِ اسلام اور اس قومی جوان اور نامی پہلوان کی قدر افزائی کریں گے۔ والسلام
(خاکسار)

شرکِ امرت سہری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 دیکھو

مکرم

بر
 ترک اسلام

پہلے مجھ دیکھئے

زمانہ کی نیرنگیاں اور فلک الافلاک کی دورانیاں ہمیشہ مختلف رنگ دکھاتی ہیں۔ کبھی کسی قوم کا پالا ہے تو کبھی کسی کا۔ کبھی شیر دیکھیں ہیں تو کبھی گیدڑ بھجکیں۔ ایک زمانہ تھا کہ اسلام کی خوبیوں پر تمام دنیا غذا اور قربان تھی۔ بڑی بڑی حکیم اور فلاسفہ سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اب یہ بھی زمانہ ہے کہ اور تو اور بت پرست یا بت پرستوں کی اولاد جو حضرت امین علیہ السلام اور مسلمانوں کے اعتراضات سے لینگ اور مچھک پوجا کے جال سے نکلے تھے وہی اسلام اور قرآن پر منہ چڑھتے ہیں اللہ اللہ!!
 حق میں چہ شور و ست کہ دردِ قرآن سے بہیم

اور ہر اسلامیوں اور اسلامیوں کے علماء کا یہ حال ہو کہ ایسے پُر آشوب مذہب سے انہیں غیر ضروری کاموں سے مطلقاً فرصت ہی نہیں وہ ایسے گورکھ دہندوں میں ہیں کہ معمولی فروعات کے نتائج کو کفر تک پہنچائیں انکو خود تو کہاں توہست کہ ایسے بیرونی حملوں کو روکیں۔ روکنے والوں کا ساتھ ہی تو نہیں دیتے بلکہ ایسی مداخلت کرنا ہمارا اور خوش فہمی سے قرآن شریف کی تعلیم کے مخالف جاننا تو یہیں سنگواب ایک زمانہ آیا الا یہ کہ ہمارے علماء کرام اس خواب شیریں سے بیدار ہو کر شیعہ کی طرح جسکیں کے پھر تو کیا ہے ارتح و نصرت ساتھ!

تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہو کہ ہندوستان میں ایک صاحب سوامی دیانند پیدا ہوئے جس نے کسی خاص مصلحت سے ہندو مذہب میں بہت سی اصلاحیں اور ترمیمیں کیں بت پرستی وغیرہ خرابیوں سے صاف کرنا چاہا جسکی بجائیں کرنے میں اسلام تیرہ سو سال سے اور تمام خاندان نبوت شروع دنیا سے کوشاں ہے پس اس لحاظ سے تو مسلمانوں کو سوامی جی کا شکریہ چاہئے تھا۔ کہ انہوں نے دراصل اسلام ہی کی نیابت کی۔ مگر وہ بڑے ہی بڑے قبول شخصے :-

بازری بازی بار لیش بابا بازی

اسلام اور قرآن ہی پر ہاتھ صاف کرنے لگے کیونکہ نہ ہوا

کس نے یہ مہکت علم تیرا ز من	کہ مرا حقیت نشانہ نہ کرو
-----------------------------	--------------------------

سوامی جی نے لگتے ہاتھ قرآن شریف پر بھی شروع سے آخر تک اعتراضات کی اور بھڑا کر دی لینے اپنی مشہور کتاب "ستیا رتھ پرکاش" کے چودہویں باب میں لیستھا اللہ سے لیکر اخیر تو انکی شریف تک بڑے زور سے اعتراضات کرنا چھو جس کے جواب کے لئے خدا نے تعالے نے اپنے خاکسار بندے کو توفیق دی چنانچہ اس پرچیدان نے محض اس کی تائید ہی سے جو مانجی کے حملے کو بڑی دلیری اور جانفشانی سے روکا۔ یعنی ان کے جواب میں ایک کتاب "اظہار الحق" جسکا دوسرا نام "حق پرکاش" ہے جواب "ستیا رتھ پرکاش" ہے کہی جو تمام ملک میں قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ مگر چونکہ آریوں کے مذہب کا ایک بڑا مسئلہ تھا اس لیے اس نے عقلی طور پر آخر اپنا ثبوت دیا۔ کہ وہی اعتراضات کسی قدر معمولی تبدیلی سے دوسرے رنگ میں جلوہ دیا ہوئے

یعنی بابو عبد الغفور جی آئے نے جواب آر یہ مذہب میں اگر دوسرے ممال کہلاتے ہیں۔
 آپ نے تبدیل مذہب کے درجات پر ایک لکچر شائع کیا۔ جس میں ایک سو پندرہ اعتراضات
 قرآن شریف پر لکھے ہیں اور حکم ۱۵ آنچہ استاذ داخل گفت ہاں میگوریم، سوامی کی طرح خوب ہی جی
 کھول کر خدا کی پاک کتاب پر پچھتیاں اڑائی ہیں گو بافتان راز کی نظر میں تو یہ اعتراضات
 کوئی نئے نہ تھے۔ بلکہ وہی پرانے جو محض متاسخ کے ثبوت کیلئے نیا جہنم لیکر نئے رنگ میں
 صورت پذیر ہو چکے ہیں بلکہ بقول ۱۵ او لکھتے کو ٹھیکے کا ہانہ، آریوں کی بسا خیمت بھیجا۔ کہ
 ایک ایذا شخص جس کی پیدائش مسلمانوں کے گھر میں ہوئی ہو۔ (گو وہ خود بتا رہا ہے)
 اسلام اور اہل اسلام سے ایسا الگ رہا ہو جیسے دیانندی گائے کے گوشے دوسرا کھول
 جادی۔ اور وہی قرآن شریف پر اعتراض کرو۔ اس لئے انہوں نے اس سال کو ٹیڑھی روش سے
 مک کے اس ہری سے اس سرو تک پھیلا یا اور ایک غیر معمولی جوش اس پر بظاہر کیا۔ لیجی مہوڑ
 تپوٹے چوں کے ہاتھوں میں دو رسالہ دیا گیا اور مقدور بھر مسلمانوں کو ناحق ستایا۔ اس سال
 اس رسالہ کو جواب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے مطالعہ سے گذر رہی ہے۔

اسلام کے سچے فدائیوں سے امید ہو کہ اس کتاب کی اشاعت میں
 مقدور بھر کوشش کریں گے اور شمول مسلمان متعدد متعدد نسخے خرید کر اپنی بیگانوں
 میں مفت تقسیم کریں گے۔ **قَالَ تَعَالَى تَعَالَى وَاللَّهُ يَتَّقِي**

۱۵ بابو صاحب موقع بجنہہ تفصیل لکھ کر شکر شائع ہو گیا۔ روبرو کہ باشندہ قوم کہ باشندہ قوم (اور اہل ہندو) بجنہہ سلطان
 محمد رحیم کو بیٹے ہیں مرحوم بڑی نیکیاں ساتھ طبعیت تھے۔ پرائمری تک تعلیم دیکر ایسے سو پندرہ برس گئے تھے تو اہل بیت
 کہ مجھ اس کے بگڑ کر لا خطر ہو آج بابو صاحب کو بہنوئی منشی عزیز الدین سے سن کی تربیت کو بند کر دیا۔ اور
 انٹرنس کلاس میں حسب تاقیہ ولما عبد کو اسلام سے برگشتہ رہتا شروع ہو کر۔ ایف کے کلاس میں چوبیس
 تک برہم ہو کر۔ مگر بظاہر مسلمان آخر ۱۲۔ جون ۱۹۰۳ء کو کھلم کھلا آریہ بکارتین ری ہر ممال کی حکومت

گو تیار حق تھا کہ بابو صاحب چونکہ آریہ بنے ہیں۔ ان کے جواب میں ہم آریہ مذہب کو
 کپتھوں (کتابوں) ہی کے حوالے دیتے۔ مگر ہم اسی پر قناعت نہ کریں گے بلکہ تحقیقی جواب
 دینگے۔ اس کو کہ ممکن ہے یہی سوال کسی ایسے شخص کی طرف سے پیش ہوں۔ جو کسی مذہب کا پابند
 نہ ہو۔ بلکہ ہم سے کم آریہ مت سے الگ ہو۔ یاں چونکہ بابو صاحب خمداریہ ہیں اور آریہ مت
 کے مدافع سر ہیں۔ اس لئے تحقیقی جواب کے ساتھ اگر بطور چاشنی اور جواب کی تکمیلی
 کے کوئی معمولی الزامی جواب بھی دیا جاوے۔ تو ممکن ہے +

ہمیں اس سے غرض اور تعرض نہیں کہ بابو صاحب نے اسلام کیوں چھوڑا۔ اور آریہ
 کیوں چھوڑا؟ اس امر کے جواب وہ وہ خود ہیں مع محتسب رادروں خانہ چہ کار؟
 کوئی بھی وجہ ہم تو ان کے اعتراضات کے جواب دینگے۔ گو وہ آج ہی اس کتاب کے
 شائع ہونے بلکہ تمام ہونے سے بھی پہلے ہی اسلام میں الپس آجائیں (جسکی ہمیں وجدانی طور
 سے امید تھی) اسی لئے ہم بابو صاحب کی علمی لیاقت کا اظہار بھی نہیں کریں گے اور
 نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ حقے للقدور کوئی دل خواش لفظ منہ سے نکالیں گے ہاں اس
 بات پر ہم انوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جو بابو صاحب نے آریہ مسافریا منہ پر عہدہ
 میں اپنے استحال مذہب کی بابت لکھی ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے میں آریہ
 بنا ہوں۔ غالباً اس کے یہ معنی ہو گئے۔ کہ مرزا کے بڑے بڑے دعاوی جب پایہ ثبوت
 کو نہیں پہنچے۔ اس لئے بابو صاحب اسلام ہی سے برگشتہ ہو گئے۔ بیشک ایسا ہوتا
 ہے۔ بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

چواز تو سے یکے بیانشی کرد + نہ کہ رامندت ماند مذہرا

مگر یہ ان لوگوں کی نظروں میں ہوتا ہے جو حقیقت حال سے آگاہ نہ ہوں۔ لیکن جو کہ مذہب کے
 براہ راست واقف اور آگاہ ہوتے ہیں۔ ان پر لانی مذہب کی بھڑکی کچھ اثر نہیں کر سکتی کیونکہ وہ
 تو اس مذہب کے پابند ہوتے ہیں۔ مانی مذہب کے نہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہو کہ کون لایم اب
 مذہب کا یہ وہی اور کون نہیں ہے کہ کچھ ہی ہو۔ ہمنو آپ کہ سوالات کو جوابات دیتے ہیں پس غور سے سنئے
 مگر چونکہ وہ مذہب عام قادیانی عہد ہو۔ کہ ایک ہی کام و مختلف نیتوں سے مختلف قسم کے اثر

یہ قادیانی صنف از اس کا مصلحت نہیں سمجھا۔ جو کہ ہوتا ہے۔ کہ اگر امر سوری مشکوک نہ ہو کہ اسلام کی وجہ مرزا کو قرار دیا ہو۔ مگر انہیں خود خود نہیں کیا کہ بابو صاحب خمداریہ مذہب کے پابند تھے۔

دکھاتا ہے مثلاً کسی کے بدن سے خون نکالنا۔ اگر جراخ نہ لے ہو۔ تو ضروری اور انعام کا حق ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی اور شخص کسی عداوت کے ایسی ضرب شدہ لگیا دے جس سے خون جاری ہو جائے تو ضروری یا انعام کو کیا مستوجب سزا ہوگا سکیوں ہوگا؟ صرف نیت کی وجہ سے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر ایک فعل کے حسن و قبح کا بہت سادہ ار نیت اور فاعل کے ذاتی حسن و قبح پر بھی ہے۔

دوسری مثال جو خاص دیناندیوں کو سمجھنے کے قابل ہو یہ ہو کہ دیناندی جو بالکل برہنہ تن صرف لشکوٹ باندھ کر بھری مجلس میں (جس میں مرد اور عورتیں مختلف قسم کے خیالات والے بیٹھے ہوئے تھے) بیٹھا کرتا ہے۔ تمام دیناندیوں کی نظروں میں کمالیت اور تکریم دینا کی دلیل اور بڑی خوبی کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بدعاش اس طرح کے لباس میں عورتوں کی مجلس میں بیٹھے تو غالباً کوئی دیناندی اور نہ کوئی دانا اس کی اس حرکت کو پسند کرے گا۔ جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک فعل کے حسن اور قبح میں فاعل کے حسن اور قبح اور اس کی نیت کو بھی دخل ہے۔ اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ حضرت سید الانبیاء اچھتبی رحمہ اللہ مصطفیٰ فلانہ الیٰ ذی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو متعلق ایک مختصر سی تقریر جو بات سے پہلے لکھی جائے تاکہ مقرر کو اعتراض نہ ہو تو کسی قدر شرم بھی آئے ہیں۔

کارِ پاکاں راقیاس از خود مکیہ
گر چہ باشد در نوشتن شیرِ مہر

یکم رجب ۱۳۲۱
۶۱۹۰۳
۲۶

خاکسارِ مصنف
از امرتسر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محمد پارسائی تعالیٰ

یہی کافی ہے کہہ الحمد للہ
تو جز الحمد للہ ہو نہ دے
کہ اس نے اپنے آئی کو برتائی

شائے حضرت رحمن واللہ
اسی میں ہے تنا کا مراد طے
یہہ جامع حمد ہے قرآن میں آئی

منعستہ السلیٰ

وہ آئی مصدر اسرار وحدت
وہ آئی ناسخ توریت و انجیل
کہ جس کے آگے ہر عالم کا دم بند
وہ یکیت کوئی بھی جس کا نہ ثانی
وہ آئی واقف اسرار کائنات
بحق اُمت مقبول رحمت
پے الزام ہر بے دین تجھست
وہ آئی جس سے عاجز فتنہ پرداز
دلیل دین حق ہے مجسمہ ہر
رقم توریت میں ہے بالوضاحت
مبشر ہے باجمال و تفصیل
محمد جس نے ہے معراج پائی
سب اسکی آل و اصحاب میں پر

وہ آئی کون؟ فخر دین و ملت
وہ آئی صاحب و مخدوم جبریل
وہ آئی مخزن علم خداوند
وہ آئی عارف عالم معانی
وہ آئی عالم علم لدن ہے
وہ آئی جس کی بشت اور رسالت
وہ آئی جس کی ذات باکرات
وہ آئی جس کی اک اک بات اعجاز
وہ آئی کیا کہوں میں اب کہ کیا ہو
وہ آئی جس کی فزحش و بشارت
وہ آئی وصف میں جس کو خود انجیل
وہ آئی کون؟ محبوب الہی
سلام اس نور رب العالمین پر

حضور اقدس کی نبوت اور رسالت کا بیان

فَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا ۚ فَاعْبُدْنِي وَأَقِمْ وَصَايَايَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

اسلام ایک مختصر عنوان سے بیان کیا جاسکتا ہو یعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جس کے معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جنہوں نے یہ بتلایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ کے رسول اور تبلیغ کیلئے نور ستارہ قاصد ہیں بلکہ سچی اور نہ بیٹے نہ رشتہ دار بلکہ محض بندے ۞

گو ابتداء اسلام میں بسبب جہالت کے تمام لوگ اس کلمہ طیبہ کے دونوں جزوں میں مخالف تھے اور صاف صاف اور کھلے لفظوں میں اس پر نافرمانی کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: أَجْعَلُ الْإِلَٰهَ إِلَهُنَا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ مگر قرآن کے زبردست دلائل اور اہل اسلام کی لگاتار کوشش اور صحبت سے مسلمانوں کی ہمسایہ قوموں بالخصوص آریوں کو جزو اول میں (جو اسلام کی اصل الما اصول ہے) تو کسی قسم کا اختلاف نہیں رہا۔ ہاں جزو دوم یعنی حضرت رسالت پناہ کی رسالت میں ان کو شک اور تردد ہے۔ پس ہم بھی اسی کا ثبوت دیتے ہیں ۞

حضور کی نبوت کے ثبوت علمائے مختلف زمانوں میں مختلف پیرائوں میں دئے ہیں۔ علم کلام اسی بحث کے لئے بناتا۔ مگر ہر زمانے کا اقتضا عہدِ اجدا ہے اسلئے حسب اقتضا زمانہ کسی قدر مختصر سا ثبوت عرض کیا جاتا ہے جس میں کسی طرح کی نہ تو پیچیدگی ہے اور نہ الجھاؤ ۞



۱۔ کیا اس رسول نے تمام معبودوں کو چھوڑ دیا اور ایک ہی کو لے رکھا جو تو بڑی تعجب کی بات ہے نہ

آپ کی نبوت کی دلیل اول کا اجمالی بیان

مقتضائے عقل ہے کہ ہر شخص کل جہاں سے مخالف ہو کر میں جانب اللہ و امور اور نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کی حالت تین صورتوں میں منحصر ہوتی ہے۔ یعنی یا تو وہ سچا ہی ہوتا ہے۔ یا دنیاساز یا مجنون۔

پہلی میں قادمہ سے ہم آپ کی نبوت کی جانچ کرتا ہیں چونکہ آپ دنیا ساز تھے نہ مجنون اس لئے اول ثابت ہوگی۔ ورنہ جو تھی صورت تملانی ہوگی۔ جو ممکن ہی نہیں۔

اس اجمال کی تفصیل ہم دو فصلوں میں کریں گے۔ فصل اول میں آپ کے انتظام ملکی کا ذکر ہوگا۔ جس سے احتمال جنوں آپ کی ذات ستودہ صفات سے رفع ہوگا۔ فصل دوم آپ کے زہد اور کوکل علی اللہ کے متعلق ہوگی۔ جس سے الزام دنیا داری آپ کے اعدا سے دور ہو جائے گا۔

فصل اول

آپ کے انتظام ملکی کے بیان میں

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آپ کے کمالات خدا داد پر نظر کرئیے ہر فصل کی ابتدا میں ہیں اس شعر کے لکھنے

پر مجبور ہوں۔ یہ احتمال جنوں جس کے رفع کرنے کو یہ فصل تجویز ہے البتہ احتمال ہے کہ اس کا

قائل کوئی دشمن ہی آپ کی نسبت نہیں۔ مگر چونکہ ہماری دلیل کسی کے مسلمات پر مبنی نہیں

لہذا یہ قید اسلامی کو مطلق مخالفت تین شقوق میں منحصر نہیں۔ البتہ اوقات انسان اپنی کچھ میں ایک بات کو

صحیح جان کر سب کے مخالف ہو جیتا ہو حالانکہ وہ غلطی پر ہوتا ہو نہ سچا نہ دنیا ساز نہ مجنون بلکہ کچھ کا کچھ اسے

مخالفت پر آمادہ کرتا ہو سکتا یہ احتمال اسی صورت میں ہو سکتا ہو جو فہم کو متعلق ہو۔ نبوت کا مسئلہ ہم سے متعلق

نہیں بلکہ یہ امر قریب رویت کی ہے اس میں تین شقوق کو علاوہ جو تھی شق ممکن ہی نہیں۔ منت دبر

اس لئے اس احتمال کا دور کرنا ہی مناسب ہے۔ پس سنا کہ
 اس میں شک نہیں کہ آپ جب پیدا ہوئے تھے تو عرب کا ملک ایک تخت جہالت میں
 پھنسا ہوا تھا۔ شراب خوری۔ بربادی۔ فساد گری۔ لڑکیوں کا زندہ کاڑنا وغیرہ وقت
 برباد فیصل کا تو عام رواج تھا۔ ان عیوب سے پاک کرنا والا ان کو کون تھا؟ وہی ستم
 صفات خداوندی ہمیشہ ہر سال بلکہ کبھی کبھی تہذیب و تمدن کی مخالفت سے کس نے جہت
 کئے اور اپنی حسن تدبیر سے کون انہیں غالب آنا دیا؟ وہی صاحب کمالات خداوندی تمام عرب کو
 جاہل سے عالم بلکہ انا عالم کس نے بنایا؟ رعایا سے حاکم بلکہ درندہ سے انسان کس کی محبت سے ہو
 اسی خداوندی کے اور نے اشرار سے متکثر قرآن کریم میں یہی ایک جگہ اس کی طرف اشارہ
 ہے کہ آپ جیسے کہ زہرا اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت ہو۔ وہی ہی عقل خداوندی اعلیٰ مرتبہ
 تھے جو جہاں فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جس سے تمہاری ہر وسوسہ جھٹکے ہو وہی
 ملے ہو جائیں۔ وہ یہ کہ تم سب ملکر یا علیہ و علیہ و ہو کر دو اور نذر کر دو کہ میں جو تمہاری ہر بات
 ملکی۔ تمدنی اور خانگی میں مخالف ہو رہا ہوں، تجھ میں کسی طرح کا جتن تو نہیں بلکہ میں تو تمہیں
 بظہور یقین مروج کی طرح ایک مصیبت قوی اور شخصی کے آئے سے پہلے ہی بڑا ہوں اور اس
 مزدوری بھی تم سے نہیں مانگتا۔ بلکہ اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں سب چیزیں ایسی کہ پتا نہیں
 جو کچھ اس بات کو ہر ایک واقف تاریخ سابقہ خوب جانتا ہو۔ بلکہ اسی اعلیٰ اور ان پر بھی ہے الغنی
 نہیں کہ آپ بڑے مقرب۔ مصلح قوم۔ دوراندیش۔ دیندار رہے۔ اس لئے اس شخص پر
 طوالت مینا چنداں ضروری نہ ہوگا۔ پس اسی قدر مختصر بیان پر قناعت کر کے ناظرین سے نتیجہ
 کی درخواست کی جاتی ہے۔

۱۔ مسند جہاد کوئی انہیں کتنا ہی بات کو جھٹکے نہ یائیں۔ صاحب جہاد سے مراد اس بات کا ثبوت دینا ہو کہ آپ میں
 ماضی تہذیب کے بڑے پویشین میں (منتہا جہاد) اصلیت جہاد سے بڑے پویشین میں۔ یہ
 ۲۔ قل: اِنَّمَا اَعْطٰكُمْ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اَنْ يُّنْفِقَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مِمَّا يَشَاءُ وَذٰلَکَ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ
 اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لِّكُمْ يَوْمَ تَبٰی عِلَابُ شَرِّ النَّفْسِ اِلٰنَاسِ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ
 لِّكُمْ يَوْمَ تَبٰی عِلَابُ شَرِّ النَّفْسِ اِلٰنَاسِ اَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لِّكُمْ يَوْمَ تَبٰی عِلَابُ شَرِّ النَّفْسِ اِلٰنَاسِ اَلَا تَعْلَمُوْنَ

ندت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تم دنیا کو سب پر ترجیح دیتے ہو۔ (حالانکہ دنیا فانی ہے) اور آخرت ہمیشہ رہنے والی اور بہت اچھی ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔ کہ دنیا کی چیزوں کا صلہ اہل کو دیکھ کر پھر اور تعالیٰ کرنا اور ظاہری آراستگی ہے اور پھر اسکو مدینہ سے تشبیہ دیکھ فرمایا۔ کہ اس دنیا سے آگے جیکر باتو جھلے کا مول پر انعام ہے یا بد کرداری پر سزا۔ علی بن القیاس اس مضمون کی اگر ساری آیتیں جمع کی جائیں تو ایک کا مل کتاب بنجاء۔ لیکن ہم اسی قدر پر قناعت کر کہ آپ کو فضائل حمیدہ شستہ نمونہ از خردوار صحیح صحیح روایتوں سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ لمقرض، چوں تجارت میر و نماں کار دیکھوئے کندہ کا الزام نہ لگائیں۔

آپ کی بیوی عاتشہ صدیقہ (جو آپ کے خانی امیر بنو کنولہ دانت تھیں) بیان کرتی ہیں کہ آپ اور آپ کے گھر والوں نے دو روز پہلے جو کی روٹی سے بھی سیری نہیں کی۔ آپ کے خادم خاص انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی سخت جھوک علوم کر کر جھوک روٹی کے ٹکڑے اور شری چربی (جو اسوقت گھر میں تیسرے ہوئی تھی) لیکر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اسوقت آپ کہتے کی فرع (بوجہ قلت گذار) چنے سیہ جو کے عوم کی بی بی آپ کے خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک وفائی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا جس سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ تکلیف حضور! لڑکی دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں کہ مسلمانوں پر خدا فرما دے کسری اور قیصر جو بشرک ہیں۔ آپ کسی فراخی ہو۔ آپ نے بڑی طیش میں آکر فرمایا کیا تو بھی (باوجود دانا ہوئی) یہ بات کہتا ہے؟ کیا تو اس سے خوش نہیں کہ ان کا فروں کے لٹو دنیا میں (جو چند روزہ ہی عیش و عشرت ہو اور پھر آخرت میں جو ہمیشہ رہنوالی ہو) ملے؟ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ دعا کیا کرتے ہو کہ اے اللہ! مجھ کو زندگی میں بھی سکین رکھ اور مرتے ہوئے بھی سکین مار اور قیامت کے دن بھی سکینوں میں اٹھائیو۔

لَا اَعْلَمُوْا اَنَّا اَحْيَاۤءُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَفَوْقَ رَیْثٍ وَفَاخِرُ سَیِّدُكُمْ وَكَارِهُ الْاَمَلِ الْاَوَّلَادِ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَحْبَبَ الْکَفَّارَ تَبَاۤءَ الْکَرِّ هَیْۤیَۡ فَتَرَاهُمْ مُّصْفَرَّۂ لِّتَکُوْنَ حَضَافَۃً اِلَیْهِ الْاٰخِرَۃُ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَتَغْفِرُ مِنْ اللّٰهِ وَرِیْثَانٌ وَّعَالِیۡۃُ الدُّنْيَا الْاَمَنَةُ سَخَّرَ الشَّرَّ مِنْ اَمْرِ

آپ نے اپنی بیوی کو اَلشَّہ صدیقہ سے فرمایا کہ مسکین کو اپنے دروازہ سے خاناہ
بکیر کر۔ اگر چہ ایک ہی کھجور دیدی۔ اے عائشہ مسکینوں سے محبت کیا کر۔ خدا تجھ کو شہنشاہِ عالم
ملا وہ اپنے زہد اور خاکساری کے انہی اتباع کو بھی یہی تعلیم فرماتو۔ ایک شخص نے عرض کیا
حضرت میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ذرا سنبھل کر بول۔ اُس نے مکرر عرض
کیا۔ حضرت! میں واقعی سچ کہتا ہوں مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو اب اسے
تقر وفاقہ کے اٹھانے کو طیار رہو۔

حصولِ طہنت کے زمانہ کا حال آپ کی بیوی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں۔ کہ
اُس نے تین روز تک ہنسی چھیڑی۔ درپے پیٹے بکیر کر نہیں کھایا۔ سب سے بڑا ہجو آپ کے
زہد اور دنیا و باغیہا سے بے رغبتی کا ثبوت ہے۔ کہ آپ نے ایک بڑی آمدنی کی تد
کہ جس کے برابر اسلام میں کوئی آمدنی نہیں۔ نہ صرف انہی ہی لٹو حرام کی بلکہ ہمیشہ کیلئے
اپنی اولاد کو بھی اُس سے روک دیا۔ وہ کیا ہے۔ تد زکوٰۃ۔ آپ کو اسے امام حسن علیہ السلام
نے سہ سالہ عمر میں ایک دفعہ صدقہ کی کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ آپ نے اُس وقت منہ
سے نکلا دی اور فرمایا۔ سچے معلوم نہیں۔ کہ ہم زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔

سھل بن سعد سے کسی نے پوچھا۔ کہ آنحضرت نے منہ کی روٹی بھی کھائی تھی؟
اُس نے کہا۔ کہاں؟ میدہ تو آپ نے اُنکھ سے ہی نہیں دیکھا۔ پھر اُس نے کہا تھا کہ
زمانہ میں چھلنیاں بھی ہوتی تھیں؟ اُس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے لوٹ کر سوال کیا کہ
تھارو زمانہ میں تو اُنکا اکثر جوکا استعمال ہوتا تھا۔ پھر ایسے آٹے کو تم بغیر چھلنیوں کی کیونکر
کھایا کرتے تھو؟ اُس نے کہا کہ کھونک مار لیتو تھے۔ جس تد اٹھا ہوتا اڑ جاتا باقی کو گوندھ لیتو
آپ کی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے آپ کے
لئے ایک بترہ ٹاٹ کا جو دمہ سر کر کے بچھایا کرتے تھے۔ چارہ کر کے بچھایا۔ اُس روز
صبح ہوتے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ آج رات تم نے میری بچھو بچھایا تھا؟ ہم نے کہا
حضرت آپ ہی کا بترہ تھا۔ مگر ہم نے اسے نرم کر کے کھجائے دو تھے کہ چارہ کر کے
بچھایا تھا۔ یہ سنا آپ نے فرمایا۔ کہ اسی طرح حسبِ معمول دو تھ بچھایا کر دو۔ اُس نے

تو بوجہ آرام کے رات مجھ کو نماز تہجد سے غافل کر دیا۔ اللہ اکبر! سچ ہے۔

تو اصرار کر کے دن سترہ رازاں نکھرتا گرا کر تو اصرار کسند غول سے اوست

بھلا اگر ادب چیزوں کی نسبت شبہ ہو۔ تو ہو کہ ملتی بہو لگی اس لئے حکم ۱۱ علمت بی بی

انہ بے پردی ۱۱ اپنی آپ کو زار ہنسا ڈھتو۔ اس ٹاٹ کی نسبت تو کوئی شبہ نہیں یہ تو آپ کی

ملک ہی تھا۔ اور آپ ہی کے قبضہ میں۔ دوبرہ بچھا لے خواہ چور ہو۔ پھر موجود اس کی اپنی اس

الام کو تفتی باس لحاظ کہ یہ آرام بھی مجھے نماز تہجد سے ملنے ہے ترک فرمایا۔

اس سے بڑھ کر نہ اور یہی رغبتی کیا ہو گی کہ قوت پر تو دست آپ کی درج (باوجود حصول

سلطنت) چند سیر خوکے عوض میں گروی تھی۔

۱۱ لکھ نہ آپ کا تحفہ عبدالرحمن کو شہر سے چھپا لیا۔ لوگ اس کی بکرا مال

سے کہ آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوؤ۔ کہ ہمیں بھی کچھ اُس میں سے ملے آپ ذرا ان کا

غیر معمولی اجتماع دیکھ کر فرمایا۔ کہ تمہیں سنا ہو گا کہ ابو عبیدہ آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا

ہاں حضرت! آپ نے فرمایا کہ مجھ پر گزاسات کا اندیشہ نہیں کہ فقر و فاقہ سے تم تنگ

رہو گے بلکہ اندیشہ اس امر کا ہے۔ کہ دنیا تمہیں فراخ ہوگی۔ پھر تم بھی پہلے لوگوں کی طرح

اُس میں مشغول ہو کر راہ سے مجھول جاؤ گے (سبحان اللہ کتنی ذہنی تعلیم ہے) پھر اُس جگہ

تمام مال تقسیم کر کے اٹھئے اور ایک حبہ بھی ساتھ نہ لیا۔

ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھ کر خلاف عادت بہت جلد گھر کو تشریف لے گئے۔ صحابہ کو

اس خلاف عادت امر پر تعجب ہوا۔ اتنی میں آپ واپس تشریف لے آئے۔ فرمایا مجھے نماز

میں یاد آیا تھا۔ کہ میری گھر میں ایک چاندی کا سٹو اڑا ہوا مناسب نہیں کہ نبی کے گھر میں کچھ

مال ہی بلا تقسیم پڑا ہو۔ اس آئین سے اسے جا کر اللہ تقسیم کر آیا ہوں۔

ایک دفعہ آپ کی سخت جگہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی تکالیف شاد کا (دوران کو گھر

کی محنت مشقت سے پہنچتی تھیں) آنجناب کو حضور میں (ظہار کر کے درخواست کی۔ کہ مجھے

ایک خادم مل جاؤ۔ جو میری گھر کے کاموں میں باعث راحت ہو۔ آپ نے بجاؤ خادم

مرمت کرنے کے حکم ۱۱ کھلے لانا دینا شہد بے ادبیت ۱۱ رات کو ان کے مکان پر جا کر

لَحْتَ بَكَرًا وَبَحْرًا بِمَا كَرَّمَ سَمِيًّا وَفِي مَبْنِيَّتَيْهِ دَفْنٌ مُبْتَدِئَانِ اللَّهُ تَقْسِي دَفْنٌ لِكُلِّ لَدِيٍّ أَوْ تَقْسِي دَفْنٌ
 اللَّهُ أَكْبَرُ كَبْرًا لِيَاكُرُو دَاسَ كَرُغُوسٍ مِثْلَ جَوْذَا كَرَامٍ سَمِيًّا مَكْرُوبًا لِيَكُنَّا وَهَ كَسِي وَجْهًا
 كِي آسَايَتْس سَمِيًّا (جو صرف دنیا میں چند روزہ ہے) بہتر ہے اس نصیحت پر مائدہ کو صاحبزادی
 نے بھی بسر و چشم قبل کیا۔ کیوں نہ ہو؟ اُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَدِيٌّ عَالِيٌّ مَظَرِينَ! اس سے بڑھ کر بھی کوئی
 زاہد ہو گا کہ اپنی اولاد کی ایسی تحفہ شدہ یہ دیکھ کر بھی باوجود حصولِ سلطنت کے بجائے امدادِ سب
 کے ایسے کام تیار ہے۔ جو ہر طرح سے انکو آخرت ہی میں کارآمد ہوں۔ جن کا اثر بجز آخرت
 کے دنیا میں کسی طرح کا نہ ہو سکے۔ سچ ہو کل شیء بین جمع الواصلۃ! ان سب واقعات
 سے چشم پوشی کر کے آپ پر اتہامِ دنیا سازی کا لگاؤ اراقصان کا خون کرنا نہ سمجھاؤ۔
 سچ ہے۔

بہتر چشمِ عداوت بزرگتر عیبِ ست | اکل ستِ سعدی و در چشمِ دشمنانِ غارت

کیا یہ سب واقعات مذکورہ بالا سببِ تنگدستی اور محتاجی کے تھوڑے عرصتِ بی بی ست از
 بے چادری کے مصداق ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ بعدِ حصولِ سلطنت اور تمام ملک
 پر حکمرانی کے تھے جو عرصے تواضعِ زگر و جن فرائضِ شکوہ ست۔ کے مصداق ہیں۔
 پس ان دونوں سے دونوں احتمال (جنون اور دنیا سازی) جناب کی ذاتِ متوددہ
 صفات سے بکلی برقع ہو گئے۔ پس احتمالاتِ ثلاثہ میں سے آپ کی نیرت کے متعلق دو
 البطل کے بعد ایک ہی رہا۔ وہ یہ کہ آپ صادقِ مصدقِ سچے رسولِ تہو ورنہ جو تھا احتمال
 قاعدہ عقلی میں نہ لگنا ہو گا۔ جو ممکن ہی نہیں۔ فتنتِ اللہ علی

آپ کی تعلیم سے نبوت کا ثبوت

دلیل دوم

آپ کی تعلیم کا سلسلہ بالکل صاف اور سید ہے۔ بشرطیکہ کچھ انصاف بھی ہو۔

مثلاً توحید باری کو (جو اصل المفعول ہی دیکھئے تو قرآن کریم نے کیسا صاف اور صریح لفظوں میں ایسے لوگوں کے سامنے جو اس توحید کے تحت منکر تھے بیان کیا نہ صرف بیان ہی کیا بلکہ دلیل کر کے منوا بھی لیا۔

ایک جگہ فرمایا تو کہہ دے خدا اکمل ہے سب کے بے نیاز نہ کوئی اس کا بچہ ہو اور نہ کسی کا وہ۔ اور نہ اس کا کوئی مثل اور برابر ہے۔

ایک جگہ فرمایا خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو پوشیدہ اور حاضر کو برابر جانتا ہے۔ وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہو سوالے خدا کے کوئی معبود نہیں جو سب جہان کا بادشاہ سب عیبوں سے پاک اصل سلامتی کا مالک سب کو امن دینے والا۔ سب کا نگہبان سب پر غالب۔ سب نقصانوں کا پرہیز والا۔ سب سے بڑا پاک ہے۔ بشرکوں کی بیہودہ گوئی ہی وہی پیدا کر نوالا ہو ہر جاندار کی تصویر بنائی والا۔ اُسی کی صفات حمیدہ میں زمین کی سب چیزیں اسکی تشریفین کر رہی ہیں۔ وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہو۔

ایک جگہ فرمایا کہ وہی خدا مالک ہے۔ جس نے سات آسمان اور زمین بھی انہی سطح بنا ئے۔ ان زمینوں میں (روئیدگی وغیرہ کو متعلق) اُسی کے احکام نافذ ہیں۔

ایک جگہ فرمایا تو (ای وغیرہ) انکو کہہ دو اگر خدا اگر ساتھ شریک اور سا جھی ہوتے

۱۔ ہماری ہمایہ قوم آریہ تو اسکو تقاضا کو عمل ہی سمجھتے ہوتے۔ مگر ملک کو واقعات کو ملحوظ رکھ کر رائے لگانا انصاف ہے۔ کیا یہ سچ نہیں؟ یہ پانی میں ہوا گ کا لگا نہ شور مچاتے دریا کو چھپے لانا دشوار

دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا بیگٹھمی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۝ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْقُدْرَةِ السَّلَامِ ۝ الْمُؤْمِنُ الْمُؤْمِنَاتِ ۝ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُفَضِّلُ ۝ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى ۝ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (شرح ص ۳) ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ۝ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۝ (طلاق ص ۲) ۝ قُلْ لَوْ كَانَ مَعَ إِلَهِةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذْ أَتَى الْبَنُو إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ (نبی اصل لیل ص ۵)

جیسا کہ شرک کہتے ہیں تو حسبِ عارضہ، شرک کو فوراً خدا کی طرف چڑائی کر دو۔
 ایک جگہ فرمایا سوا خدا کے کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے نہ اسکو اور کچھ
 آدمی نہ دیکھ سکتے جو کچھ زمین و آسمان میں ہو سب اسی کہے۔ وہ ایسی ہیبت کا بادشاہ ہو
 کہ بغیر اُس کے اذن کے کوئی بھی اُس کے گے کسی کچھ غارش نہیں کر سکتا۔ وہ سب
 لوگوں کے پیچھے اور آگے کے حالات جانتا ہے۔ اور لوگ اُس کے معلومات سے
 کچھ بھی دریافت نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ خود ہی بتا دے۔ زمین و آسمان کو اُس کی
 حکمرانی کے گھیر رکھا ہے اور وہ اُن کی نگہبانی سے تھکتا نہیں اور وہ بہت بڑا اور بلند
 ہے۔ (کیا اس سے بھی کچھ زیادہ تفصیل ہو سکتی ہے؟)

ایک جگہ فرمایا۔ تو ان کو گھڑی۔ کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ ہاں میری طرف یہ
 پیغام آہی ہو چکا ہے کہ تمہارا ہمارا سب کا معبود ایک ہی ہے۔ پس اسی کی طرف سیدھے ہو کر
 چلو اور اپنی گناہوں پر خستہ بن جاؤ اور افسوس ہو شرکوں کے حال پر جو اپنی آپ کو شرک سے
 پاک نہیں کرتے اور قیامت کو منکر ہیں۔

ایک جگہ دلیل عقلی سے شرک کی نہ صرف نفی کی بلکہ اُس کے محال ہونے کی طرف اشارہ
 فرمایا۔ جہاں مذکور ہے۔ کہ ان نادانوں نے بجائے توحید کے اور خدا مقرر کر لیا۔ کیا وہ انکو
 جمع کریں گے؟ (سچ جانو کہ دنیا میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اگر سوائے خدا واحد
 کے اور خدا بھی ہوتے تو آسمان زمین بسبب اُن کے تنازعات کے بالکل بگڑ جاتا)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَقُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
 مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ
 إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (لقمان ۲۲)
 قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ فَاحْدُثُوا آلِهَةً مِمَّا كُنْتُمْ تَشْعُبُونَ
 وَاقْنِ لِلَّذِينَ لَدَيْنَا الْقُتُونُ أَلَّا يُولَدُوا لَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَفَرُونَ ۚ أَمْ اتَّخَذُوا آلِهَةً مِنَ
 الْأَرْضِ هُمْ يُنشِرُونَ لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 لَا يَسْئَلُ عَمَّا يُفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلُوبًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

یا بڑھ جائے کوہوتے۔ وہ ذات پاک تو ایسی ستورہ صفات ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی اُسے پوچھنے والا نہیں اور مخلوق تو سب کی سب اُسکے غلام ہیں۔ سب کو ان کی سُننے سے سُنال کرے گا۔ کیا ایسے دانا ہو کر بھی خدا کو سوا اور معبود بنا رہیں تو کہہ دے کہ لاؤ۔ اسکی کوئی دلیل عقلی یا نقلی کہہ جاں ہیں دوسرا خدا بھی ہو یا ہو سکتا ہے۔

ایک جگہ نہایت ہی مختصر مگر شمسۃ الفاظ میں شرک کی بے ثباتی اور ذلت بیان فرماتی ہیں۔ جہاں پر فرمایا کیا تم اُسے شرکوا گواہی دیتو ہر کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں اگر وہ اس امر پر گواہی دیں بھی تو تو کہہ دو کہ میں تو ایسے صحیح البطلان امر پر شاہد نہیں ہوتا تو یہ بھی کہہ دو کہ چونکہ خدا ایک ہے۔ اس لہٰذا کہ میں تمہاری شرک سے بیزار ہوں۔ ایک جگہ فرمایا۔ جب کفار یہاں کھلی کھلی آئیں (مستعلق توحید کی سنتوں میں تو بمل آٹھتے ہیں کہ کوئی اور قرآن اس کو سوا لا۔ یا اس میں سے آیات توحید کو بمل ڈال جس کا جواب میں ارشاد ہے کہ تو کہہ دو کہ میری تو اختیار میں نہیں کہ اپنی طرف سے تو بمل ڈالوں میں تو سوائی پیغام الہی کے کچھ کر سکتا ہی نہیں (نہ میں خدا کو کسی امر میں مشورہ دے سکتا ہوں) بلکہ اُسکی نافرمانی پر بھیجی بھی عذاب کاظم ہو۔

ایک جگہ عظمت الہی ذہن نشین کر لئے کہ ارشاد ہو کہ تو ان سے کہہ دو اللہ خدا تم پر ہمیشہ رات ہی رکھے تو بتلاؤ کون ہے معبود تمہاری لئے پیدا کری اور اگر دن بیدار ہو۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَتَسْهَلُنَّ اَنْ تَسْمَعَ اللّٰهُ الرَّحْمٰةُ الْاٰخِرٰی قُلْ لَا اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا اُحْوِلُهُ وَاَجِدُ اَنْتَ بَرٌّ
يٰمَنْ اَسْرُكُونَ (انعام - ۲۶) مَعِ وَاِذَا سَأَلَ عَنْكُمْ اِيٰنَا مَا يَسْأَلُ قَالِ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
اَسْتَبْقَيْنَ فَاِذَا قِيلَ لَهُ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تَلٰوِغٍ الْفَرَسِ اِنْ اَنْتُمْ رَاَيْتُمْ
يُوحٰى اِلٰى اِنِّ اِنْفَاثُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابٌ يُّوْمٍ (يونس - ۲۶) قُلْ اَسْرُكُكُمْ اِنْ
جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنَ الدِّیْنِ مَرَدًّا اِلَّا رُكُوْمَ الْحَقِیْقَةِ مِنَ اللّٰهِ غَیْرِ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اَفْلَحُوْا
لَمَنْ يُّوْمٍ قُلْ اَسْرُكُكُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنَ الدِّیْنِ مَرَدًّا اِلَّا رُكُوْمَ الْحَقِیْقَةِ مِنَ اللّٰهِ غَیْرِ اللّٰهِ
قُلْ اِلَّا غَیْرُ اللّٰهِ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اَفْلَحُوْا لَمَنْ يُّوْمٍ قُلْ اَسْرُكُكُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْنَا مِنَ الدِّیْنِ مَرَدًّا اِلَّا رُكُوْمَ الْحَقِیْقَةِ مِنَ اللّٰهِ غَیْرِ اللّٰهِ

کر دی۔ تو کون ہے کہ مہتارو آرام کے لئے رات بنا دی۔

ایک جگہ فرمایا تھا اگر خدا تمہارا پانی خشک کر دی تو کون ہے کہ مہتارو کو پانی پیار کر سکے؟ ایک جگہ تو صاف فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ خداوند تعالیٰ مشرک ہرگز نہ بخشے گا۔

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جس نے ایک دفعہ ہی قرآن کریم کو خواہ منظر سرسری دیکھا ہو گا۔ وہ بھی جان گیا ہو گا۔ کہ قرآن کریم کو مشرک سے کس وجہ نفرت ہی بھی وجہی کہ مشرکوں کو اس سے بچنا ہوتا تھا۔ دیکھو توجیب انہوں نے اس شبہ نور منہجہ جو۔ منہ کریم سے رسول (فداہ روحی) میں باوجود تلاش بسیار کوئی عیب نہ دیکھا۔ تو جو اس کے کچھ الزام نہ مل سکے کہ یہ کیسا شخص ہے جو سب خداؤں کو چھوڑ کر ایک ہی خدا کو پیچھے ہو لیا ہے یہ تو ایک عجیب ہی بات بتلاتا ہے اور جانتے ہوئے ایک جماعت اپنی ساتھیوں کو نصیحت کر گئی کہ اپنی اپنی معبودوں کو مت چھوڑو۔ یہ توحید تو یونہی بناوٹ ہو پہلے تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔ کہ خدا ایک ہو۔ ہمیشہ ہی سنتے آئے۔ کہ فلاں بزرگ فلاں بی بی بھی کچھ خدائی میں حصہ رکھتی ہیں) اب تو یہ ایک نئی سنانا ہے کہ سب جہاں کا مالک ایک ہی ہو؟ یہ الزام مشرکین کا جتنا بار بار ہے کہ انکو بغیر اس تعلیم توحید کے جناب کی ذات متروک نہ میں کوئی عیب نہیں ملا۔ سو اگر یہی ہے تو علی الراکس والعین

جہ میں اک عیب بڑا ہو کہ خداوند ہوں میں میں وہ نصف ہیں خود ہی نہیں خود ہی ہیں آپ کو تو شرک ہو اس قدر نفرت تھی کہ شرک کو وہم و گمان پر آپ زلفیہ کا رکھنا

لَهُ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ (ملک ۲۷) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ يَنْزِلَ سَآءٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءٌ فَاسْتَفْسِدُوا بِهِ مَادْرُفًا ذَٰلِكَ لِكُلِّ شَآءٍ (نساء ۷۸) قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ هَٰذَا الشَّيْءُ شِعْرَانِ ۖ وَانْطَلَقَ الْمَلَكُ مِنْهُمُ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهِمْ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ هَٰذَا الشَّيْءُ نَزَّلْنَاهُ بِقُوَّةٍ فَلاَ تُؤْمِنُوا بِهِ فَتُحَدِّثُوا بِهِ بَعْدَ آيَاتِنَا ۚ (نزلہ الا اختلاف ۷۵) ع

۷۵ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو لوگ تصویریں بناؤ ہیں انصاف کو روڑا لگو کھا جائیگا کہ تم ہی انہیں جان ڈالو۔ جب تک کہ انہیں بان نہ ڈالیں گے نہ اب میں بتلاؤ ہیں اگر اس کو اس خضی نہ انہیں میں مسلمان نہیں ہی اسکا رواج ہو گا ہر جگہ تو دیکھو کہ یہی اپنی تفسیر میں بدل کر دی ہے کہ کون مجھ کا کام تجھ ہی تو ہے

بلکہ دوسروں کو بھی باوجود مخالفت شدید کو بھی سکھاتا ہوا۔ اور اسی تعلیم الہی کے سبب ہی اپنے گھسار سے نکالاجاد و مگر وہ اسکی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ تو ایسا خدا کا بندہ ایسی جرات سے کر سکتا ہے کہ خدا پر حبو ثناء دعویٰ پیغمبری کرو؟ جس کے معنی دوسری لفظوں میں صیحیح یہ ہیں کہ گویا وہ خدا کو علیم قدیر یا کمال ملک نہیں جانتا۔ جب یہی توانائی دلیری کرتا ہو کہ ایک معمولی آدمی جھوٹا نبیبت خداوندی کا مدعی ہو سکتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی منصف مان کہے بلکہ چار طرف سے گونج آئیگی کہ انہیں ہمیں! ہرگز نہیں۔ پس آنحضرتؐ فدوی نے جو باوجود اس قدر تعظیم الہی کے دعویٰ پیغمبری کیا تو یہ کس بنا پر ہوتا ہو بیشک بچے الہام اور حقائق اعلام پر۔ فتشکل

آپ کے عملی طریق سنی نبوت کا ثبوت

دلیل سوم

آنچہ خواباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حسن یوسف و علیہ ید مینیا داری

آپ کی کتاب قرآن مجید نے تو آپ کی لائف (سوانح) کے حسب طبع صفات اور صریح الفاظ میں بیان کیا ہے اس کا ذکر عیاں لاحقہ بیان مفصل کیفیت کی غرض سے ہم آپ کے واقعات و روایات سے بیان کرتے ہیں تاکہ دونوں طریق علی و علی، آپ کے مطابق معلوم ہوں اور کسی بداندیش شخص کی یہ چون بخلوت میر و نہ آن کار دیگر میکنند کہنی کا سرفہ نہ ہو۔

ایک روایت میں آیا ہے: کسی نے آپ کو سامنی اگر عرض کیا حضرت اہم اکو اللہ کے آگے شفیق بناتو ہیں اور اللہ کو آپ کو آگے۔ چونکہ یہ کلمہ صحیح نہ تھا۔ کیونکہ شفیق تو انکو لایا کرتے ہیں۔ جو خود نہ کر سکے اور خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو یہ بلکہ سب سے بڑا شفیق بناتو ہیں۔ اور یہی طریق ہے کہ آپ نے اس قائل کو ایسے کلمات کہنی سے کہ جس سے جناب باری کی شان میں کسی قسم کی بھی ہنسک کا احتمال ہو۔ اور اس کی توجہ میں فرق آخری سخت منع فرمایا کہ کیا یہ جھوٹوں کی شان ہے؟

مشکوٰۃ

ایک دفعہ آپ کی خدمت شریف میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جو خدا چاہی اور آپ چاہیں گو وہی ہوگا۔ آپ نے بڑی برنجیدہ ہو کر فرمایا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنادیا؟ ایسی بات بزرگ نہ کہا کر بلکہ یہ کہا کر جو کلام خدا اکیلا چاہی گا وہ ہوگا۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ جب آپ کسی سواری پر سوار ہوتے تو پہلے یہ دعا کرتے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہو۔ جس نے ایسے بڑی جانور (گھوڑی اونٹ) اتختی وغیرہ کو ہمارا تلبہ کر دیا۔ ورنہ ہم تو ایسے شاہ زور جانور کے قریب بھی نہ جا سکتے تھے۔ اور جب کبھی کسی باندی یا پٹار وغیرہ کو چڑھتے۔ تو چونکہ اس سے ایک قسم کا علو ہوتا ہے اور بہ نسبت سابق کہے انسان اپنی اونچائی دیکھتا ہے اس لئے ایسے وقت میں آپ بڑی دوراندیشی سے نہایت بلند اور بزرگوں دیکھتے اور اللہ اُٹھ کر کہتے۔ یعنی میری بلندی جو اس وقت مجھے حاصل ہوئی ہو۔ پیچ ہو۔ اصل میں سب بڑا خدا ہی ہے۔ اور جب آپ نیچے اترتے۔ تو چونکہ یہ ایک قسم کا نقصان ہے کہ بلندی سے پستی میں گری اس لئے یہ سب عیوب اپنی ذمہ لیتے اور خدا کی نسبت وہاں پہنچتے ان اللہ ہی بیکار تے یعنی سب عیوب مخلوقات کا خاصہ ہیں خدا ان سب عیوب سے پاک ہو۔ ہمیشہ خدا کی تعظیم آپ کو دل پر ایسی غالب رہتی کہ کوئی کام ایسا نہ کرتے۔ اور نہ کرنے کی اجازت دیتے جس سے خدا کی عظمت میں فرق آئے۔

ایک دفعہ آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے اور وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں حسب دستور اپنے باپ دادا کی طرح کے گیت گارہی تھیں۔ ان میں سے ایک نابالغ لڑکی نے یہ بھی کہنا کہ ہم میں اس وقت نہیں ہے۔ جو کل کی بات بھی جانتا ہی چونکہ یہ کلمہ سوا اللہ کے کسی اور کو حق میں کی طرح سے جاز نہیں اور نیز اس سے ایک قسم کی شہرک کی بڑا آتی ہے اس لئے آپ نے اس لڑکی کو فوراً منع کر دیا کہ اس کو چھوڑ کر میرا ہی راگ گائی جاوے گا جب نے دنیا ساز اس طرح اپنی ہنسک عزت کیا کہ تو اس؟ جن کو حصول دنیا ہی مقصود ہو وہ تو جس طرح ہو سکی اپنے مطلب و مطلب کھتے ہیں ایک خدا کی جگہ دو نہیں یا تین۔ ان کی بلا سے انہیں تو راسخ الاعتقاد مرید بلجائے چاہئیں۔ جو ان کو کمالات کو قائل ہوں جس سے ان کی

چاندی گھڑی ہو)

سب بڑھو آپ کی صفائی تو اس سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ اپنی علیحدگی میں بھی خدا تعالیٰ کی وہی تعظیم کرتے ہو جیسے کہ سب کے سامنے بلکہ اُس سے بھی زیادہ

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے تہجد کی نماز میں ایک نعت پڑھی (اے خدا اگر تو ان گنہگار بندوں کو ان کے گناہ کے سبب سے عذاب کر دے تو بیشک کر سکتا ہے ممکن نہیں کہ کوئی تجھے ملے ہو۔ اس لئے کہ وہ سب تیری بندوں ہیں اور اگر تو اپنی بخشش سے ان پر رحم کرنا چاہو تو یہ بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ تو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہی سارا وقت تہجد کا جو قریباً ڈیڑھ پہر رات کرتا ہے۔ اسی اُست کو چپ ہٹو چپ ہٹو گزار دیا۔ اس وقت تعظیم خداوندی نے دل پر اثر کیا۔ کہ کسی قسم کا نہ تو لشکان معلوم ہو نہ ضعف حالانکہ سب علیحدگی کا وقت تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تہجد کی نماز دراز پڑھنے سے آپ کو پاؤں پھول گئے۔ صحابہ نے عرض کیا حضرت! آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ گناہوں سے پاک ہیں۔ آپ نے کیا ہی عمدہ جواب دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیم الہی آپ کے دل میں گھڑی ہوئی تھی فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اس پر سرور ہو جاؤں کہ خدا نے مجھے بے گناہ بنایا ہے؟

کیا یہ سچ ہے؟

کہ نماز تہجد کا وقت ایسا ہے کہ جس میں اللہ کرند کی عبادت کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ منافق سب اس کی تکلیف سے آگاہ ہیں۔ علاوہ تکلیف کے وہ وقت لوگوں سے ہر قسم کی علیحدگی کا بھی ہوتا ہے۔ چہرے وقت میں خدا کی یاد کرنا کیا ان لوگوں سے ہو سکتا ہے۔ جو اس کو اپنی حال سے بھی ناواقف جانیں۔ یا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا کو ہر طرح سے مشغول علیحدگی میں فراموش کرنا اور اس کا مالک جانتے ہوں؟ بے شک اس کا

لے تہجد کی نمازات کے تیسری تا چوتھی میں صبح صادق سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

مَنْ رَزَقَهُ رَبُّهُ يَأْتِيهِمْ سَعَادَاتُ دَائِرَةٍ وَكَفَرَاتُ دَائِرَةٍ فَإِنَّهُ أَلْفُ أَلْفِ رَجُلٍ كَفَرُوا

جواب ثانی میں صحیح ہوگا۔ تو یہ ممکن ہے کہ پیشی نفس جو خدا کی ہر طرح تسلیم کرے غفلت طہوت میں اسی کی عبادت میں مصروف رہے۔ اور پیشے آپ کو اس کے آگے ذلیل کرنا ہی باعث عزت سمجھو۔ یہی ایسی جرات کرے۔ کہ ایک معمولی آدمی ہو کر دعوے کیا بت الہی پیشہ سزا کا کارو ہرگز نہیں۔ فاعتبر ذلایا اولایا لباب لعلمکم نفلون +

قد جان خود را با فساد و قدر
کہ ہرگز نسیب اند زیر ورہ خدا

یہ تینوں دلیلیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے باطل عقلی ہیں۔ اگر ان میں کچھ نقل کو دخل ہی تو صرف واقعات بتلانے کے لئے ہے نہ کہ اصل مدعا کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مسائل کے مخاطب ہر فرقہ کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ اور ہیں (مقدمہ فلسفہ ثنائی)

مقدمہ جوابات

جواب دینے سے پہلے بفرض آسانی چند امور کا بیان بطور مصلحت موضوعہ کو ضروری ہے مخالف کو اگر ان کو تسلیم میں ترود ہو۔ تو وجود اسکا پریش کر نیکیا اسحق ہے دا، نیہ میں جو افعال میں ب اپنی اپنے اسباب کا وابستہ ہیں۔ مگر تمام اسباب کو سنبھالنے کو چکھ خدا ہی نے مرتب کر رکھا ہے۔ اس لئے افعال کی نسبت جیسی ان کو اسباب کی طرف کرنی جائز ہے سبب الاسباب یعنی خدا کی طرف ہی روا ہے مثلاً جیسا یہ صحیح ہے کہ پانی کھیت کو ہرا بھر کر تپ ہے ایسا یہ بھی درست ہو کہ خدا سرسبز کر تپ جس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اگر ویک مت سے اس کا ثبوت چاہیں۔ تو نیہ پر مشور کہتا ہے۔

نہیں پر مشور اس راجع میں جہاں دہرم کی پابندی ہوتی ہو قائم رہتا ہوں میں اس راجع میں فوج کو کھڑے اور بیلوں کو قوت عطا کرتا ہوں (دیگر عیدام میلے ۲۰ منتر ۱۰)

اصل موضوع ثنائی فیض اسلام کو مقابلہ پر کلام میں۔ جس کو اس کتاب میں بعض لوگ اس کی کسی شے کو

(۲) مخلوق سب کی سب ضرور قانون قدرت سے وابستہ ہے گو کوئی واقعہ کیسا ہی عظیم القوت نہ لڑا سال نہیں لاکھ بلکہ کروڑ بلکہ ارب ہا سالوں پہنچے کیوں نہ ہو۔ ضرور ہے کہ اس کے لئے بھی کوئی نہ نئی قانون ہو گا۔ جب کبھی کسی واقعہ کا علم ہو غلام دیکھو سے ہو یا صحیح خبر سے اسکو ہم خلاف قانون نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ کہیں گے کہ اس کے لئے ہی کوئی قانون ہو گا۔ مثلاً عام قانون ہو کہ حیوانات کی دوا انکھیں ہوتی ہیں مگر انجنیئرز کے عجائب خانہ میں اسوقت بھی ایک بکری کو بچہ کی شبیہ کا نمونہ موجود ہے جسکی دوا آنکھوں کے بجائے صرف ایک ہی آنکھ ہو وہ بھی پیشانی پر۔ مگر یہ کوئی خلاف قانون نہیں بلکہ ہم نہیں گور کہ اگر کبھی کوئی قانون ہے تو ہمیں اسکی اطلاع نہ ہو۔

(۳) قدرتی اور مصنوعی تعلق اور اثر و متاثر میں فرق ہے۔ قدرتی تعلقات اور رشتے جو قدرت سے وابستہ کر رہے ہیں وہ تو کبھی نہیں ٹوٹتے اور مصنوعی قابل انفصال ہیں +

(۴) خدا کی تعالیٰ نے ہر مخلوق کے لئے قدرتی قانون بنائے ہیں۔ اُن پر اس کی مخالفت نہیں بسا اوقات اُن کو استعمال سے خدا ناراض بھی ہوتا ہے۔ تاہم اس کا قانون ہے کہ زور اور کمزور کو بدلے۔ تلوار بندوق والا بے تحشیہ کو مار ڈالو مگر اب جی تو ملے کہ مارنیوالا اگر بے وجہ مارتا یا دبا تا ہے۔ تو ظالم ہونے کی وجہ سے مجرم ہو گا تو قانون قدرت کے مطابق ہی مظلوم کا گنا گنا کرتا ہے۔ کیونکہ تلوار کا چلانا اور تلوار سے مظلوم کا سر اتر جانا باکسل قانون قدرت ہی مگر نا عمل مجرم ہے +

(۵) ہر ایک زبان میں الفاظ کا اسی اور لغوی ترجمہ سب سے سب سے ممکن ہیں کوئی ترجمہ ایسا ہو۔ جو مثال معنی سے روکتا ہو تو اس کو مناسباً سرکھنے لھا کر میں شمشیر و انظار لایہ سی قرینہ کیس تہ ہو گا۔ تو وہی جتنی دندہ در ہو گا۔ وہ گارسی قرینہ کے ساتھ ہو گا تو ہر کے کے معنی ہی ہو سکیں گے۔ اہل اصول کو بد مذہبی سے لے کر ہر کچھ میں خود کچھ سے (مترجمہ بالوہاب مکتبہ کربلا رضویہ)

(۶) ہر ایک کا انداز صحیح و غلط ہو گا جو کچھ آپ بیان یا اسکو منشاء اور حیثیت کا مطالعہ ہیں پتہ چلے گا کہ اس کے منفس ہی نتیجہ بیان پر یا اگر نتیجہ۔ بین حالی ہو یا منقلب حقیقی

جوابات منتخب لکھنے والے ان اصولوں کو خوب یاد رکھو

وہ اپنی کلام کا مطلب لغتوں میں تلاوے۔ یا اسکی وضع اور طریق پڑاؤ سے ظاہر ہو۔
اس اصول کو سوامی دیانند جی نے بھی دیا ہے ستیارتھ پرکاش میں پڑھو بلکہ خود تجویز کیا ہی
(۸) خدا کو تعالیٰ دنیا کے لئے علت موجدہ اور شنبہ دونوں ہی یعنی اسی نے اس دنیا کو پیدا
کیا۔ کوئی شے اس کے حکم بغیر وجود پذیر نہیں ہوتی اور وہی اس کو تھامے ہوئے ہے۔ اگر اس
کی حفاظت نہ ہو۔ تو کوئی چیز موجود نہیں رہ سکتی۔ رگ وید منڈل ۱۔ سوکت ۴۷-۱۶
منتر ۳۹ میں اور یجو وید۔ ادھیائے ۴۰۔ منتر ۱۔ مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۳ میں یہ
مضمون تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ سب کا قایم اور منتظم بھی ہے۔

(۸) کچی پیکیے ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا مثلاً گھر میں دو آدمی زیرِ قعر
ہیں کسی نے کہا کہ زیرِ قعر میں کھانا کھا رہا ہو تو عمر کی لٹی ہوگی۔ یہ کچھ عدم کا عدم
ذکر سے عدم سے لازم نہیں آتا۔ دنیا کی بہت سی چیزیں کم ہم نہیں جانتے تو یہاں تک عدم
ہیں ہرگز نہیں۔

(۹) اصولِ فطرت اور قانونِ قدرت خدا کا فعل ہی اور الہامی کتاب۔ اس کا قول۔ قولِ فعل
نہیں لفظِ بق نہیں تو قولِ غلط ہے۔

(۱۰) جس طرح جہانی اشیاء کے لئے جہانی اسباب کا سلسلہ ہے۔ اسی طرح روحانی صحت،
ظہورِ امراض کی ترقی اور تنزل کے لئے بھی اسباب کا سلسلہ ہے کہ ایک نیک کام کرنے
سے دوسرے کی رغبت ہوتی ہے۔ کبھی ایک گناہ دوسرے گناہ کا پہنچاؤ کا سبب بن جاتا
ہے اس مضمون پر دیانند جی بھی ستیارتھ پرکاش میں دستخط کر چکے ہیں اچھا کہ جی میں
توہ ہوں نے جہالت میں کس وجہ ترقی کی ہی یہ انکو وید اور لائبر کو چٹوڑی کی مندرجہ صفحہ ۴۴

(۱۱) جس طرح بعض تہائیں حکیم کو مضر ہوتی ہیں۔ اسی طرح بعض خدا میں روحانی طاقت
کو بھی مضر ہیں۔ مثلاً اپنی باتوں کی محنت اور مزدوری میں جو خیر و برکت اور روحانی
باشاشت اور توفیق خیر ہوگی وہ چوہدری کی خدا میں ہوگی۔ علیٰ ہذا لکھا ہے۔

(۱۲) بعض اوقات سلسلہ روحانی سلسلہ سماں پر مقرر ہوتا ہے۔ جتنا کچھ آریوں کا سلسلہ اصول
ہے کہ شرع و دنیا میں وہ لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ ان کے اعمال ہی اس پیدائش کو

کے متفقہ ہوتے ہیں۔ ستیا رتھ پرکشش صفحہ ۱۱۲: ۱۱۱ بلکہ عربیت مرد کا تفریق یا خولہ و تعلق
پیش کی تیسری ہی بقول آریہ سماج اعمال ہی کے نتائج ہیں +
(۱۱) الہامی کتاب کی مثال طبیب اور ڈاکٹر کی سی ہو۔ جہاں ڈاکٹر بہت سی مفید چیزیں کھانی
کا حکم کرتا ہے۔ ایسے ہی بہت سی مشروبات سے بچنے کی بھی راہ دیتا ہے۔ اسی طرح
الہی کتاب یا خود خدا تعالیٰ بہت سے مفید امور کا حکم کرتے ہیں اور بہت سی مضر باتوں
سے منع کرتے ہیں۔ خواہ وہ افعال ہوں یا قدا ئیں۔

(۱۲) خدا کے حکم دو قسم پر ہیں۔ ایک تو شرعی جو بند علیہ الہام مخلوق کو پہنچتے ہیں یہ حکم
تو بند علیہ الفاظ بندوں کو سننا و جاننا ہیں ایک قسم ایجادی یا تجویزی ہے۔ یعنی
مخلوق کی پیدائش کے متعلق۔ اس حکم (ایجادی) کے لئے الفاظ کی حاجت
نہیں ہوتی۔ بلکہ سلسلہ اسباب کا کمال اور اپنی انتہا پر پہنچنا ہی اس سبب
اور معلول کے لئے حکم ہے +

جوابات

چونکہ جواب سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سائل کا مطلب سائل ہی کو لفظوں میں بتا دیا
جاوے۔ اس لئے کہ نظام کی بڑی بڑی عیبت مستشف کے الفاظ میں پہلو بھی جاتی ہے
جس پر آریہ سماج کا لفظ ہوگا۔ نیز آریہ سماج شروع ہوگا جس پر مسلمان کا لفظ ملے گا۔ لیکن جو
باتیں سوال سے نہ اُٹھیں بطور محض اور بخوبی سمجھنے کے حسب معمول آریہ سماج یا صاحب زلیخا ہیں انکو
صفت کا کیا۔ اصل سوال ابھی کے الفاظ میں ہو۔ پس سنئے !

آریہ سماج ۱-۲ | قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا بڑا ستار اور فریبی ہو دیکھو و صحت کثرت
مَنْ لَّهِ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (ترجمہ)۔ سکو کیا کہہ رہے ہیں اور
سکو کیا کہہ رہے ہیں سکو کر نیالوں سے یہ سورت آل عمران۔ آیت ۳۷)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا فریب کرتا ہے اور وہ کما بازی کرتا ہے۔ کسی بھلاہٹ والے آدمی کو بھی فریب فریبی نہ ہو۔ یہ الزام لگا دیا جاوے۔ تو وہ گلوٹ جاویگا۔ اور عدالت تک پہنچے گا۔ مگر خدا پر فریب بازی کا الزام لگانا کسی بڑی ہی من چلے آدمی کا کام ہو سکتا ہے۔ افسوس میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا (سورۃ النحل آیت ۳۰)

مسلمان

مگر کے معنے اہل میں خفیہ تدبیر یا راد جاہانے کے ہیں۔ بڑے گھڑاکی تمام کام خفیہ ہی ہوتے ہیں اندر ہی اندر۔ بڑا کام کرنا تو میں ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ کبھی کسی کو خدا نے سنے اگر طمانچہ یا کمٹا مارا ہو؟ نہیں بلکہ اندر ہی اندر اس کے احکام جاری ہو کر اپنا کام کر جاتے ہیں۔ انہی معنے سے خدا کو مگر یا مومن اللہ کہا جاتا ہے یعنی خفیہ خفیہ اپنی احکام جاری کر لیا۔ سورۃ: قرآن شریف خود بتاتا ہے :-
 لَا يَأْتِيَنَّكَ اللَّهُ إِلَّا بِالْغُورِ وَالْغُورِ الْغُورِ (خدا کے سوا کسی نے اس کی خفیہ تدبیر اور خفیہ احکام سے ٹوٹا پالنے کی طرف ہی بخوف رہتی ہیں) اس نعو کہ جو کوئی خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ بھی مانتا ہے۔ کہ خدا کی احکام ہمیشہ مخفی طور پر جاری ہوتے ہیں۔ پس جو کوئی خدا کو اس وصف سے انکاری ہو وہ حقیقت میں خدا ہی سے انکاری ہو۔ اور یہی وجہ اس کو ٹوٹا پالنے کی ہو۔ یہ عام طور پر آریوں اور دیگر قوموں کی غلطی ہے کہ عربی لفظ (زبان) سے ناواقف کی وجہ سے عربی الفاظ کو اردو و فارسی کے معنے میں سمجھتے ہیں کئی ایک الفاظ ایسے ہیں۔ جو عربی میں کراہت و ناپسندیدگی نہیں رکھتے۔ مگر ہندی یا فارسی میں ان میں ایک قسم کی کراہت اور ناپسندیدگی آجاتی ہے جو انکی شکل عربی میں شہر آب ہے۔ جس کے معنے پینے کی چیز کے ہیں۔ خواہ پانی ہو یا دودھ مگر اردو میں خاص نشہ آور (مذا) کہہتے ہیں۔ جس کو انگریز شراب کی دوکان "لکھا" ہو۔ پس دیکھئے والا جان جاتا ہے کہ یہاں نشہ آور پانی بھرتا ہے۔ اسی طرح کئی ایک شالیں ہیں :-
 آپ اگر عربی لٹریچر سے واقف ہوں۔ تو ہمیں اس تفصیل کی حاجت نہ ہوتی بلکہ یوں کہئے کہ آپ یہ سوال ہی نہ کرتے :-
 مختصر یہ کہ عربی میں ماکر یا مسکار کسی بڑے تدبیر یا پولیٹیشن میں کہہتے ہیں جسکو

پرنس لبراک یا سلطان المعظم دہر ایک

سکلا و خسروی و تلج شہابی بہر کل کے رسد حاشا و کلام

پس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ یہودیوں نے حضرت اسحاقؑ کے پکڑ لیا اور بیکین پہنچے
میں ہر طرح کی خفیہ سے خفیہ تدبیریں کیں خدا اُس کو بچانے کی خفیہ تدبیر اور مخفی احکام
اجائی کئے۔ پس خدا کی تدبیر سب پر غالب آئی۔ کیونکہ خدا سب سے بڑا اور بہت
بکثرت اس پر کیا اعتراض ہے؟ اصل میں سوال ایک ہے جو ممکن کہ لفظ پر ہے
جسے آپ نے قعداء بدلنے کو ذکر دیا۔

آرٹیکل نمبر ۳۱ قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ غدار و جانی بیماروں کی روحانی بیماری
کو دیدہ و دانستہ زیادہ کرتا ہے اور پھر اوپر سے خدا بے رحمی
دیتا ہے۔ بیشک یہ پرلے درجہ کی بے رحمی اور ظلم ہے یہ کوئی عقل مند نہ کہ بکھانا خدا
کو ایسا ظالم اور بے رحم قرار نہیں دے سکتا (بقدرہ - آیت ۱)

مسلمان نمبر ۳۲ احوال موقوفہ نمبر اول کو ملحوظ رکھتی۔ تو باوجود صاحب کبھی یہ اعتراض
نہ کر اہل میں اُن کی بیماری تو اپنی سبب ہی سے بڑھتی ہے جو
حق سیکھنے والی اور بجا غرور کی وجہ سے ہے۔ مگر علت العلل کی طرف نسبت کیا جانا چونکہ
جائز ہے اس سے خدائی خدمت اور جبروت بدلنے کو ایسا کہا گیا۔ قرآن شریف اسی
سبب پر خود اعلان دیتا ہے۔ ذرا غور سے سنو!

قُلْ اِنَّ بَلَّ سُلٰتٍ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

اگر وہ کاپر مان چاہو۔ تو سنو!

”جو پریشور علم وغیرہ غطا کرنے والا اور حکم و نفل حاکم و پناہ دہن سے محروم نہ ہو سکتا“

(تجوید - اویس ۲۵ - نمبر ۱۳)

جس مضمون کو یہاں وید میں یوں لکھا ہے کہ پریشور کی عنایت سے محروم نہ رہا ہیوتا
ہے۔ اسی مضمون کو قرآن شریف نے اِن لفظوں میں ادا کیا ہے۔ سنو!

ملک کافر میں بیکس کے دہن پر ان کی بد اعمالی نے رنگ کر دیا (سورۃ النعین ص ۱)

فَرَّادَهُمُ اللَّهُ مَرْضًا

اور اگر آپ سوامی دیا تدریجی کے دستخط چاہتے ہیں تو سنئے! سوامی جی کہتے ہیں کہ
 بڑے بڑے گندرجہ اپنی جہالت کی ترقی کی بجائے نظیر ان کو سوادوسری ہر ہی نہیں سکتی
 یقین تو یہی ہو کہ وہ اور الیتر سے مخالفت کر لیا انکو ہر نتیجہ ملا ہو یا ستیارہ صفحہ ۵۴

کہئے باجوہ صاحب! خود غلط بودا بچے تو پنداشتی! یا کچھ اور حاجت ہو؟ سچ احمد کم
 ہٹ دہری مسکرم کے منشا کے خلاف معنی کیا کرتے ہیں (دیباچہ ستیارہ پر کاش صفحہ ۵۴)
 قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا بڑا اڑا کا ہے۔ بہا جب خدا ہی کا
 ہو گیا۔ تو پھر زمین پر صلح اور امن کون قائم کر سکتا ہو؟ (نسا آیت ۱۱)
 جس آیت پر آپ کو شبہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنَكُّلًا

یعنی خدا سخت لڑائی والا اور سخت عذاب والا ہے۔ مگر یاد رہے کہ لڑا کا ہونیکے
 وہی معنی ہیں جو بکر وید - ادھیاء ۲۰ منتر ۵ کے معنی ہیں۔ پس غور سو سنو!
 "میں اُس کو محفوظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور وافر تلخ کل تمام کائنات
 کے راجا کا درمطلق پریشور کو جس کے آگے تمام زبردست پیدا در اطاعت خم کرتے ہیں
 ہر جنگ میں فتح پانے کو مقرر کرنا ہوں"

بتائے یہ! جس کے گے بڑے بڑے ہوا در اطاعت خم کرتے ہیں وہ کیسا بڑا بہادر اور
 لڑا کا ہو گا؟ یہ آریوں کے بانی اور باب روحانی دیا تدریجی کی قدیمی غلطی ہے کہ خدا کی
 کاموں کو اپنی کاموں پر تکیا کرتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ خبر نہیں کہ خدا کے ہاتھ پلوں
 نہیں بلکہ سب کے زیادہ سرعت رکھتا ہے۔ (ستیارہ صفحہ ۲۴۵)

اسی طرح اُس کے پاس تلوار بندوق نہیں۔ لیکن تمام تلوار بندوق والوں پر غلبہ
 ہے اور سب کا قہر ہے۔ یہی معنی ہیں اُس کے ہونے کے۔ سنئے! قرآن
 شریف خود بتاتا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ضابطہ

۱۔ پس اللہ نے ان کی سیاری بڑا دی +

کہو بالوجہ مشکلم کے خلاف منشا سے کرنا کی کون ہو تو ہیں؟

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خداوند میں دشمنی ڈال دیتا ہو اور قیامت کے دن تک یہی کینہ پھیلادیتا ہے۔ طالب حق اور

الحق

حاشق خدا کے لئے اس سے بڑھ کر وہ تعلیم کیا ہو سکتی ہے (مائدہ - آیت ۵۵)

بالوصاحب کو جس امت پر اعتراض ہو اس کے الفاظ یہ ہیں:-

مسلمان

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا لَنُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَآيَاتِهِ فَهُمْ فَسَوْخَاءٌ مِمَّا

ذُكِرُوا بِهِ فَأَعْرَضْنَا عَنْهُمْ وَالْعَدَوَّةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسائیوں سے تعمیل احکام کا وعدہ لیا۔ یعنی ان کو احکام

دیئے اور انہوں نے ان کی تعمیل کا صدق دل سے اقرار کیا۔ مگر آخر کار وہ بہت

ساحقہ ان احکام کا جو انکو بتائے کہ تو جو قبول لگو تو حید کی بجائے تثلیث اور تریک ايمان کو بجا

کنارہ مسیح بخیر کر بیٹھو۔ پس یہ عملیاں اس بات کی باعث ہوئیں کہ انہیں خداوت کا ختم ہوا گیا۔

اصل عداوت کا سبب یہ وجہ تو ان کی بد عملیاں اور با اعتقادیاں ہیں مگر بحکم اصول یہ وجہ

نمبر اول اس کو خدا کی طرف نسبت کیا گیا۔ کہو بالوصاحب! کیا اعتراض ہے اصل

ذکر وہ تین دیکھو کہ پریشورینسٹ راجہ کرٹھوڑی کس طرح باللسہ سے کیسا دلیل کام اس نے

دہ لیا ہوا ہے۔ افسوس! افسوس! طالب حق ایسے پریشور کہ مانگتا ہے:-

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا متصف ہو مگر توبہ قبول کر لیتا ہو۔ اور

الحق

گناہ معاف کر دیتا ہے پہلا انصاف اور معافی کا میل کہاں؟

جہاں معافی آئی انصاف ہوا گیا (البقرہ - آیت ۱۷۱)

انصاف اور عدل کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک شیء کو اس کا اصل

مسلمان

مقام پر رکھنا۔ پس تو یہ جو انسان کرتا ہو خدا کے آگے گر گزرتا

ہے۔ عاجزی کرتا ہے۔ رقتا ہے تاک زمین پر گر جاتا ہے۔ حالانکہ تو خدا کو اور

نہ اس کے غائب کو اس نے دیکھا ہے۔ صرف اس کی قدرت اور خدائی کے آثار

سے اتنا جانتا ہے کہ کوئی ہے تو کیا اس عاجزی اور انکسائی کی بھی کوئی جگہ ہے جس پر اس

مکھنا جائیو؟ اور انصاف اور عدل کے معنی اور آتش پر ہوا ہر۔ اگر یہ عاجزی اور اسکی توبہ قبول ہوئی تو فہماور نہ کہنا پڑے گا۔ کہ اس بیچارے سے انصاف نہ نہیں ہوا۔ خدا نواز کے عمل نہیں کیا۔ سچ پوچھو تو توبہ قبول ہونا ہی عمل کا مقتضا ہے دنیا میں جس قدر صفات حسنہ ہیں ان سب پر چشمہ نداشتی تعالیٰ کی ناست پاک ہے مثلاً رحم۔ شکر۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ۔ سب کی سب ایک نمونہ اور نشان ہیں اس کی ساری کی جس سے آنکو وہی نسبت ہے جو قطر کو سمندر سے ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سخت دل سے سخت آقا جبر طرا ہی انجوس اور نامہ زبان ہر دو بھی اپنے نوکر سے جسکا انصاف اسکو کامل طرح معلوم ہو۔ اسکی توبہ اور عاجزی پر مٹا سادہ کر دیتا ہو نہ کہ اس کو اس کو دل کا پورا علم ہی حاصل نہیں کہ انصاف سے توبہ کرنا ہے یا نفاق سے۔ لیکن خداوند تعالیٰ جو دونوں کو حال کو پورا واقف اور مطلع ہے جبرئیل کو انصاف اور نیاز عبودیت کو پورا آگاہ ہو وہ نہ بخشی تو سچ سمجھو کہ جباروں کے بنے بقالوں سے کہیں ڈر ہو کہ جس اور سخت دل ہو گا سنو قرآن شریف خود بتلاتا ہے کہ توبہ کی قبولیت کے مقدار کون ہیں؟ غور سے سنو!

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهْلٍ لَا يَتَذَكَّرُونَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْيَقِينُ فَاذْكُرُوا أَنْ تَكُونُوا مِنَ الْمُتَذَكِّرِينَ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشَّيْءَ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

یعنی توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے جو بڑی کام غفلت سے کر گئے ہیں پھر فوراً توبہ کرتے ہیں۔ نہ ان لوگوں کی جو مرنے دم تک (جب تک موت اور آخری سفر کا آثار معلوم ہونے لگے) ہیں۔ توبہ یہ کاموں میں مشغول رہیں اور اسوقت توبہ کرنا بیٹھیں اور نہ ان کی جو کفر ہی کی حالت میں مرتے ہیں اگر بعد مرنے کے توبہ کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ (سورۃ نساء ص ۴)

مختصر یہ کہ ہوش و حواس صحت و سلامتی میں محض خدا کی خوف سے اسکو اپنا مالک شہنشاہ جابگیر بنو گناہوں پر شرمندہ ہو اور عاجزی سے توبہ کرے تو خداوند تعالیٰ جو بڑا منصف اور عادل ہے اسکی توبہ کو قبول کرے انصاف ہو کہ تاہو توبہ قبول کر لیتا ہو ورنہ ایسا کرنے پر اسکا منصف عدل اور انصاف مقہور ہے اگر ایسا نہ کرے تو منصف اور عادل نہیں کہ وہ کیا پیمانہ دیتا ہو

ہاں پر مشورہ مجھے مجھے نیک چلن اور دیرم پرل کرنے کی طاقت ہے۔ آپ مجھ کو بہت دیکھو
 کہ میرا یہ سچے دیرم کا عہد آپ کی عنایت سے پورا ہو۔ میں آج سے سچے دیرم کی اپنی
 اور صحبت کھلنے چلن سے اور دیرم سے دوری اختیار کرتا ہوں (یو دیر ایسا)
 اسی مضبوط عہد کو قرآن شریف کی اصطلاح میں توبہ کہتے ہیں کہ تو اس عہد کا فائدہ بھی
 کچھ ہے؟ اگر نہیں تو دیکھئے یہ دعا عبت ہی بتلائی ہے۔ ذرہ سوچو جواب دیکھو۔ جو فائدہ
 اس عہد کا ہوگا۔ وہی یا اس کے قریب قریب توبہ کا ہوگا
 ہاں یاد آیا کہ میں خواہ مخواہ ادھر ادھر کے دلائل سوچتا رہا۔ توبہ کا مضمون تو ہمیشہ
 ہر سال ہی کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے اپنی اپنی منشی محمد عزیز الدین صاحب پشاور ساکن فیروز پور
 کو ۹۔ نومبر ۱۹۱۷ء کو ایک خط تھیں مہذرت لکھا گیا تھا۔ اس میں ایک فقرہ ہمارا دعا کا بھی
 ہے آپ لکھتے ہیں:-

اگر میں آپ سے معافی مانگنے آیا تو اوسکی تہ میں بھی یہی بات تھی کہ میری دل میں سخت دکھ
 ہوا کہ جس وجود سے اتنی احسان پا رہی ہوں اگر اوسکی پاس جا کر نہ دیا جاوے۔ نجات کا معافی
 ہوا جاوے تو تعجب نہیں کہ وہ فیض دلی سے ایک معافی کا احسان اور زیادہ کرے۔

پیارے یاں! خدا کے احسانات اپنی بندوں پر ان احسانات سے کم ہیں یا زیادہ؟ جو آپ
 اس شخص نے آپ پر کئی تھو۔ اس سوال کا جواب آپ خود ہی دیکھو حقیقت میں یہ خیال آپ کا
 اپنے شخص کی نسبت بہت ہی صحیح ہے مگر افسوس کہ آریہ سماج کی صحبت کے اثر سے آپ ایسی متاثر
 ہو چکے ہیں کہ اس دیا دیر مانا کو ایک پند سے کم جان کر لگ گئے
 پھر میں پتھر سمجھ ایسی پر وہ سمجھے تو کیا سمجھے

یہی ہی شرح ہے کہ توبہ سے دو گنا معاف نہیں ہوتا جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہوں۔
 کسی کا خون روک کر توبہ کر لیا تو یہ نہ سنا جاوے گا۔ یہ کسی کا مال غلام سے دبا کر توبہ
 کر لیا تو جیتا نک اسکا مال اسکو نہ دیا گیا اس سے معاف نہ کر لیا نہ جیسا جیسا
 قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا مغفار ہو مگر قرآن کو پڑھتے ہو جاو اور فریاد
 کی آواز سی پر خیال کرو۔ کہ کس طرح سے جلا رہے ہیں معافی مانگ

آریہ سماج

ہے ہیں تو یہ کہہ رہے ہیں۔ مگر خدا کے کان بہر ہوں گے ہیں۔ کچھ نہیں سنتے۔ کیا خدا کی غفاری اگر وہ کوئی بیخبر نہ ہو تو قیامت کے دن اڑ جائیگی؟ اور خدا سنگدل ہو جائیگا؟ ای آکھ تو خون کے آنسو بہا کہ قرآن میں خدا کا بارے میں تعلیم کیسی بھلی ہے (نسا۔ آیت ۵)

خدا بیشک غفار ہے مگر اس نے خود بتلادیا ہو۔ کہ میری صفت غفارت

مسلمان

لکن لوگوں سے متعلق ہو۔ سُنُو! اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفِىْ اَنْ يُّشْرَكَ بِالْهِمْ وَلَيَخْفِىْ مَا تُوْفَنَ ذٰلِكَ لِيْلٰىنَ كَيْتٰر۔ یعنی خدا اشرف کوں کو کبھی نہ بخشو گا۔ اور ان کو سوا جسکو چاہیگا بخشے گا۔ (چنانچہ ہنر کے معنی نبرہ و امیں آتے ہیں) ماں اگر زندگی میں توبہ کریں تو بیشک تائب بخش ہو سکتے ہیں جسکی بحث اوپر گذر چکی ہو۔ بابو صاحب اکبرؒ تو مسکرم خلافت منشا معنے کرنا ارا کر رہے ہیں؟ ستیا رتھہ نسخہ، دیکھ کر جواب عنایت ہو۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ندابی کو ناپسند کرتا ہو مگر کتنی شرم کی بات یہ کہ اسکو بدی کا پینا کر لیا امانا گیا ہو (نسا۔ آیت ۵)

آرٹ ۹۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کو حکم سے ہوتا ہے تو پھر نیکو کاروں کی ہمارے شراب نوشی ڈاکہ چوری قتل۔ خون۔ لوٹ۔ بارغیر تمام کام بھی خدا کو حکم سے ہو کر شیطان بچار کو کرکھن بدنام کیا جاتا ہو؟ افسوس خدا کو نادان لوگوں نے کیا تاشہ بنایا (رویس)

بابو صاحب کے پتے تو ماشا اللہ بے شکاڑی ہیں البتہ ہم محتجب ہیں

مسلمان

۸۔ ۹۔ کہ وہیں کہ قرآن شریف میں یہ مضمون ہو کہ:-

لَا يَرْكُضُ لِيُعَادِيَ الْكَافِرَ

یعنی خدا اپنے بندوں سے کبر کو پسند نہیں کرتا اور یہ مضمون بھی مختلف مقامات کے ملاز سے ملتا ہو کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے۔ خدا کی مشیت سے ہوتا ہے۔ مگر آپ (مشیت کے معنی پر غور نہیں کیا۔ کہ تو بھی کیسی وجہ تحقیق حق منظور ہی نہ تھی۔ قرآن شریف اور اس کے لوازمات سے نا آشنا ہو کر تحقیق ہو کیسی سکتی ہو؟ سُنُو مشیت اللہ خدا کو قانون مجرب کا نام ہے۔ جو کہ جب العمل موضوع نبرہ خدا کی رضا کو سلام نہیں نفیل ہو سکتا چاہو تو غور کرو کہ ایک جوان مرد جو جوان خولعبورت عورت کو دیکھ کر اس کو گلو گے ہو کہ کچھ کا کچھ کر گزرتا ہے۔

یہاں تک کہ بعض جوشیئہ عاشقوں سے تو اتنا بھی صبر نہیں ہو سکتا کہ اپنی زندگی میں کبھی خیال رکھیں بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ سر بازار اونہوں نے منہ کا لاکھا آنر بچواں ہو کر پڑی گھر کی سیر کو بھی گئے۔ لیکن سوال یہ جو کہ ایسے جوش کے لئے سبب کیا ہو اور وہ کس کا مقصد کہہ ہی؟ کچھ شک نہیں کہ عام آتشک (خدا کو قائل) یہی کہیں گے کہ خدا تعالیٰ ہی نے یہ قانون مقرر کیا تھا ہو۔ کہ جو ان مرد جوارح ہو بصورت عورت کو دیکھ کر یہ سب کچھ کر گزرتا ہو پر آمادہ ہو۔ اسی طرح باقی گناہوں کی مثال ہے۔ دراصل یہ سبب اسی قانون قدرت کو کہتے ہیں۔ کسی اہل دل نے اسی راہ کی راہ اشارہ کیا ہے

کائنات لفظ شست مشک افشانی لما افشال ۛ مصاصت راتحتو برآہو و جیس لبتہ اند

پس اگر چار جواب پسند ہو۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ پریشور کیوں ایسے کاموں پراریں گویا بے اور سورج کی جونوں میں بھیجا ہے؟ کیا یہ انصاف ہو کہ بیکام تو اس کے قانون کے مطابق ہوں اور سرزدین کو وہ آمادہ ہو؟ اسکی مثال دنیاوی طرز پر سننا چاہو تو نیشنل کانگریس کو دیکھو کہ جو کچھ نیشنل کانگریس کر رہی ہو گورنمنٹ کی اجازت لینے قانون سے کر رہی ہے کوئی خلاف قانون نہیں مگر جہاں تک میں معلوم ہے یہ کام کانگریس کا موجب الزام تو کیا رہا بھی نہیں بلکہ گورنمنٹ کے ہتھ بندہ دار اس کو مہذب و لغاوت کہتے ہیں عجیب اسی طرح جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خدا کو حکم لینے قانون مجریہ سے ہوتا ہے لیکن وہ بدکاریوں سے راضی نہیں لایو رضی لعل بادہ الکفر

ہم آپ کی خاطر اس مقام پر اور بھی تفصیل اور توضیح کرنے کو ایک دو آیتیں لکھتی ہیں
 یٰسٰٓؤ! لَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلْنَا دَٰرَکَہُمْ وَآٰلَہٖٓ وَآٰلَہٖٓ وَآٰلَہٖٓ مَا لَکَآلَہٗ ؕ مَا لَکَآلَہٗ ؕ مَا لَکَآلَہٗ ؕ
 لَوْ شِئْنَا لَکُنَّا کُلَّ نَفْسٍ حٰدِیٰہَا

ان آیات میں بھی اسی قانون مجریہ کی طرف اشارہ ہو یعنی اگر خدا کا قانون ایسا نہ ہوتا کہ ہر فاعل محض ارادہ پر حکم و بیش کامیاب ہوتا ہے جس تلوار سے ایک ہاتھ ایک شٹ کو مار کر واصل جہنم کرتا ہے اسی کو لیکر ایک پاجی ایک صابنیک بخت کو شہید کر دیتا ہو تو شرک اور کافر شرک ہو کر کفر نکلتا۔ پس ہم امیدوار سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کو حکم اور ارادہ

ہے ہوتا ہے زانی زنا کرتا ہے اور اسکی شہیت سے کرتا ہے جو چوری کرتا ہو تو اس کو
 فافن سے کرتا ہے۔ فہیجان من لہجہ شہی من حکمہ و مشیتہ لافتنہ ذلہ الامان
 اللہ یعنی کوئی چیز اس کو حکم سے باہر نہیں ہو سکتی باوصاحب اکہو توبہ قرآن کی خبر کی ہوتا
 ہو یا مذمت کی؟ مسکو آگے چھ ندیکہ نہ ناپاک باطن والوں کو علم کہاں؟ (ہو مسکا ص ۵۵)
 شیطان کی مذمت اسی قدر ہو جتنی کہ کسی شیر بد تدبیر کی ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف بطور
 مشورہ کے ہوا کام بھاتا ہے نہ کہ بطور حیر کر۔ اس کی بحث بھی اپنی موقع پر آئیگی۔

ہم نے اس نمبر کو آپ کی خاطر تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ پس امید ہے کہ آئندہ کو آپ اصول
 موضوعہ نمبر ۱۱۱ میں طوطا رکھ کر یہ سوال تہہ پر تہہ لاویں گے۔ اگر لاویں گے۔ تو ہم اسی نمبر کا حوالہ دینی پر
 قناعت کریں گے کیونکہ آپ کا گرد سے بھی ہمارا ہی دستور ہو جس سے آپ کا حق نہ نہیں +
 قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجنا
 ہے۔ مگر بگ بگ قرآن میں دیکھو گے۔ کہ خدا ہی لوگوں کو نیچا

آپ

گمراہ کر رہے۔ اور وہ آپ ہی اس بات کا معترف گردانا گیا ہے۔ ہم گمراہ کرتے ہیں۔
 اور جبکہ ہم گمراہ کرتے ہیں۔ اسکو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ پہلا بھڑ بھڑوں کی جان بھڑکانی
 کی کیا ضرورت اور کتابوں کی بھڑکانی کیا جت اور شیطانوں کو لازم گردانہ کی کیوں نسبت کہ
 (ماہ ۲۵)

افسوس کہ اس نمبر میں بھی آپ اصول موضوعہ نمبر اول بخوبی لکھے گئے گئے
 کو اصل سبب تو خود قرآن شریف نے بتا دیا جو غور سے سنو اور ان
 مجید جوابانی فطرت کا کلام ہے کیسی تپہ کی تپتا ہے۔

مسلمان

كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَافٍ

اے انسان کی اپنی ذاتی شرارت اور غلے سے بے نیازی ہو کر جو کہ جو جب
 اصول موضوعہ نمبر اول اسکو خدا کی طرف ہی نسبت کرنا جاتا ہے اس کو علت العلل پر
 اطلاع دینا کو قرآن شریف نے بتا دیا۔ ہے کہ۔

لے بیشک انسان کی گمراہی کا سبب یہ ہو کہ وہ اپنی آپ کو کسی کا متبع نہیں جانتا (سورہ اترار)

يُخَلِّدُ بِهِ كَلِمَاتُكَ يَكْنِزُ بِهِ كَثِيرًا

آریہ

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا پاکیزگی کو پسند کرتا ہو مگر قرآن کو لغو
ٹپٹہ ہو سے پتہ لگتی ہے کہ خدا ناپاک دل کو پاک نہ کرنا چاہتا

بلکہ ناپاکی کو اور بھی زیادہ کر دیا اور گراہی بڑھادی۔ بچوں کا کھیل ہے ایک بے مبادیات
کو تھم رکھنے کو واسطے بہت کچھ گھڑٹ کرنا پڑا۔ مگر فضل (مائدہ - آیت ۴۵)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تمام عیب کے پاک ہو۔ مگر دیکھو شیطان کو بہکانیوالا اور
گمراہ کنیوالا خدا ہی بہت ہم شیطان کی ڈھکوسلے سے فرض کر سکتی نہیں۔ کہ شیطان لوگوں کو بہکاتا
ہے۔ مگر شیطان کو گمراہ کنندہ خدا ہے (اسراف - ۱۶)

مسلمان

افسوس ان نمبروں میں بھی آپ اصول نمبر اول پہول گئے جناب
من! ہر ایک کام کے لئے خدا کی اسباب بنائی ہیں۔ جب تک

ان اسباب سے کام نہ لیا جائے کامیابی نہوگی۔ جب تک اگ کو زریہ روٹی نہ پکائیں گے۔
نہ بیگی۔ تعجب تو یہ ہے کہ جو بات آریہ علی بڑی زور سے کہتا ہو۔ جب وہی ضمن
قرآن شریف سے نکلتا ہے۔ تو اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ پس جب تک کوئی
نیک نیتی اور صاف دل سے خدا کی طرف نہ جھکیگا۔ ہات اور پاکی نصیب نہ ہوگی بھی
معنی اس آیت کو میں جیسے آپ کو شبہ ہو رہا ہو۔ غور کریجیو!

أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَ اللَّهُ اَنْ يَلْعَنَهُمْ قُلُوبُهُمْ

مئے! اس آیت سے پہلے یوں مذکور ہے:-

وَمِنَ الَّذِينَ كَانُوا سَمَاعًا عَنِ النَّبِ سَمَاعُونَ لَقَوْمٍ اخْرَجْنَاهُم مِّنْ اَنتِهٰى قَوْلِهِمْ
يَقُولُونَ اِنْ اُنْتِمْ هَٰذَا فَعَلْتُمْ وَان لَّهٗ تَوَكُّدٌ فَاَحْذَرُوْهُ وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَةً فَلَنْ
تَكُوْنُ لَهُ مَمْلٰكَةٌ لَّهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْءٌ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَ اللّٰهُ اَنْ يَلْعَنَهُمْ قُلُوبُهُمْ
فَاَلَا يَتَذَكَّرْنَ اَنْ يَلْعَنَهُمْ قُلُوبُهُمْ

یعنی بعض بیوقوف جو نبی کے عادی ہیں دوسرے لوگوں کو لئے (جو تباہی میں)

لے اس قرآن کے ساتھ اللہ سے کہ ہاتھ کر دیا ہو اگر کسی ایک کو گمراہ کر لے (مومرہ بقرہ ۱۳)

نہیں آئے) باتیں سنتے ہیں کلام کو اصل جگہ سے بگھاڑا ہیں اپنی عقیدوں کو اس کے خلاف
 کیا اگر بھی مطلب جو ہم نے ٹیکو بتلایا ہے کو بھی بدلا دیں۔ تو قبول کرنا۔ ورنہ اس سے لڑنا
 جس کو خدا ہی کسی ہا میں مبتلا کرنا چاہے۔ تم ہرگز اس کیلئے ذرہ بہرہ ہی اختیار نہ کرنا
 یہی لوگ ہیں۔ جن کے دلوں کو خدا نے پاک کرنا نہیں چاہا۔ دنیا میں ان کے لئے
 نشت اور آخرت میں بھی عذاب۔

تمام آیات کو ماننے سے مطلب صاف ہو کہ وہ لوگ چونکہ خدا تعالیٰ کے قانون مجتہد
 کے مطابق ہدایت کی طرف رخ نہیں کر آئے لہذا ہی میں پھنس رہے ہیں۔ اسی دنیا
 کے انہار کو کچھ اصول موضوعہ نمبر اول ان کی گمراہی اور عدم ظہارت کو خدا کی طرف
 نسبت کیا تو کیا اعتراض ہے؟

بالوصاحب! آگے پیچھے کو مار کر سننے نہ کرنے والے کون ہو گئے ہیں؟ ذرہ سوائی بات
 جی سے پوچھ کر بتلانا (مجھ کو کھانسی ۵۲)

شیطان کی حمایت کو بھی آریہ علاج بہت کرنا پڑتا ہو۔ مگر افسوس کہ پہلا
 ہی اصول موضوعہ قبول جاتا ہے۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ فعل کی نسبت جیسی سبب کی طرف ہوتی
 ہے۔ سبب الاسباب اور علت العیل کی طرف ہی جاتا ہے۔ جہاں کہیں گمراہی
 کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت کیا گیا ہو۔ وہ اسی بنا پر ہے۔ ورنہ اگر کس استیک طرف
 بس مت۔ دیکھو قرآن شریف جہلام النجوم کا کلام ہو شیطان کی گمراہی کا سبب قریب
 ہی بتاتا ہے۔ غور سے سنو!

اَللّٰی وَاَسْتَغْفِرُكَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِ فَنَفَسَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهِ

یعنی شیطان نے خدا کو حکم کی تعمیل سے انکار اور تجر کیا اور کفار فرمایا۔ پس اس نے اپنی
 پروردگار کی حکم عدولی کی

ہا میں ہمہ جہت کچھ بموجب اصول موضوعہ نمبر اول علت العیل کی طرف ہی فعل کی نسبت جاتا
 ہے شیطان نے اپنی گمراہی کو خدا کی طرف نسبت کر کو جہاں آئے ہیں (تو تو مجھے گمراہ کیا)
 کہہ دیا۔ تو تعجب کیا ہے اور سوال کیا؟ ٹاٹھی جانب داری تیرا استیاس: آج آریہ علاج

اُسے تو شیطان کی حمايت میں کیا کچھ نہیں کرتی سماجی دوستو! اسچ ہے کہ کہڑے دہریہ نرب
کی تارکی میں عقل کو زائل کر لیتے ہیں۔ (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

آریہ سماج

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا ہمیں بخول کرے گا۔ والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر افسوس وہی خدا سحر، مجنونا اور ٹھٹھکڑا کر دیتا ہے۔

گیات (بقرة - آیت ۱۵)

مسلمان

میں آیا ہے سُنو! اِذَا نَفَخَ الْفُؤَادُ السَّانَا وَادْخُلَ إِلَى السَّانَا

اس آیت میں منافقوں کا رجو بظاہر مسلمان بنی اور اندر سو کا فر ہو جاتی ہے : بیان ہے
مطلب بتلانے سے پہلے اس سہ ہذا کے معنی بتلادیں ضروری ہیں۔

اسکے شہنشاہ - فوسس کردن وانکار بنیبرے نمونین و مکافات فوسس وادین یا ناگاد
گرفتن برآں (معتبی الارب)

دشمنانوں) سے تو ہم صرف محمول اور شخصہ کا کہتے ہیں، (ان کا جواب میں خدا نے فرمایا)

اشدائو سزا دیگے۔ یا ناکا کو پکڑ لیگے اور سر دست تو ان کو ڈھیل دی رکھی ہو۔ اس لئے اپنی

کھجئے اکھیا اعتراض؟ کاش آپ سوامی دیانند جی کے بھروسہ کیاں؟ شلیٹا لٹکا یعنی

[illegible]

درست دہلی ہیں کہ وہ سکیم کے خلاف مسازنا ویل رکھتے ہیں (دیکھا جہ سنیار تہ ص ۱۸)

آرٹیکل

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا قسم کھانا کو اچھا نہیں سمجھتا۔ مگر قرآن کی ورق گردانی کرو۔ دیکھو کہ ایک کچھ اعتبار اور عقوبت کے شخص کے طرح

کہ جسکی بات کا کوئی بھروسہ نہ ملتا اور لاچار قسم کھائے یہ مجبور ہوتا۔ خدا گھڑیوں۔ اونٹوں وغیرہ پھاڑوں کتابوں ہواؤں۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں کی پے پیسے قسمیں کھا رہا ہو (شمس-۱)

جس مقام کا حوالہ آغریں آپ نے لکھا ہو وہ تو یہ ہے سویت شمس

مسلمان

کی اول سے ۴۔ آیت تک۔ مگر افسوس کہ اس میں ایک (فصل بھی

نہیں جسکا یہ مطلب ہو کہ خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ ان تحقیق کے رو سے خود

ہی بتا دیتا۔ مگر اس قدر کہ ہمیں بھی تمام قرآن شریف میں ایسا کوئی حکم نہیں ملتا۔ جس کا یہ

مطلب یا مفہوم ہو خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ہاں ایک مقام پر صرف اتنا ہے

لَا تَقْسَمُ كُلَّ حَدَافٍ قَسَمِينَ كَمَا رَسَاؤُكُمْ يَمِينٍ مَنَاجِرَ الْخَيْرِ مَعْقِلًا كَثِيرًا وَعَنْدَ بَعْدَ ذَلِكَ ذِكْرُكُمْ۔

یعنی تم کسی ایسے نابکار کو کہیں آنا جو بہت بہت قسمیں کھاتا اور (ایجو جوٹ کی وجہ سے)

ذلیل ہے۔ لوگوں پر آواز کو کسا کرتا ہے۔ اور اوروں کی پچھلیں لگاتا ہو۔ اپنی حد سے

بڑا ہوا بد کردار اور بد اسل ہے۔

اس حکم سے جو کیفیت بہت ہو وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ یعنی یہ کہ حصولِ قیام

کھانے والے دعا بازوں سے کہتے رہنا چاہئے۔ لیکن اس پر ہمارا بھی صاف ہو مگر اس

سے وہ مطلب کہاں ثابت ہوا جو بالواسطہ کا دعویٰ ہو؟ حصولِ قسم کھانی بیشک

لعنیتوں کا کام ہے مگر سچی قسم سے کون اذعان ہے؟ قسم تو صرف اعتبار جتنا کیلئے ہوتی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتوں میں بھی دستور ہے کہ شہادت سے پہلے ہر ایک شخص کو اس کے

مذہب کے مطابق قسم دی جاتی ہے۔ لطف تو جب ہو کہ اگر یہ سلج عدالت میں جج کو سامنے

قسم نہ کہائیں اور استیارتہ پر کاش دکھا کر جج صاحب کے کہیں کہ قسم کھانا جھوٹوں کا کام

ہے۔ ہم تو قسم نہ کہائیں گے۔ پھر دیکھیں کہ استیارتہ پر کاش کتنی مدت تک ان سے جدا

رہتی ہے۔ اسیئے اصل یہ ہے کہ قرآن شریف چونکہ عربی زبان میں الہام ہوا ہے اس لئے

عربی لہجہ (زبان دانی) کی پابندی اس میں ضروری ہے۔ عرب کو لوگ سچی قسموں کے معیوب

نہ جانتے تھے بلکہ ان میں عام دستور تھا کہ قدرتی اشیاء کی قسمیں کھایا کرتے تھے جو جس سے
ان کی غرض خالق کی عظمت پہنچتی تھی۔ سینے اقبیس (مجنون) کہتا ہے
الہ نہ عمت لیلیٰ انی لا احبھا۔

ہلٰی ولایا لہ العشر والشفع والوق

یعنی سنو لوگو! لیلیٰ کہتی ہے کہ مجھے اسکی محبت نہیں۔ کھوں نہیں مجھو دوسرا تو اس
جوڑو اور طاق کی قسم ہے "پس بتلایو عقل، ہمتی یا پھر نہیں؟
پیارے پال! آؤ دہ نہیں آریہ دہرم کی پشتک کر دشمن ہی کر ایں سنو! سنجی
کیا پہاں بیٹے ہیں۔

عورت کی شادی میں اگر لڑکے والے اعتبار نہ کریں۔ یا گڑبگ کی خوراک دینا کہ وقت اور
برہمن کی مخالفت کے واسطے آگنی ہوتے کے واسطے اندھ بن کی ضرورت بتلاؤ اور
قسم کھانا پھر نہیں۔ عار پیارے ۱۱۱

اور سنئے!

براہمن کو سچ کی قسم اور کشتی کو سواہی اور چھیا رہن کی قسم اور لڑکے کو گنوا اور رینج
اور سونا کی اور شور و کھم کا تمام بادیوں کی قسم ملاؤ (یہاں شکر ۱۱۳)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کی قسم سے سب کچھ سرسخت ہے
مگر کیا وہ باغی ہو گیا تھا یا اپنی کن کی طاقت کو بھول گیا تھا کہ

خدا خواہ زمین و آسمان بناؤ میں تجھے دن لگا دیں؟ کیوں نہ کن ہی کہہ دیا۔ یا کیوں نہیں
دن میں ہی سب کچھ بنادیا (مریم ۲۶)

اللہ ہے ایسے حسن پہ یہ بے نیاتیاں

بندہ نماز! آپ کسی کے ضامن نہیں

مسلمان نمبر ۱۵

آپ کہہ کے اعتراضات پر بے ساختہ ہنسی تو آئی ہو مگر شکر ہے کہ آپ سے پہلے آپ کے
بلکل آریہ طرح کے گوتے نہیں۔ کہاں گرو سوامی دیا منہ جی مہا منتر کے برتن شیار تہ پکاش

ملہ داریے مایو! اتہری شیر بن کلاہی دوسر شرافت ۱۱۱

میں گوش گذار ہو چکے ہیں۔ اس لئے آپ کی نسبت بگمان اس بہت کم کے کہ یہ آنچل اور
انزل گفت پران ہو یہ نہ جیسے اور غرض کی رائے ہوں جو سحر و سحر کے ہونے سے
ماز نہیں دے سکتے۔ کہ آپ نے قرآن اسلام کر لیں جلدی کی عجب نہیں۔ کہ ہزار
وجدان جو ہم نے دیا ہے میں لکھا ہے آخر ہمارے صحیح لکھے خدا کو ایسا ہی ہو۔ سنئے !
میں تو اس میں نہیں کہ کون کہنے کا مطلب تو یہ ہے کہ جس خبر یا چیز کی کیفیت
کو خدا کن کہتے ہیں۔ وہ ایسی وقت ہو جاتی ہے مگر زمین و آسمان میں چونکہ کیفیت
بہت ہوں جو حسب استعداد جسمانی بتدیج اپنی کمال کو پہنچنے کی قابلیت رکھتی ہیں اسلئے
ہر ایک کیفیت جسکی استعداد موجود ہوئی کئی ہی سے پیدا ہوئی۔ گیہوں کی کیفیت
بظاہر تو چھ مہینوں میں پکتے ہیں مگر واقف اسرار جان سکتے ہیں کہ ان میں نہایت
آن گشت ہیں جو ہر آن خدا کے حکم کن سے پیدا ہوتی ہیں اور سنو ! گونا گونا گویا
بظاہر تو ۹ ماہ بدست نہ نکلتا ہے جو گونا واقف سمجھیکا کہ ۹ ماہ میں بنایا ہو مگر دااجاتا
ہیں۔ کہ اس میں کیفیات بتیار نہیں جو حسب استعداد خود خدا کے حکم کن سے ہر آن
پیدا ہوتی رہی ہیں۔

مال یہ بھی یاد رہے کہ کن کہنے سے یہ مراد نہیں کہ خدا کاف اور نون کا مرکب
لفظ لولتا ہے۔ ہمیں اس کے بدلنے میں تو وہ لفظ و کار ہیں جو خود حادث
ہیں۔ بلکہ خداوند تعالیٰ بنے ہوئے ایک نقشہ دکھایا ہے کہ تمہاری نزدیک جو چیز جلدی
سے جلدی ہو سکتی ہے اس کی تصویر یہ کہ تم کہو۔ اور ہو جاوے پس تم یہ کہو کہ میری
قدرت میں بھی یہی دستو رہے کہ ارادہ ہوتے ہی چیز پیدا ہوتی ہو دونوں باتوں میں
کئی فرق نہیں۔ فرق صرف یہاں تبدی کی سمجھ اور ان کے جیلوں کی اندھی تقلید ہو
(انسول موضوع نمبر ۱۲۔ غرض دیکھی)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا قدوس ہے مگر قرآن کو پڑھو سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح ایک عورت کے رحم میں
تجلی ہو سکتی ہے اور خون حیض نکال سکتی ہے وہ نہ زمینے غلاقت میں پڑی رہے

برسوں تک انسانی جاسہ میں مقید رہ کر بندوبست کیا جاسکتی ہو، مگر دلی افسوس ہی کہ قرآن نے بائبل کی تقلید کی (انبیاء ۹۱)

مسلمان

سخن شناس نہ دہرا خطا اینجاست

جس آیت کی طرف آپ نے اشارہ کیا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں

وَالَّتِي أَحْصَتْ فَوْجَهَا فَتَنَفَّخْنَا فِيهَا مِنْ زُرْعِنَا

ترجمہ سے پیشتر اصول موضوعہ نمبر اول کو یاد کیجئے۔ پھر سنئے کہ اس آیت میں صبیحہ مریم والدہ ماجدہ حضرت یسوع علیہ السلام کا ذکر ہے جس کی نسبت یہودی لوگ زنا کی تہمت لگایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم خدا کے رسول کو بعد از اسد عزام زادہ کہتے ہیں۔ ان کی غلطی کے اظہار اور امر واقعی کے بیان کرنے کو خدا نے فرمایا کہ مریم نے اپنی فرج کو زنا سے محفوظ رکھا۔ بہنئے اُس میں اپنی طرف سے ایک روح بھونکی تھی کیسے بھونکی تھی؟ اصول موضوعہ نمبر اول کو دیکھو جس طرح اسباب بھونکی جاتی ہے۔ ہاں اُس کے لئے جو سبب تھا۔ اُس سے بھونکی تھی مگر علت العلل کی طرف نسبت کیا گیا۔ قرآن شریف کے محاوروں میں دنیا کی سب چیزیں خدا ہی کی ہیں سنئے قرآن شریف کہتا ہے :-

لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى

یعنی جو کچھ آسمان اور زمینوں میں اور ان دونوں کے درمیان بلکہ زمین کے تمام طبقات سے نیچے ہے وہ سب خدا ہی کا ہے۔ پس ان سُننے سے جو روح صیغہ مریم کے رحم میں بلکہ تمام عورتوں کے رحم میں نفیشتی ہیں وہ سب خدا ہی کی رو ہیں ہیں۔ مگر آپ کو بتلیدینڈت دیا نہ تھی وہ اس بنا پر ہوا کہ خدا کی روح ان سُننے سے آپ نے سمجھی۔ جن سُننے سے اپنی روح کو سمجھتے ہیں۔ یعنی آپ کا مادہ حیات مگر اس اصول پر دونوں گرد چیلے لئے نمود کیا کہ کسی چیز کی دوسری کی طرف نسبت اور اضافت کئی و بہت سے ہوتی جو کبھی تو جزو من کل کی طرف ہوتی ہے جیسے میرا بھتیجہ میرا منہ وغیرہ کبھی ملک کی مالک کی طرف، جیسے میرا سورا تیرا گھوڑی۔ کہ مستنوم

آرہب

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا زمین اور آسمان پر کرسی نشین ہو گا۔ اسباب
جگہ حاضر و ناظر ہے اور اس کا کوئی خاص مقام نہیں ہو سکتا۔ آسمان
کے اوپر عرش کا آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائے کھڑے ہونا۔ جبرائیل کا خدا کی طرف سے
نانل ہونا۔ حضرت عیسیٰ کا آسمانوں پر اتر جانا۔ پیغمبر عربی کا بلاق پر سوار ہو کر آسمانوں کی
سیر اور خدا سے بات چیت کرنا۔ شیطانوں کا آسمانوں پر جا کر چھپ چھپا کر خدا اور فرشتوں
کی بات چیت کا سنتا اور ان پر تیری توڑ کر مارے جانا وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ اس قسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہیں
جن سے یہ ثابت ہو سکو کہ خدا زمین پر بھی ہے (بقرہ - ۲۵۵)

اے کہ آگاہ نہ عالم درویشاں را

تو چہ دانی کہ چہ سودای سرت ایشاں را

مسلمان

قرآن شریف میں خدا کے احاطہ قدرت کے متعلق صاف لفظوں میں کئی ایک جگہ
ارشاد ہے۔ غور سے سنو!

مَا يَلْفُظُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا لَهُ أَتَاذٌ لَهُمْ وَلَا يَشْعُرُونَ إِلَّا هُوَ سَاطِعُ فِي السَّمَاءِ
مِنْ ذَٰلِكَ لَا تَأْتِيهِ الْغُتُوبُ وَلَا يَأْتِيهِ الْهَوْلُ إِلَّا فَاذًا لَهُمْ أَتَىٰ كَانُوا رَاسِمًا

میں نے جہاں کہیں تین آدمی ہوں تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں تو چھ خدا ہوتا
ہے۔ اس سے کم ہوں یا زیادہ وہ ٹٹن کے ساتھ ہوتا ہی جہاں کہیں ہی ہوں
اُن کی کرسی کی بابت باوجود جس آیت کا حوالہ اخیر کتاب میں دیا ہو وہ یہ ہے
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اس میں کرسی کا لفظ آیا ہے۔ جسکی تحقیق ہوتے ہی اُٹ کر مٹے حل ہو جائینگے۔ کرسی
کے مٹنے کا سوساں یہ کہو میں کہ ہوا السریہ العلیٰ یعنی تخت اور علیہ علیہ کا مطلب ہے صاف
ہے البتہ تخت سے مراد حکومت ہے چنانچہ شاہ دہلی نے صاحبِ محدث دہلوی نے جو سلطان
دہلی میں بلکل ہندوستان میں ایک بڑے پڑے کے مستند عالم گندھار سے لکھتے ہوئے
کا میں ترجمہ کیا ہے :-

یہ اگر فہم مست بادشاہی او آسمانہا وزمین را کہ

یعنی بشر کے ملک عراق پر قبضہ کر لیا اور حکومت کا سکہ چھایا۔ ایک اور شاعر کہتا ہے:

فلما علمنا واستوينا عليه

جعلناهم صغرى النسر وعلاء

یعنی جب ہم نے غالب ہو کر اور اپنے قبضہ تمام کیا۔ تو ان کو ایسا بنا کر کہ جالوں کی طرح چلنا پانا

خود بخود چلے جاتے ہیں (جو لغت عرب میں بی نظیر اور مختصر کتاب ہے) موجود ہے استونی

استونی و ظہر یعنی استونی کے معنی قبضہ کرنے اور غالب آنے کے ہیں پھر ان پر دہشت

نقل کیا ہے جو پہلے لکھا ہے۔ ایسا ہی اور لغت عرب کی کتاب بلبل لسان العرب

صراح۔ تاج العروس۔ جاسوس۔ قاموس وغیرہ میں لکھا ہے۔

پس اب سنو! آیت کو سنئے یہ میں کہ یہ تمہارا پروردگار اور قابل عبادت وہ ہے جس

نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کو عرصہ میں مکمل کر دیا۔ پھر ان تعلیم و معبودات پر قابض

اور شرف پورا وہ تمہارا پروردگار رات دن کی تبدیلی کرتا ہے (رات دن) ایک دوسری

کے پیچھے گریا تلاش میں لگو ہو رہے ہیں اسی نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور تمام تاروں

اسی کو حکم سے مسخر اور قابو میں سنو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ جو تمام

جہاں کو پروردگار ہو بڑا ہی بڑک والا ہے۔

اب سنئے! اس آیت کی علمائے مفسرین نے کیا تفسیر کی ہے تاکہ آپ یا آپ کا کوئی پیغمبر

یہ نہ سمجھے کہ پہلے جو معنی آیت آیت کے لکھو ہیں۔ آریہ سلج کے امر انہوں کے

دیکھ لکھے ہیں۔

امام بیہقی جو چوتھی پانچویں صدی ہجری میں طبرستان کے محدث گندی ہیں

کی تفسیر و تہلیل نہیں کرتے۔

نہایت تحقیق میں تو دونوں کا مطلب ایک ہی ہے غاک در اتم جو کہ مدثرین اور المہدث کا قدم

ہے۔ یہی اسکے مشککین کے احسانات کا ہی معترف۔ لہذا جتنا ہیں کہ ان دونوں کے مابین

اور اسلام کے سچے فداؤں میں ان میں نہ ہی اسلئے اس غلط فہمی کو رفع کر کے دوسرے

میں یہ توح سالہ ایات مشابہات لکھا ہے جو صحیح کر شائع ہو چکا ہے۔

وفيما كتب الى الاستاذ ابو منصور بن
الى ائوب ان كثيرا من متاخرى ائوب
ذو الالى استواء هو القهر و
الغلبة ومتناه ازاله من غلب العرش
وقهره فالدلة الاخبار عن قهره ملكه
والله القهر والى استواء معنى القهر
والغلبة متاخرى اللغة كما ان الله استود
فلان على الناحية اذا غلب اهلها وقال
التاخر

استوى بشر عن العراق

من غير سبب ودم ملوك

كثيرا في استواء والصفات (۱۹)

اپنی کتاب میں لکھا ہے ان الصفات میں انہو سابق
آیت د ابو منصور کا قول نقل کیا ہے کہ بہت سے
متاخرین کہتے ہیں کہ استواء کے معنی حکومت اور
غلبہ کی ہیں۔ آیت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش
کا حاکم ہے اس سے غرض یہ ہے کہ اپنی
مخوفات اور ملکات پر حکومت کی خبر دے اور
استواء کے معنی حکومت اور غلبہ کے عام طور
پر منت میں کہتے ہیں۔ جیسے کوئی زمین کی
کسی حصہ پر قبضہ کر لے۔ تو کہتے ہیں کہ استوی
فلان علی الناحية یعنی فلان شخص حصہ زمین
پر قابض ہو گیا۔ پھر یہی شعر نقل کیا ہے
جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

تمام ماضی نے کئی ایک ور قول میں اس پر بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ اس آیت کے
مراد انتظام حکومت و سلطنت ہو فقال کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد نفاذ حکم ہو۔ پھر
اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ قول باطل ٹھیک اور بلاشبہ درست اور راست ہو۔ امام
غزالی نے احیاء العلوم میں یہی معنی کئے ہیں اور شعر اول کو سداً نقل کیا ہے (دیکھو
جلد اول قواعد العقائد بیضاوی کے حاشیہ میں شیخ زادہ نے بڑی مفصل تقریر لکھی ہے جو کثیر
یہاں بھی نقل کی جاتی ہے۔

في تاويل الآية قولان للخصان اشارة لخصف البها ليقول استوى امر واستوى
ای استقر وجرى حيث شاء وكما يشاء وتوضيح الاول ما ذكره القفال
وهو ان العرش في كلامهم هو السرير الذي يجلس عليه الملوك ثم جعل العرش
سمائة عن نفس الملك يقال فلان عرشه ای انتقض ملكا وفسد اذا استقام
لملك والطرد امرة وحكمة قالوا استوى على عرشه وبسطه على سريرته كما هو

نظیر قولہم للرجل الطویل فلان طویل التجاد وللرجل الذی تكثر افضیاءه
 كثيرا الریاء وليس المراد بثل هذا الا لفاظ ظاهراً معناه حاداً ما المراد بترتیب
 المقصود علی سبیل الکناية فکذا فی الآیة المراد من الاستواء علی العرش
 نفاد القدرة فی مصنوعات علی حسب ارادته ومشیتہ وجریان امره و
 تدبیره فیها ثم لما تدرک عالم الملک عمداً الی تدبیره کما فی الجالس علی عرشه
 لتدبیر المملکة فدبر الامر من السماء الی الارض بقویک الافلاک وتیسیر
 الذکرائب وتکویر الیالی والایام فحصل الآیة ان تعالیٰ اخبر ان خالق
 السموات کما امراد وشاء ومن غیر منازع وملازم ثم اخبر ان ابن رخصتها
 استوی علی الملک والقصر کیف شاء ویدل علی صفة هذا التادیل ان تعالیٰ
 قال فی سورة یونس ان یرکب الله الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام
 ثم استوی علی العرش یدبر الامر فان قوله یدبر الامر جری مجزئ التفسیر لقوله
 استوی علی العرش ینحی الیل الیها یرطلب حیثما آلیة ولهذا یدل علی
 ان قوله ثم استوی علی العرش اشارة الی ما ذکرناه فان قیل اذا حلیم قوله تعالیٰ
 ثم استوی علی ان المراد استوی علی الملک وجب ان یقال ثم ین الله تعالیٰ مستویاً
 علی الملک قبل خلق السموات والارض ایسیه بانه تعالیٰ کان یخلق العالم قادراً
 علی تخلیقهم وتکویرهم لا انه کان مکنزاً من محض الیها با هیانها فیضلاً عن ان
 ینزل ویرا ومتصرفاً فیها لکن التصرف فی الشئ اما یناقی بعد التکوین فاستواء
 تعالیٰ علی العرش وظهور تصرف فی هذه الاشیاء انما ینکون بعد خلقها

(شیرازہ - جلد دوم حاشیہ)

مضاوی

جس کا خلاصہ ترجمہ ہے کہ یہ آیت ایک متیل ہو جیسے بادشاہ حکمران ہوتا ہے۔ تو
 یوں کہا کہ تو ہیں کہ بادشاہ تخت نشین ہوا۔ اسی طرح ملک کے استواء علی العرش سے مراد

اس کے احکام کی تنقید ہے مخلوقات میں۔ چنانچہ دوسری آیتوں سے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ پھر اس شبہ کا جواب دیا ہے۔ جو ان معنی پر کیا جاتا ہے اگر بعد پیکر کرنے کے خدا نے حکمرانی اور تنفیذ احکام کی تو کیا پہلے وہ حاکم نہ تھا۔ اس کے احکام پہلو جاسی ہو اس کا جواب دینے پر کہ تنفیذ احکام تو مخلوق کے پیکر کرنے کے بعد ہوتا ہے جب مخلوق ہی نہ تھی۔ تو مگر کہہ سکتا ہے تو مخلوق کی پیکر کرنے سے پہلے وہ پیدا کرنے پر قادر تھا نہ کہ اپنے حاکم اور نفاذ احکام تھا کوئی شخص دنیا کی پیداوار نہیں اور اہمیت کو سمجھ کر کہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ خدا دنیا پر انزل سے حاکم ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں کہ دنیا بھی ازل سے ہے جو بجز دہریوں کے کہہ لی نہ کہیگا۔ اس بحث کے متعلق ہمارا رسالہ حدوث و نیا قال ملاحظہ ہو۔

شیخ الاسلام ابن الدین مصری نے (جو چھٹی صدی ہجری میں شاہید علماء مصر سے گزری ہیں جن کے اقوال امام سیوطی بھی تفسیر القرآن میں لاتا ہیں) اپنی کتاب الاشراۃ استوارہ و هو بجاہ عن استیلاہ علی ملکوتہ تالیف ایاہ کما قال الشاعر قد استوی البشر علی العزاق۔ بن غنیہ سیف دم بھراق + وہو بجاہ التمثیل فان اللیلۃ یلدہ من ملکہم ان یجلو علی اہلہم ۛ

شرح مواقف میں ہے کہ اکثر علماء نے استوارہ سے مراد غلبہ قدرت علیہ ہے۔ پھر وہی معنی شعر عربی کے سنہ انقل کے ہیں

لما وصف لنا بالاستواء قولہ الرحمن جل العرش استواء مختلف الاصحاب فیہ فقال الاکفرون هو الاستیلاہ ولعن الاستواء حیث یذیل فی صفۃ اللہ عز وجل قال الشاعر۔ (جل ثنا لک مصری)

جو ہم پہلے لکھ آچے ہیں

پس آیت استوی علی العرش میں کہ تحقیق یہ ہے۔ جو حسب ضرورت مفصل اور طویل ہو گئی ہے

قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کا عرش کو اٹھانا یہی ایک غلت اور عیلات ہے

کا بیان ہے (دیکھو تفسیر کبیر)

جبرائیل کا خدا کی طرف سے نازل ہونا بھی ان معنی سے ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کا خدا کی طرف سے آنا یا دیدوں کا پریشور کی طرف سے نازل ہونا (دیکھو ستیارتھ ۱۷۷ ص ۶۷۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جلنے سے ہی مراد جو کوہ محفوظ جگہ جابخیجے۔ اس سے بھی خدا کا محدود المسکان ہو گیا جو کفر لازم آیا؛ ہاں یاد آیا شاید آپ عیسا ئیوں سے خطاب کر رہی ہیں۔ جن کی کتابوں میں لکھا ہو کہ مسیح خدا کو دہنی ہاتھ جابھیجا۔ پس اگر یہ مراد ہی تو اس سوال کا جواب پوچھو میں ہم ہی آپ کو ساتھ شریک ہیں عیسا ئیو! کہاں ہو؟ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا آسمانوں کی سیر کرنا ہی ایسی لئے تھا۔ جو خود قرآن شریف نے بتلایا ہے **لَیْسَ لَہٗ کُنْ اِلٰہَ اِلٰہَ اٰیٰتِہٖ** یعنی تاکہ ہم (خدا) ان کو اپنی قدرت کے نشان دکھا دیں۔ جو زمین پر نہ دیکھ سکتے تھو۔ مگر کیسا ظالم اور سہکش ہے۔ جو مشکل کے خلاف نشانا میل کرتا ہو (دیکھو ستیارتھ صفحہ ۷۷۷)

شیطانوں کا فرشتوں کی گفتگو اور کلام کو مستنا بھی ان کو ایک روحانی تعلق پر متغیر ہو کر اس سے بھی خدا کا محدود المسکان سمجھنا معدوم العقل کا کام ہے۔ ہاں یاد آیا کہ ہم اور ہمارا قرآن خدا کو زمین پر ان معنی سے نہیں مانتی جن معنی سے آریہ سلج مانتا ہے۔ پس خود سے سنو! سوامی دیانند ایک بڑی مضبوط دلیل جو پریشور کا آثار نہ لینا ثابت کرتے ہیں فرمادے ہیں:-

شاگرد کوئی شخص اس لائیتا اکاش (جریا آسمان) کو کچھ کہہ کر حل میں سما گیا یا سطحی پر رکھ دیا گیا تو ایسا قول کبھی سچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پریشور غیر تنہا ہی اور مدعی کل ہونے کے بعد جو اس کا انجمن ثابت نہیں ہو سکتا۔ کسی کو جانا اور آنا اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں وہ ہو سکا پریشور (مورت کے) درج میں نہیں تھا۔ کہ کہیں سے کھڑا اور کیلہا پر نہیں تھا۔ ہندو سے نکلا رہا اسٹی پریشور کا جانا انا جیم لینا مرزا بھارت ثابت نہیں ہو سکتا (ستارتھ ۱۷۷ ص ۷۷۷) سما جیمو! سچ ہے کہ پریشور دنیا کے اجسام میں ایسا سراسر لکھو موی ہو جسے بنی

میں گناہ؟ اگر ہی ہو تو کس منہ میں وہ انیتوں (جہہ اوستیل) کا تذکرہ کیا کرتا ہے؟
 قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا شرکوں سے بیزار ہو۔ شرک ناپاک
 ہے۔ مگر خدا نے ہی سب سے پہلے شرک کی تعلیم فرشتوں کو
 دی کہ آدم کو سجدہ کرو اور جب ایک فرشتے نے شرک کرنے سے انکار کیا تو اسکو ملعون کر دیا
 اب ہر ایک کو ملے شیطان کو یاد کرو۔ شرک کرنے بھولا خدا یا شیطان؟ (بقیہ - ۳۴)

مسئلہ یہ پرانی شیطانی حالت ہے۔ جو آریہ سماج نے اپنی ذمہ لی ہوئی
 ہے مگر صد آفریں کہ ہزار بار جواب پا کر بھی اپنی ٹیوٹی سے غافل
 نہیں۔ سید محمد نیک کرائس نالائق کی حالت کئی ہی جانیں سنو جس آیت پر یہ سوال ہے
 اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَإِذَا قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ
 یعنی خدایا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے کیا مگر
 ابلیس نے انکار کیا اور تمکبر کیا اور کافر بن گیا

اب اس آیت میں امر تقیہ طلب تین ہیں ایک یہ کہ سجدہ کے یہاں کیا معنی ہیں؟
 دوم سجدہ کیوں کرایا؟ سوئم ابلیس نے شیطان نے سجدہ سے انکار کیوں کیا؟
 امر اول یعنی سجدہ کی بابت تو تحقیق یہ ہو کہ یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہ تھا۔ بلکہ معمولی آداب
 دنیا زنتا۔ جیسا کہ عمرؓ ادا کیا یا ماتحت اعلیٰ افسروں سے کیا کرتے ہیں۔ اسکا ثبوت کچھ مشکل
 نہیں بشرطیکہ اصول سرخودہ نمبر ۶۔ اور دیباچہ ستیا رہتہ پرکاش صفحہ ۷ کو ملحوظ رکھ کر دہی سنی
 صحیح سمجھے جائیں جو مسئلہ کی مراد ہیں۔

پس سنئے! قرآن شریف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں فرماتا ہے کہ خدا کو سوا کسی
 ایسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ جو نہ کچھ پیدا کر سکے نہ تمہیں نفع یا نقصان دے سکے۔ سنو!
 قرآن سترہ لفظ شرکوں کی حکمت کن لفظوں میں کرتا ہے۔

وَلَا تُشْرِكُوا بِدِينِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا
 وَلَئِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَا يَشَاءُ أَنْ يَخْلُقَ وَلَا يَلْتَمِسُ إِلَهُ لَّهُ

”یعنی مشرکوں کی غلطی دیکھو کہ اللہ کے سوا ایسے لوگوں کی عبادت گناہ میں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتی بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اُن کو تو اپنی نفس سے منہ پریشان کر اور نفع حاصل کر لیا بھی اختیار نہیں دے سکتی موت اور زندگی اور نہ موت سے بعد اٹھنا ان کا اختیار میں ہی اور سنو! لَئِنْ كُنْتُمْ حَرَفَ دُونَ اللَّهِ لَا يُشْرِكُ لَكُمْ وَلَا يَنْفَعُكُمْ فَإِنْ كُنْتُمْ تَرَاءُونَ فَإِذَا لَكُمْ مِنَ الظَّالِمِينَ۔“

یعنی خدا کے سوا کسی ایسی چیز سے دعائے مانگو یعنی اُس کی عبادت مت کرو۔ جو نہ تمکو ضرر دے نہ نفع۔ پس اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو پھر تم بھی ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

اور سُنئے! قرآن شریف کے شروع ہی میں کہ آپ کو ملیگا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ وَإِنَّا لَنُكَفِّرُ عَنْ

”یعنی اے ہمارے مولا! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتی ہیں۔“

ان آیات کو دیکھو کہ قرآن شریف کیسے صاف اور صریح لفظوں میں غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتا ہے۔ پہر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آدم کے لئے سجدہ عبادت کا حکم دی؟ پس اصول موضوعہ نمبر ۱۔ (وزدیا چہ ستیارتہ مٹ سامنو رکبو۔ تو معنہ وہ ہوگا۔ کہ سجدے کے معنی یہی ہیں جو کچھ وہ میں مسکاؤں گے کہیں۔ پس سنو!

”جو محیط کل پریشور جو عالموں کے باطن میں جلوہ گر ہو اس محبت کل کو نکام ہو۔ اور جو عالموں سے اس بہیم کا عالم حاصل کر کو باہم کا درجہ پاتا ہو۔ یعنی جس پر الیشور الیا مہر مان ہوتا ہے جیسو باپ کو بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ اس پر ہم یعنی بہیم کی عبارت کرنے والے کو پہنچ سکا۔

ہوگا (موجودہ۔ ادبیات کے ۲۱ نمبر ۲)

پس طرح سے اس منتر میں عالموں کی خدمت میں غنیمت کا یعنی تعظیم و تکریم یا اسلام و نیاز کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح اُمتِ مرقومہ میں آدم کو سجدہ کر لیا حکم ہے بنا اور وجہ بھی یہی ہے جو اس منتر میں ہے یعنی علم کیونکہ اس حکم سے پہلے صاف لفظوں میں لکھ کر ہو۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

یعنی آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائی۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان کو

کہا کہ اگر تم سچے ہو۔ تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ؟

اس آیت میں جو صاف اور میرے لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو۔ تو بتلاؤ، اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے علم کلی کا وعدہ ہی کیا تھا۔ اس لئے ان کی تکذیب کرنے کو مند لئے حضرت آدم کو تمام علوم سکھا کر فرشتوں سے بغض اظہار ان کی عاجزی کے استفسار فرمایا۔ تاکہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنی عاجزی کا اقرار کریں چنانچہ انہوں نے خود ہی اقرار کیا۔ کہ:-

مَلَاٰکِیْہٖمَ اٰتٰوْا کَ مَا عَلَّمْنَا

یعنی اے خداوند ہمیں تو اسی قدر علم ہے۔ جتنا حضور نے ہمیں سکھایا ہے۔ اُس سوزاؤ نہیں سب چیزوں کو حضور کا علم ہی حاوی ہے بیشک ہم بے علم ہیں، اس آیت پر مجاہد کے بعد جب دستور چونکہ آدم علیہ السلام نے سب چیزوں کے نام اور باتیں بتلا دی تھیں۔ اس لئے وہ اس بات کے مستحق ہوئے کہ فرشتے ان کو سلام و نیا زیا حجاب رویدہ نمسک کر کے خیر خواہ کیا گیا۔ پھر امر کہ شیطان نے سجدہ نہ کیا رکھیں کیا۔ اسکا بیان ہی خود قرآن شریف سے ملتا ہے۔ بلفصلہ تھائے قرآن شریف لہذا مضمون خود بتلاتا ہے اور پیراں نئے پند و مریدیں ہے پرانند کی طرح مستعدوں کا منہ نہیں تاکتا۔ کہ کب سے ایسی باتیں دیا کریں۔ تو انکی کے سننے آگ کے چوڑ کر خدا کے بتلا دیں بہر حال سنو! قرآن شریف خود اپنی تفسیر کرتا ہے۔ کہ شیطان لئے کیوں سجدہ سے انکار کیا اس لئے صلیف لفظوں میں کہا تھا۔ کہ

اِنَّا خَلَقْنٰہُ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْنٰہُ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْنٰہُ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْنٰہُ مِنْ نَّارٍ

یعنی میں پہلا کیونکر اسے سجدہ یا نمسکار کروں حالانکہ میں اس سے عمدہ اور بہتر ہوں۔ میری پیدائش آگ سے ہے اور اس کی پیدائش مٹی سے ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدم کو حکم ہوتا کہ شیطان کو سجدہ اور نمسکار کر تو شیطان بڑی خوشی سے اس سجدہ کو قبول کرتا۔ بس یہی وجہ اس کے انکار کی ہوئی کہ اس نے اس سجدہ کا مستحق نام نہ نہ مانا۔ کسوں نہ جانا؟ اس لئے کہ اپنی آپ کو اس سے اچھا جانتا تھا۔

کہ توحید کے اثر سے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ اسلام دنیا ز توحید کو خلاف نہیں بلکہ وید میں ہی اس غنہ سکا د کا حکم ہے (جو اُس کا قدیمی مذہب تھا۔ کیونکہ وید تو قدیم ہی ہیں؟ چیرن)۔
پس شیطان کے حامیوں کو اس بیان سے عبرت حاصل کرنی چاہیو۔ کہ جس صورت میں انکا موکل ایک امر کی نسبت خود بیان دو چکا ہے۔ تو انکا اس کا خلاف نہ دنیا کیونکہ صحیح ہوگا۔ پس اگر اصول ہو ضرور غلط ہے۔ اور دیا چہ ستیا رتھ کا ضمیر صحیح اور (جو بیشک صحیح ہے) تو کچھ شک نہیں کہ آریوں کا تار و پود بالکل تاریک و کمبخت ہے۔ جو نہایت ہی مختصر یہ کہ آیت میں نہ تو شرک کی تعلیم ہے نہ توحید کو خلاف ہو بلکہ صرف دیانتداری اور ان کے دام آقا دوں کی سمجھ کا بھیجہ ہے۔

سکھنن حائب قولاً صحیحاً

افتلہ من الفم السقیم

سُنئے! شرک کی تعلیم ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ مگر تعلیم سے پہلے مشرکوں کو دینا اگنی (آگ) کی ماہیت اور پوری توفیق کا بتا دینا بھی ضروری ہو۔ تاکہ کسی کج فہم کو مجال اُسکا نہ ہو۔
سُنئے! اور ہوش سے سُنئے!

یہی انسان کے اندر ہونے سے پیدا کیا گیا ہے تاکہ صبح سے لے۔ جو دودھ دینے والی کاٹو
کھلج چلی آہی ہے۔ جس طرح جھان درخت پانی شاخوں کو بلندی کی طرف نکالتے ہیں
اسی طرح اگنی کے شعلے آسمان کے گہنڈ کی طرف چل رہی ہیں۔

(سام وید فصل اول چھانڈ ۳ منقول)

اور سُنئے!

یہ روشن دیتا۔ قلم کہ تباہ کرتے والا۔ مسخ نہی دہری والا۔ اپنی زرہ کیساتھ خوب
عظیم الشان ہے۔ (صنات ۱)

وہ دونوں منتروں سے اگنی کی ماہیت تو معلوم ہو چکی۔ کہ وہ اک الہی چیز ہی ہے۔ مگر
سے پیدا ہوتی ہے۔ نوکدار ہو۔ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔

ماہیت سے وہی صحیح معنی پر اعتراض کو تو ہیں۔ جسکی وجہ اُن کی سمجھ کی کمزوری ہے۔ نہ

آپ سنیو! مشرکانہ تعظیم الگنی کی بابت کیا ہے۔

”ہم الگنی کو بطور تاسد کے لینا کدیں۔ وہ اس مقدس ریم کا پڑھنا منظم ہے۔ وہ الیاہوت ہے کہ جس کے پاس کل دولت جمع ہے“ (سام وید۔ فصل ۱۔ پرپیاہنگ اول منتر)۔
 ”اے الگنی دیوتا لوگ نہایت اوب سے طاقت کو واسطے تیری بیج سرالی کدیں۔

تو دشمن کو خطروں سے تکلیف دے“ (پرپیاہنگ ۲ منتر)

”میں یہاں مشہور اتحاد کے واسطے الگنی کی پاتا ہوں۔ اس کو جو کہ تمہیں خوش قسمتی دیتا ہے۔ اور ہماری مقدس رسموں میں آتا ہو“

(پرپیاہنگ ۳ منتر)

”اے الگنی تو اپنی لوکار شمع سے ہر خونخوار اور بہاک دشمن کو پا مال کرے۔ کاش الیاہوت کہ الگنی لوکار بہاوی لئے دولت جیتو“ (یعنی جنگ میں اپنی تیزی اور حرارت سے دشمنوں کو قتل کرے) (منتر ۲)

”یہ الگنی مالک ہے خوش قسمتی۔ بہادری۔ دولت۔ شہر کیف۔ اولاد۔ اور گاؤں کو بیشمار تعداد کا وہ دیوتا ہو۔ دشمن سے لڑنے والا“ (فصل دوم۔ پرپیاہنگ ۲ منتر)

”اے الگنی میں تیرا سچا بندہ بہت سی تدریجوں کے ساتھ“

(باب دوم۔ فصل اول۔ پرپیاہنگ ۱ منتر)

”اے الگنی تو ہون کے کام میں بڑا ہنر رکھتا ہو۔ پس اے الگنی تو دیوتاؤں کو اس پرپیاہنگ مار دے کہ پاس لا۔ جو کہ خوشی خوشی تیری عبادت کر لے۔ تیری شوکت ہماری دشمنوں کو دور کھینکتی ہو“ (منتر ۵)

”اے الگنی جس کسی کا ایلہ مدارقت تجھ کو پسند نہ تھا ہو۔ وہ تیری مدد سے اس پرپیاہنگ کر لیتا ہے۔ جو اس کیلئے بہادر فرزند لاتی ہے اور بڑی بڑی کام کرتی ہے“

(پرپیاہنگ ۲ منتر)

”اے الگنی تو پہلے پاس ہر دشمن اور شوکت لا۔ جو ہماری گھروں کے ہر لالچی دشمن اور لوگوں کے بغض آئیر غصے پر غالب ہو (منہ)

عصم بیان قرآن شریف کا تو یہ ہے۔

مَا كُنَّا مَعَهُ مِنْ حَتَّىٰ نُنْفِثَ رُسُودًا (سورہ ابراہیم ۱۸)

یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم کسی قوم پر ملک کو غلبہ نہیں کیا کرتے۔ جب تک رسول بھیجیں گے اور بھیجیں رسول کسی یا اُس کی تعلیم کے جب وہ مخالفت کرتے ہیں۔ تو مذاب نازل ہوتا ہے پس آپ کے وہ حضور نہ تھے اور نہ گیتاؤں آریہ جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ نہ پہنچی تھی۔ کیسے طرح ہلاکت کے مستوجب نہیں۔

خصوص بیان قرآن شریف کا خاص حضرت نوح علیہ السلام کو قصتی و متعلق ہیں جس میں صاف ارشاد ہے کہ۔

قَوْمُ نُوحٍ لَّئِنْ لَمْ يَدْعُوا إِلَىٰ السَّلَاسِلِ أَغْرَقْنَا هُمْ وَجَعَلْنَا لَهُمُ الْبَاسَ اِنْ هُمْ

یعنی نوح کی قوم نے جب نوح کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کیا اور ان کو اور لوگوں کیلئے عبرت کا نشانہ بنایا۔ کہ وہ بھی سکر عبرت پہنچیں۔

کہیے! ابابو صاحب! بیگینا ہوں کہ غرق کیا یا اونہی کو جو بیدار تعلیم کو مطابق ہی کچھ رہندہ رہندہ بننے کے قابل تھے۔ میں شکایت تو نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ فرما قرآن شریف کے سمجھنے میں کوئی وقت نہیں لگایا۔ سرسبز کا انگریزی یا معنی لغت جمیو دیکھو اور غیر تحقیقین مباحثوں اور لیکچروں کو لیکچر سکر قرآن شریف کے سرحد پڑو۔ جو ایک محقق کی شان سے بہت بعید ہو سکر آپ بھی کیا کریں آپ کو معذرت ہاپ دیمنہ جی کی بھی یہی عادت ہے پس سچ آئیہ استدلال گفت جہاں میگوئی

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اکثر لوگوں کو دلوں پر دھڑکادی اور

سگ بھران کو کھیلنے کے لٹونی بھیجنا۔ ہر حالت ہو اور جب اس نے خود ہی کا لوان پر دھڑکادی تو غلبہ ہٹان کو کہیں؛ یا یہ کہ خدا خود معونہ میں پڑی۔ یا جو اس قسم کی مٹا سنی بناتا ہو۔ انوس صدھوس بلو ہٹا ہٹ کہاں؟

مسلمان

جس سے کوئی ادا ان کی بدنامی ہو جب
کسی طرح سے ٹوٹ جائے وہ لڑکا

افسوس! بابو صاحب! عجیب آپ کے حال پر پڑا ہی ترس آتا ہی تحقیق یہی حرات ہے
کہ ایسا ایسی کتاب کا زرد لپکنے بیٹھے کہ جس کے فضائی اس وقت کروڑوں دنیا میں آ رہے ہیں
جن میں ہر قسم کے لوگ عالم شافل منطقی۔ فلاسفر۔ حکیم۔ طبیب۔ ہیئت کے استاد
ریاضی کے سوچے و خیروغیرہ ہیں۔ مزید بہانے افسوس کہ اپنی روحانی باپ سوامی پند
جی کا قول ہی بھٹل گئے کہ ۱۔

”جو غیب مدعو نہ ہوں کہ جن کے ہمارے کروڑوں آدمی متفق ہیں مجھ بھلا دو اور اپنی

کو سچا ظاہر کر اس سے بڑھ کر چھوٹا اعتدال کون ہو سکتا ہے؟“ (ستیا سدا ۱۹۳۵ء)

آب میں آپ کو اصول موضوعہ نمبر اول کی طرف توجہ دلا کر سفارش کرتا ہوں کہ نمبر ۲۔ اور
نمبر ۳۔ اور نمبر ۴ کو ملاحظہ کریں۔

نیپول کا بھیجنا بھی انہی اسباب کے ایک سبب ہے۔ جو خداؤں میں سلسلہ اسباب بند کھا
ہے چاہے کوئی اُس کا ماب ہو یا اپنی نادانی سے نہ ہو

باراں کہ در لائق طبعش خدائیت + در بلخ لالہ رود و در شور و در خم

آریہ

قرآن شریف کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کو ماں کیسی سفارش منظور نہیں
ہوتی۔ مگر پھر فوراً کہہ دیا کہ ماں بچوں کی سفارش خدا منظور

کر لیا۔ مجھلا سفارش اور محکمہ کا کیا تعلق؟ قرآنی خدا ایک مطلق العنان بادشاہ ہے کہ جسکو
ساموقیدی لائی جاتی ہیں وزیر سفارش کر رہی۔ کاکت دیگر امور اس سلطنت میں انجام دی
رہی ہیں اور خاصہ اور سنگ زبیری دبار لگا ہوا ہے (رقمہ ۲۵۵)

افضل موضوعہ نمبر ۷۔ اور دیا چھ ستارہ پیکاش صفوہ کو بیکہ لیتی

مسلمان

تو کہی یہ سوال منہ پر نہ لائے قرآن شریف جب اپنا مطلب خود

بلا لکھے۔ تو آپ کے حاشیہ چڑھانے کی حاجت ہی کیا ہے؟ سنئے!

لَا يَتَخَلَّفُونَ عَنْ آيَاتِهِ مِنْ آيَاتِهِ لَكَ الْخَلْفُ فَالْخَلْفُ

یعنی دربار رب العالمین میں کوئی چوڑ نہیں کر سکتا۔ لیکن جس کو عرض کر نیکی اجازت ملے
اور وہ بات بھی درست کہو " یعنی کسی مشرک۔ اگنی پرست۔ مسیح پرست۔ صلیب پرست
جنت پرست۔ قبر پرست وغیرہ کی سفارش نہ کرو سفارش ہی اپنی گناہوں پر ہوگی۔ جہاں جانی
ہوگی۔ ماس یا داکیا کہ پر مشورہ کی سلطنت تو اتنی بڑی ہے کہ

”یعنی تیس ویں اس پر تاس کے تقسیم کئے ہوئے انسان کو پورا کر رہے ہیں اور اب وہ ایک تاس ۱۱۔

۲۳ - انوکھ منتر ۴۴

کسی بڑے صاحبِ کرامت کا سوا بار ہوگا! انہیں نہیں ہمارے شاہِ انگلستان کا سا! آہ
 سُبْحَانَ اللَّهِ حَتَّىٰ قَلَّ لَوْنُهَا (کہ خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کرتی)

ہواشہ جی! ہر ایک جرم پرستارِش قبول نہوگی اور یہ ہر ایک مجرم کے حق میں ہوگی بلکہ خاص اُن لوگوں کے حق میں ہوگی۔ جن کا اخلاص اور دلی محبت خدا تعالیٰ کی خجابت میں ثابت ہوگی مگر کسی نفسانی خواہش سے گناہ میں مبتلا ہو کر بلوہ مرگئی ہو گلو جو کلتا پتو بھی اس بیان میں کوئی دلیل عقلی ایسی نہیں لکھی۔ جس سے ستارِش کا ہونا محال ثابت ہو۔ اس لئے ہم بھی سب سے درست اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

اں ہم یہ ہی آپ کو بتلاؤ دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں بعض فرقے ہیں۔ جو
شعاعت سے ہاکھل منکر ہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ اگر یہ شفاعت کے مسئلہ ایک مرتبہ اسلام
کا سبب ٹھوڑے۔ تو آپ کو مسلمان رہ کر ہی ان فرقوں میں جگہ مل جانے کی گنجائش ہی چل
عالیہ کی اجی نہیں ہے۔

کون کہتا ہے؟ کہ ہم تم میں جدائی ہوگی؟ یہ اعلیٰ کسبی شمن نے اعلیٰ ہوگی!

قرآن کی یہ تعلیم ہو کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ اور اس میں روح پھونکی۔ یعنی پہلو ایک مٹی کا پتلہ بنا دیا اور پھر اس پر

جہاں ڈالی گئی وہ رُوح کہاں سے آگئی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ خُدا نے اپنی رُوح اُس میں ڈالی تو ماننا پڑے گا کہ خُدا ایسی ہی خاص ذاتِ نسیبہ میں جود ہیں۔ جو اُس کے ایک رُوح میں جو کدو میں رُوح جود نہیں۔ اگر یہ گھومیں کہ خُدا نے خُشتی سے رُوح پیدا کی۔ تو یہ بالکل لغو ہو گیا کیونکہ

نستی سے کئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی۔ نستی نام ہی اس چیز کا ہے۔ کہ جس کا کوئی وجود نہیں
نہیں ہو سکتا۔ بہر وجہ قرآن کا یہ مسئلہ میں تسلیم نہیں کرتا (تجربہ ۲۹-۲۸)

اس نمبر کا اصل جواب ۱۶ نمبر ۱۱ میں آدا ہو چکا ہے۔ اور ہم بتلا آؤ
ہیں۔ کہ اعانت کئی قسم پر ہوتی ہے۔ یہاں بھی اعانت مصنیع
کی صلیح کی طرف ہے۔ زورہ ورق اولٹ کر ملاحظہ کیجئے گا۔

بہی یہ بحث کہ روح کہاں سے پیدا ہوئی؟ سب سے سوال قرآن شریف پر نہیں
کیونکہ قرآن شریف نے روح کی پیدائش کا یہاں پر ذکر نہیں کیا۔ البتہ ہم دلائل عقلیہ سے بتا
تو یقیناً جانتے ہیں۔ کہ اگر روح مخلوق نہوتی۔ تو خداوند تعالیٰ جو ہر اشیاء میں منفی نیکو کاری کا
رحیم ہے ممکن نہ تھا۔ کہ ان پر حکومت کرتا۔ پہلا اگر روح اسکی مخلوق نہیں۔ تو وہ ان پر حکومت
کا کیا حق رکھتا ہے۔ کہ ان کو دباؤ بیٹھا ہے۔ کہ ان کو نہیں چھوڑ دیتا۔ کیا
روح بغیر اس کی مدد اور مہار کی جی نہیں سکتی؟ کیا اگر وہ اس کو اپنی پناہ میں نہ لے
تو یہ فنا ہو جائے گی؟ پھر بغیر پیداکرنے کے اس کو حکومت کا کیا حق ہے؟
بعض سادہ لوح آدمیوں سے سنا کہ ہم جو اپنی گھوڑوں۔ بیل۔ گدے وغیرہ پر حکومت کرتے
ہیں۔ تو کیا یہ ہماری پیدائش ہیں؟

ہاں صاحب! حکومت کے کئی اسباب ہیں یا تو زرخیز ہوں۔ یا زرخیز کی اولاد
یا کسی نے بیج کی جو۔ یا خیرات میں دی ہو۔ یا کسی صورت اعلیٰ سے وراثت میں ملے ہو۔
اور اگر مختصر لوجھو۔ تو ان سب اقسام ملکیت کا مار ایک ہی بات پر ہے کہ اس چیز کو خالق
نے ہمیں اسکی حکومت کا اختیار دیا رکھا ہے پس بتلایو کہ خدا کو کس اختیار حکومت دیا
ہے اسکو سو اکون روحوں کا خالق جو جس نے اسے کہہ رکھا ہے کہ تم ان پر حکومت کرو۔

اور سنئے! پہلا اگر ہم سب بلکہ نیشنل کانگریس کے ایک میمبیر تیار کریں کہ آج تک
تو جو ہمارے ہوا۔ گذشتہ راجدواۃ آئندہ کو آپ ہم سے اپنی حکومت ٹھیک لے کر یا کوئی مستقل
وجہ اس حکومت کی بتلایو۔ تو خالی کیا یقین ہو۔ کہ الیور ٹوٹا اس ممبر کیل کو جو نہایت ہی
مستقل و جرات پر مبنی ہوگا۔ قبول کر لے گا مگر سوال یہ ہے کہ ہر چھوڑ کر دیکر نہ گئے۔ اسکی

رعیت کون ہوگا اور وہ راجہ کس کا؟ بس مجھے تو وہ ایک دیوالہوئی کی طرح جو دوکان برباد کر کے
حیدرآباد سرگردان پھرتا ہو۔ آوارہ پھرتا رہیگا۔ اور ہم آپس میں ایسے مضبوط عہد
وہ پیمان کر لیں گے اور ایک دوسری کو خوب سچا دیں گے کہ یہ

حسینوں سے نہ ملے اور نہ ملے دیں ہمارے دیکھو ہاں ہیں

انہیں ٹو سے رکنو کے سنگنا ناگ کا دیں

اصل پوچھو تو خدا اگر رومیں پیدا نہیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ ہماری سادگی اور
عفت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مگر جب سے ہم نے نیشنل کانگریس کی ممبری اختیار کی ہے
اپنے حقوق سے آگاہ ہو چکے ہیں مقابلہ میں مقبول وجوہات پر چھینکے ورنہ عام پکیشن (جوڑ
پھیلا دیں گے غرض جہاں تک ہو سکے گا۔ کریں گے۔ مگر آزادی کو بغیر نہیں ہینگے

دست از طلب نارم تاکا مہ من برآید + یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

باقی مادہ کا ابطال مفصل دیکھنا ہو۔ تو ہمارا رسالہ حق پر کاش بوجواب ستیا رتھ پر کاش

منہ بڑھلا حفظہ کریں۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ آدم سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔ کہ

صاف معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آدم کی بیوی اس سے کیونکر پیدا کی

گئی۔ آیا آدم میں عورتوں کی طرح بچہ دان یا رحم تھا؟ اور اگر رحم سے پیدا ہوئی۔ تو لفظ
کہاں سے گیا نہ پچھو اس کے ہاں سے نازل ہوا یا کسی فرشتہ آدم کو حمل عظیم بنا؟

دوسری خدا کی کندہ بندی کی دلیل دیکھو کہ جب خدا نے بائبل نازل کی تھی تو
آدم کی بیوی کا نام بتا دیا۔ مگر قرآن میں نام بتاتا ہی نہیں گیا شاید اسلئے کہ جہاں بائبل سے
ادبیت سی باتوں کا حل اہل قرآن کو مل جائیگا وہاں آدم کی بیوی کا نام بھی کجا نیگا کاش
میری بیانیوں کو سچی روشنی ملے (زمرہ ۶)

مسلمان کیا اچھا ہوتا۔ کہ آپ ایسا سال تک کسی محقق علم سے قرآن شریف
پڑھ لیتے۔ سنئے! قرآن شریف نے خود اس حال کا

جواب دیا ہے۔ ایک مقام پر تو تمنا فرمادیا کہ:-

جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لَهَا

جنس کے لئے ہمارے آدم کی جنس سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔ اسی کی جنس سے کوئی پیدا کیا؟ تاکہ اس سے مانوس ہو۔ غیر جنس سے انس اور محبت نہیں ہوتی۔ یہی یہ بحث کہ آدم کی بیوی کی پیدائش کیونکر ہوئی؟ سچ پوچھو تو سطح اگنی و ائیر وغیرہ انسان کی جوڑوں کی ہوتی تھی۔ پس اب تو آپ کا سارا قصہ بانی کی طرح بگاڑا گیا ہے۔ جو صحیح اور سچی بات ہو۔ وہ بائبل سے ہو۔ خواہ وہ کسی سے ہم تعلیم قرآن لینے کو تیار ہیں۔ مگر اس خوشی میں کہیں نیوگ نہ پیش کر دیجو (چیز)

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا نے آدم کو سوا اسکی بیوی کی ہشت

۲۲

میں رکھ دیا کہ خوب کھاؤ پیو۔ مگر اس درخت کو پاس مت جانا۔ گنہگار نہ ہو جاؤ گے۔ ہمیں قرآن سے آثار۔ انکو۔ زمین۔ کیلے وغیرہ درختوں کو نام ملتے ہیں۔ مگر اس ممنوع درخت کا نام کہیں نہیں ملتا۔ اس کیلئے پھر زمین بائبل تلاش کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کی نسبت زیادہ مستند اور زیادہ پہلے کی ہے (تقریباً ۲۵)

۲۳

۲۴

۲۵

۲۶

۲۷

ایک سلسلہ کہانی معلوم ہوتی ہے مگر قرآن میں سلسلہ ہی ندارد ہے۔ بیسیں دفعہ آدم کا قصہ شروع کیا مگر دوا تین باقول کو مٹا دے کے سوا اور کچھ دماغ کے اندر ہی نہیں نکلیگا آخر انسانی دماغ انسانی دماغ ہی رہے (بقیہ - ۳۵)

اس سوال کا خلاصہ تو یہ ہے کہ قرآن شریف ہی آدم کا قصہ مسلسل نہیں ملتا۔ اگر مسلسل ہوتا۔ تو کہتی کہ قرآن شریف محض ایک تاریخی

کتاب ہے الہام کے لئے کیا نسبت؟ یہ ہے کہ

نہ اندر جو مردم بہشت نشینند نہ شاہد ز نام مردم زشت گو

باب صاحب! ہر ایک مصنف اور کتاب کی خوبی یہی ہے کہ وہ اپنی موضوع کو عمدگی سے بتاوی

چاہے اس کا طرز دوسری سے الگ ہو مثلاً دیکھو! آپ کر روحانی باب سوامی دیناند

انجہانی نے قرآن شریف پر اعتراضات کئے۔ تو ان کی یہ صورت ہے کہ بسم اللہ سے

بسم اللہ کے کہے انتہا پر انتہا کی۔ مضامین کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ آپ باوجودیکہ انہی کے

پس بخودہ خود ہیں۔ مگر طرز دنیا اور طریق جدید ہے کہ مضامین کو الگ الگ کر دیا کہیں کی

اینٹ کہیں کا رٹا مارا کر ایک سالہ بنا دیا۔ تو کچھ کوئی اعتراض ہے کہ انہوں نے ایسا کیا

تو آپ نے اسے کیوں کیا؟ نہیں جس پر غور اور مطلب پر کوئی مصنف قلم اٹھاتا ہے وہ اسے

پابند رہتا ہے۔ اور یہی اس کی خوبی ہے۔ سب سے پہلے سے لے کر - لکھتا ہے

اس طرح قرآن شریف اور بائبل کے موضوع الگ الگ ہیں۔ بائبل کی غرض واقعات کا علم

کرنا ہے۔ قرآن کی غرض ان سے نتائج پیدا کرنا عبرت دلانا ہوتا ہے۔ اس کو جتنے

مضمون ہو یہ غرض حاصل ہو سکتا ہے۔ قرآن شریف اسی قدر کو لیکر اپنے اصلی مدد

پر آگاہ کر کے چل دیتا ہے *

آپ نے لیچر اردو کو متناہو گا کہ ایک مجلس میں ایک قبیہ نہایت ہی مختصر بیان

کرتا ہے بوجہ اس کے کہ اس مجلس کا اقتضا ہی یہی ہوتا ہے۔ دو سے دو تین یا پانچ

کو اتنا لمبا بیان کرتا ہے کہ اس سے نہ سمجھ نہ سکی۔ قرآن شریف میں چونکہ قومی لکچر

یا انسانی ماحول کی کتاب ہے اس لئے اسی ماحول کا پابند ہے جس پر ماحولوں کو آج تک نہیں

اس کے مکرر رہ کر رفتاریوں سے گھبرا کر یہ کہہ آتے ہیں کہ قرآن شریف میں تو کلمہ
سیدہ دو ہے یہ ہے۔ مگر یہ سب ان کی اپنی ہی تہذیب کا پیہر ہے۔

گنت سودی و درخشم دشمنانِ خداوند

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ایک دن نرسنگھا چھوٹکا جاوے گا۔ تمام
باندہ مر جائیں گے۔ نہ معلوم یہ نرسنگھا کس جگہ پڑے گا جاوے گا

اور اس کی آواز روئے زمین پر کس طرح یک سخت پہنچے گی۔ اور تمام باندہ ایک سخت کیونکر
شاد ہو جائیں گے اور یہ زائعات کب ہوں گی۔ اور آیا پر خدا اساری دنیا کا نواز کر کہ بعض
دائمی بہشت میں اور بعض کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب میں گرفتار کرے گا آپ
ہمیشہ کے لئے بالکل بیکار ہو جائیں گے اور دنیا کے شخصوں سے آزاد ہو کر سو رہیں گے۔ یا کیا
کرے گا؟ افسوس میں قیامت کے نرسنگے وغیرہ کو قبول نہیں کر سکتا (بندہ مد)

بابِ صاحبِ امانت لکھئے! بچوں کی سی باتیں ہیں آپ کو نہیں کے
میںڈک کی طرح دریا کو کوئیں سے بڑا تسلیم نہ کریں گے۔ تو کیا دیو کی

بڑائی میں فرق آجائیگا؟ اصول موضوعہ تجرہ ہی کو دیکھئے! کہ ہر ایک جیسے کے لئے سبب
ہو۔ اسی طرح دنیا کے فنا ہونے کیلئے بھی کوئی سبب ہے۔ تلو اقرآن شریف خود بتلاتا ہو۔
يَسْأَلُونَكَ عَنِ جَعْلِ رَبِّكَ لِنَفْسٍ ذَنْبٍ قَالَتْ لَسْنَا بِقَادِرِينَ عَلَىٰ مَا عَمِلُوا وَصَفْنَاهُمْ أَتَرَىٰ
فِيهَا تَعْبَادًا وَلَا آثَارًا

یعنی خدا فرماتا ہے اے رسول! بچہ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں کہ قیامت
کے روز ان کا کیا حال ہوگا؟ پس تو کہہ دو کہ میرا پھر وہو گلا انکو ایک دم میں اڑا دیگا۔ ایسا کہ
زمین کو تم چیل میدان دیکھو گے۔ و موضوعہ

سنئے! ممکن ہو ہی حرکت زمین کی۔ جنم لوگوں نے اب بتلایا ہے یورپ والی ہو
اپنے وقت پر تھوڑی سی تیز ہو کہ تمام چیزوں کو برباد کر دیگی۔ وہی نرسنگے یا سر کا وقت
ہے۔ نرسنگے کا مقام بتلانا کیا ضرور ہے جہاں حکم ہوگا۔ پڑے گا جاوے گا۔ تمام باندہ
اسی طرح مرین گے جس طرح

آریوں کے پرلے کی وقت سب کچھ برباد ہو جائیگا۔ کیا اس کے بعد پریشو پیکار ہوگی اور دنیا کے مختصروں سے چھوٹ جائیگا؟ کیونکہ ہمارا دہندا تو جبرائیل کا ہے۔ جو اس وقت نکلتی اور بالکل بیکار گھری نیند سو رہی ہوگی (ستیا رتھ پرکاش صفحہ ۱۷۲ ضرور دیکھو) کیا نادانوں کی سی باتیں ہیں لالہ صاحب! آپ نے خدا کو کسی ریاست کا راجہ سمجھا ہے؟ کہ سلطنت کے کاموں سے ذمت تھوٹی۔ تو تاش اور شطرنج میں دل بہلانے لگ گیا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ جیسا علت موجودہ ہے۔ علت مثبتہ بھی وہی ہے دیکھو مثل موضوعہ نمبر ۲۰۔ قرآن مجید تو اس سوال کا جواب دے سکتا ہے۔ کہ بعد فنا ہو تو اس موجودہ دنیا کے جنت و دوزخ والوں کی پرورش کرے گا۔ اور اگر چاہیگا تو اور دنیا بھی بنائیگا مگر وہ پرانوس کہ وہ بالکل خاموش ہے تبلا نہیں سکتا۔ کہ پرلے کی وقت خدا کو کیا شغل ہوگا؟ اتنے دنوں تک اس نے روح پرور (جو بقل دیہ اسکی مخلوق نہیں بلکہ نہیں) تاجاز حکومت کرلی۔ اس سے بعد کیا کریگا؟

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہو۔ کیا کیجئے گا اس ستم ناز کا کہ بعد

آرٹیکل نمبر ۲۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا فرشتوں کی قطار کیساتھ میدان جبرائیل میں آئیگا۔ اور اس کے تحت کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے پہلا اگر خدا مجسم اور عرش مجسم اور محدود چیزیں نہیں تو پھر اس کو توٹانے کے لئے مجسم فرشتوں کا ہوتا چہ معنی دار وہ اور اگر کوئی کہے۔ کہ فرشتے بھی مجسم نہیں ہیں تو جبرائیل دیکھائیل کے رد قامت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سریم کے پاس انسان کی شکل میں فرشتہ بھیجنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ قرآن کی تعلیم سے فرشتے مجسم ثابت ہوتے ہیں علیٰ ہذا القیاس خدا بھی جو عرش پر بیٹھا ہوا حکم احکام جاری کر رہا ہے اور کبھی بھی آگ کی شکل میں بیڑوں اور میدانوں میں بھی اترتا ہے (انبیاء ۱۰۴)

مسلمان نمبر ۲۱ اس جگہ نمبر ۲۱ لگانا غلط ہے اصل میں ۲۰، ۲۱، ۲۲ نمبر ۲۱ لکھا ہی نہیں کیونکہ نمبر ۲۱ کا حوالہ آپ نے سورہ انبیاء کی ۲۱-۲۲ آیت کو کیا

لے آریوں کو نہ رہنے کے مطابق چار رب سال بعد موجودہ دنیا فنا ہو جاتی ہو اسکا کوئی کچھ ہو

حالانکہ وہاں اس قسم کا کوئی ذکر ہی نہیں البتہ نمبر ۲۲ والا والا اہل مضمون کا ہے۔ بہر حال ایک نمبر آپ بشمول گوئی کو نمبر ۲۱ سے آگے نمبر ۲۹ ہے۔ پس فہرست اور حوالہ کو مطابق صحیح بات یہ ہے کہ نمبر ۲۲ بھولے ہیں اور یہاں ۲۱ کا ہندسہ غلط لگایا ہے ۲۲ چاہیے تھا مگر چونکہ ہماری غرض وہ ہے کہ بازی اور میدان جیتنے کی نہیں۔ اس لئے ہم اہل مضمون کو خواہ نمبر کچھ ہی ہو۔ جواب دیتے ہیں۔

تبع تو اچھی پڑی تھی گڑھی ہم آپ ہی : دل کو قاتل کے بڑا ناکولی ہو سکتی جاو
عرش پر بیٹھنے اور عرش کو اٹھانے کا ذکر تو نمبر ۲۱ میں ہو چکا ہے یہاں پر اٹھانے اور
فرشتوں کی صفیں باندھ کر آپ کا جواب دینا ہے۔ پس پہلی آیت کے اصل الفاظ سنو!
سُورَةُ الرَّحْمٰنِ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا قَدْ جَاءَ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ وَلَیْسَ لَکُمْ اَلْحِجَابُ ۚ اَنْتُمْ
جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جہن (یعنی قیامت) کو دوزار میں کوٹ کر برابر کی لنگی اور تمہارے
پروردگار کا حکم آپر لیا کرنے کی بابت آپہنچے گا۔ اور تمام فرشتوں کا جہانہ صفیں باندھ کر
حاضر ہو جائیں گے :

اِس ترجمہ میں پہننے اور کچھ نہیں کیا۔ صرف ایک عذاب مقدور مانا ہے یعنی جہانہ کے
کے سنے جہانہ کے لئے لکھی ہیں۔ پس اس مضاف یعنی اُتھر کے مقدور ہو سکتا ہے
دنیا ہمارے دوسرے اور پس۔ پس سنو!

قرآن شریف اپنی خود تفسیر کرتا ہے۔ دوسری مقام پر فرمایا ہے اِنِّیْ اَمْرٌ اَللّٰہِ فَلَا
تُفْخِخُوْا بِہٖ (سورہ نحل آیت اول) کفار عرب قیامت کا نام سنکر جلدی چاہتے تھے۔ نو انکی
فہم الش کو یہ کلام نازل ہوا تھا کہ : اللہ کا حکم آئے کہ ہو۔ پس تم جلدی نہ کرو۔
شاید آپ کو یہ آپ کے کسی زبانندی مہاشہ کو شبہ ہو کہ ہنر ان کے سوال کے
دیکھتے تھے ہیں تو وہ متعین کہ تفسیر عالم میر جی جو سینکڑوں سال اور کئی صدیوں
کی بی بی ہفتی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ تفسیر طویل القلمہ تابعی کا قول جو پہلی صدی
ہجری میں مستبرام گذرے ہیں۔ پس لکھا ہے :-

فَاللّٰہُ جَاءَ اَمْرًا وَفُتِحَ

ہیں کہئے؟ خدا کے ارادے وقت بھی دنیا پر آتے ہیں یا نہیں آپ کی اور میری برابری
بلکہ لغو فانا کے جینے اور مرنے کے متعلق یہی اس کے احکام آتے ہیں یا نہیں پس ایسی
طرح قیامت یا آپ کے لغتوں میں کچلے کے متعلق یہی اس کا حکم آجادیگا تو کیا
اعتراض؟ کہئے! عقل ٹہری یا بھینس؟

اصل فساد کی جڑ تو یہ ہے۔ کہ آپ قرآن شریف کو عربی زبان میں نہیں سمجھو اس
لئے آپ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ ورنہ اگر آپ عربی جانتے اور عربی میں قرآن
شریف کو سمجھتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ سنو! ہم آپ کو اس آیت کی ترکیب
بتا رہے ہیں:-

صفا صفا کا لفظ الملائک سے دھواں چلنے ہونے سے جمع کو معنی میں ہوا حال ہوا اور
زوال حال معطوف ہے۔ دہک پر۔ آپ کو غلطی تو یہ لگی۔ کہ آپ صفا صفا کو دونوں (معلوٹ
اور معطوف علیہ) کا حال سمجھا۔ حالانکہ وہ صرف معلوٹ کا حال تھا۔ چنانچہ دوسری آیت پر
صرف ملاکہ ہی کامل بتایا ہے:-

يَوْمَ يَقُومُ السُّجُودُ وَالْمَلَأُ يَكْفُ صَفَا (مزدہار آیت ۱۰)

گیجی روح اور فرشتے صفیں بانسہ کھڑی ہو گئے۔ پس آپ کا سارا تار و پود ٹوٹ گیا
تو کبر کہاں؟ (خیر)

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ مرنے والے اٹھنے کے عجب بات ہے کہ
گناہ کی پات کی طرح مرنے سے نکالیں گے۔ بھلا جو جہاد مرنے کو چاہتی
راکھ دیائیں میں بہادی گئی جبکہ شیر بھڑکے گا تو وہ قیروں سے کیونکر پیدا ہو جائیگا (ماہ ۱۰)
یہ سوال تو قرآن شریف میں اعلیٰ عرب کی طرف پیش ہو کر جواب دیا گیا
ہو پس بہتر جو کہ ہم اس محل میں جواب کہ قرآن شریف ہی کے الفاظ میں
نقل کریں۔ پس سنو!

أَوَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ نَسْلٌ أَنَا خَلَقْنَا مِنْ نَظْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ وَفَوَيْدٌ
فَتَمَثَّلُوا لَوْ يُفَسِّحُ قَالَ مَنْ يُخَيِّدُ الْفَلَاحُ قَوْمِي رَجَعْتُ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

یہ ایک کا ذریعہ قیامت کا ذکر ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ نالائق انسان نہیں بناتا کہ ہمیشہ اسکو
لفظ سے پیرا کیا مگر اب تو صریح مقابل میں پہنچا ہے ہمارے حق میں تم شیلین دیتا ہو اور اپنی سستی
کو قبول کیا۔ کہتا ہے کہ کھلی سٹری ٹیڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

لیجئے آپ بھی اس کے ہمراہ ہوں۔ تاکہ دونوں کا ایک ہی شہر ہو۔ پس سنو!

قُلْ يَحْيٰىهَا الَّذِىْ اَنْشَاْنَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهٖ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ

یعنی (اے رسول علیہم السلام) تو اس کو کہہ تو کہ ان ٹیڈیوں کو وہی زندہ کرے گا۔ جس نے ان کو
پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ اور وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔

تیسرا فقرہ کہ وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔ آپ کے سوال سے متعلق ہے۔ یا بوجی!
کہ جس کے ریزو اور کہیں سکتے ذریعہ ہر ایک خالق عَلِيْمٌ کہیں بھی ہیں سب کو اکٹھا
کرے گا۔ کس طرح کریگا؟ اور سب کی اصل موضوعہ نمبر اطلاق ہے۔ باقی یہ سوال کیا
کبھی تھا ہی تو اس کے لئے اصول موضوعہ نمبر کو دیکھو۔ اور پتہ چمکے اور پٹے کے
بعد الشہدی سر شعی کا مضمین یاد کرو۔ (ستیا رتھ پرکش ص ۱۹۹)

۱۰۰
آرٹیکل نمبر ۱۰۰
وَأَن كِىْ يَرْتَدُّوْا مِمَّا ذُكِّرُوا مِنْهُ لَا يَذْكُرْ لَمَّا كُنْتُمْ عَلَيْهِمْ

دائیں ہاتھ میں اور ذریعہ کی باتیں ہاتھ میں دیکھو۔ معاذم نہیں ہوتا۔ کہ خدا کو دو کا خدا ہو
کی طرح کھڑی ہو کی کیا فروت پڑے گی۔ پہلا اعمال نہیں کرے گی۔ کہ جن کو ذلک کر
جاوے گا۔ اعمال کا وزن کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص ٹکڑی ٹکڑی کیا تھا۔ وہی خیالات کو
تو لئے لگ جائے۔ جو سرسبز دانی اور سب قوفی کی حرکت ہے۔ خدا اگر علیم کل ہے۔ تو فوراً سب
بتاؤ کہ تمہارے اعمال یہ ہیں۔ مفائدہ سوچ و لقب کی کیا ضرورت ہے؟ (انبیاء ص ۱۴)

جس آیت کا آپ نے حالہ دیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

وَلَقَدْ نَزَّلْنٰ اِلَيْكَ اَيُّهَا الَّذِىْ اَنْشَاْنَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهٖ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ

مَنْ قَالَ حَقًّا اَنْشَاْنَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهٖ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ

سچ خیال میں اس آیت کا ترجمہ ہی آپ کے سوال کو اٹھاتا ہے کیونکہ اس کی ہر گاہ میں سنو!

الْقِسْطَ كَالْقِسْطِ الْمَوَازِينِ سے بدل ہو رہی ہو اس پر نصب (زین سے) پس
آئنت کا ترجمہ یہ ہوا۔ کہ قیامت کے دن ہم انصاف سے ہر ایک کو اس کے عملوں کا
بدلہ دیں گے۔ اگر ایک ذرہ کے برابر بھی عمل ہو گا۔ تو وہ بھی ایسے آئینگو۔ اور ہم خود ہی
حساب کرنے کو کافی ہیں۔

آج معلوم ہوا کہ علام الغیوب نے اخیر فقرہ جس پر منہ خط دیا ہے۔ آپ ہی کا جواب دینے
کو لیا دیا ہے۔ کیسا صاف اور صریح لفظوں میں خدا کا عالم الغیب ہونا بتلایا ہے۔ کہ
بائبر و شاید۔ یہ سب خیال میں انصاف پسندوں کو تو اور کتنی آئنت کو حوالہ دینے کی ضرورت
نہیں ہے تاہم چونکہ آپ کو خدا کے بیچ و لعب کا بہت ہی خیال ہے۔ اور آپ کو خدا پر
بہت ہی رحم آتا ہے۔ اس لئے آپ کو بتلاتا ہوں۔ کہ آپ کی اس تجزیہ سے آسان
تجزیہ پہلے قرآن شریف ہی بتلا چکا ہے۔ سنو!

يُخْرِفُ الْجِبْرُوتَ لِيَتَعَاطَى فَيَقُولَ مَخْذِلًا لِلنَّاسِ وَالْآقْدَامِ (مورۃ المؤمنین ص ۴)

یعنی جبرم اور بدکارانوں و مذہبوں کے نشانوں ہی سے بچاؤ جائیگو۔ پس متوجہ اور قدموں
سے بچنے کے جائیں گے۔

پس ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ اعمال کا اندازہ بھی ہو گا سگریوں؛ اسکا جواب دینے
سے پہلے افضل موضوع نمبر ۱۔ اور دیا چوتھا صفحہ ۷ کا حال دینا ضروری ہے
تاکہ آپ کو بہر کوئی شبہ نہ رہے۔ اس لئے ہو گا۔ کہ مجاہدوں کو کوئی غدر باقی نہ رہے۔ کیونکہ
خدا کی ذات کے متعلق تو قرآن شریف نے کئی لفظوں میں حالت الغیب۔
والشہادۃ کا اظہار کیا ہے۔ سنو!

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ سَوَاءٌ لَّكَ مَنَاسِكُ مَنَاسِكِ أَسْمَاءُ لَوْ وَفَّقَ
حَبْرَ بَدْرٍ وَمَنْ هُوَ مُسْتَعْتَبٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّجْمِ وَالْقَمَرِ

یعنی خدا تعالیٰ حاضر و غائب سب کو جانتا ہے۔ بہت بڑا الٰہی ہوالا اور بہت بلند و علما
ہے۔ اس کے نزدیک ہر بہرے ہر کھلی تم سے آہستہ سیکھو یا ادب و تجر و جرات و غیر
چھپ کر رہیں اور جود و دلاوری چلتی ہو رہے ہوں۔ سب کو جانتا ہے +

آپ نے دید بانی بھی سُننے! تاکہ آپ کو بھی قدرِ عافیت معلوم ہو۔ جسے جلیبی کے نشان یہ ہوتے ہیں۔ پر مشورہ پوچھتا ہے۔

اُسے پیار ہے ہو مروت و عورت و تم و وقت و رات کو کہاں تشریف تپو اور کہاں بسر کیا تھا۔ سُننے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے؟

(دک دید اسٹک ۷۔ ادھیاء۔ دنگ ۱۱۸۲)

آریہ سماج جو اس مشترک تشریح کرتا ہے۔ ہم اُس سے بیخبر نہیں مگر ہم جو امتیاز ہیں کہ آپ اسکی توجہ کرتے ہو تو ہماری طرح وہ کے حوالہ سے اس کے سُننے بتلاویں جیسے ہم قرآن شریف کی تفسیر پر قرآن ہی سے شہادت بتلائی ہیں۔ تاکہ پیراں نمی پڑے و مریدانِ اہی پائندگی کی سی مثال نہ ہو جائے۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ قیامت کو دن پہاڑ رولی کی طرح اڑ کر چھریں گے کیا خوب! اگر گپ بھی ماری جاویں۔ توفہ اور نذار۔ پہلا ہمالیہ کا پہاڑ جو کئی سو میل لمبا اور کتنی ہی میل چوڑا ہے۔ اُڑ کر کہاں بائیکا؟ ادھر امریکہ اور یورپ کے پہاڑ رولی کی طرح اڑ کر کس آسمان میں پہونچینگے؟ (قارمہ د)

آپ کے اس سوال کا جواب خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ پس اُس سے بہتر کون کہہ سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اسی کو نقل کر دیا جاوے۔ پس سُنو!

لَا تَأْتِيكَ مِنَ السَّمَاءِ نُفُورٌ يَسْفُهَانِ زُلْفَىٰ ذَٰلِكَ رَحْمَةٌ مِّنَّا وَنَصْفَةٌ مِّنَّا
فِيهَا حَيَاتٌ وَأُنثَىٰ

اِس آیت میں آپ کو باتوں دشمنینِ عرب کا سوال آتا ہے کہ جواب دیا ہے پس غور سے سُننے! خدا قرآن ہے۔ کہ انور مکمل (علیہ السلام) تجھے پہاڑ و نکی باہت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ کہ میرا پروردگار انکو ایک دم اُڑا دیکھا۔ اور زمین کو پھیل میدان کو دیکھا ایسا کہ ذرہ و جبرجینی اُس میں اوجھالی اور نیچائی نہ دیکھو گا اگر آپ بھی نہ سمجھو ہو۔ تو سُنو! ممکن ہے۔ پہاڑوں کے پتھروں کو ہلکائی تہ

ٹوٹا کوئی سال سیرج کبھی اور یہ کب ہوگا؟ جب میں سیرج الہی کی وجہ سے الہی جلیگی۔ کہ ایک سسہ ایک چیرنگہ کر چور ہو جاوے گی۔ اور اگر کچھ۔ رائج مطلب چاہو۔ تو یہ سمجھو کہ پرے کر قریب ناز میں ہلکا آتی ناز میں ایسا ہوگا۔

ماں یا دنیا۔ کہ پردے کے وقت سب چیزیں فنا ہو جاوے گی۔ تو ہالیہ و دیگر کپڑاں کہاں جلیں گے؟ ستیارت پر کاش ص ۲۹ ویکٹر کہ جواب دیکھ لیا۔ ماں میں کھولا۔ ایشو تیز گھٹس جائیں گے ایذا ص ۲۹ (چیرن)

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ قیامت کے دن پانچ سو برج کے ساتھ جالیگا۔ مگر دیگر سیاری جو سورج اور پانچ سسہ بھی بڑی ہیں وہ کہاں جائیں گے؟ ان سیاروں کا کہیں قدر لے ذکر تک نہیں کیا۔ کیا باسٹو کہ عرب کے لوگ اسوقت آتی تھے؟ (سورۃ قیامت ۳)

بہا شہ جی! آپ نے اور توجہ کچھ کیا سو کیا مگر یہ کیا غضب کیا۔ کہ اپنی باگ بالکل سوامی دیا مند کے ہاتھ میں دو رکھی ہو؟ رشتہ درگرم انگذہ دوست سے برہر جا کہ خاطر خواہ آؤ

ناظرین! خدا ما ذرا سوچئے تو بابو صاحب کیا کہتی ہیں؟ اعتراض کیا کیا کونسا علمی قدرہ حل کرنا چاہتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ کہ ان سیاروں کا ذکر کہ نہیں اچھو سنتو؟ وَاللَّيْلِ مَسْرُورَاتُ بَاغِي

یعنی تمام سیارے خدا کو حکم کی تابع اور بکھرے ہوئے ہیں۔ مگر جنہ کو دنیا میں دینی انہیں دو تیرا عظمتوں (سورج اور چاند) کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ جسے کہ محکم کی نظروں میں ان سے بڑھوئی سیارہ نہیں۔ اس لئے ان دو کا ذکر کہ ہے مطلب آیت کا بالکل صاف ہے۔ کہ پرے دلفوز اولی کے وقت سب دنیا پرانہ صاف ہو جائے گا۔ بس کہئے۔ عقل پڑی یا نہیں؟

آریمہ

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ستارہ گر پڑیں گے۔ پھیلاوہ گر کر کہاں جائیں گے؟ کیا زمین پر آجائیں گے؟ اگر کہیں ہاں

تو زمین پر اترنے سے متامل کے لئے جگہ کہاں ہوگی؟ اور پھر جب خدا زمین کو بھی لپیٹ لیگا۔ تو ستارہ کدھر پہنچائیں گے؟ میں سب کو تسلیم نہیں کرتا (افکار ۲)

اس آیت قرآنی پر آپکو اعتراض ہو وہ یہ ہے اِذَا الْكَوْكَبُ انشُرَّتْ یعنی ستارہ صحرانہ پھیلے گا۔ انتشار کہتی ہیں عربوں کی ٹری ٹوٹ جانے کو۔

پس معنی یہ ہو کہ ستاروں کا موجودہ انتظام نہ رہے گا۔ بلکہ بگڑ جائیگا جیسے مہر پر کے کیوتہ مانتی ہو۔ زمین کے لپیٹنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اسی خدا کی حکومت ایسی ظاہر ہوگی۔ کہ کوئی فرد واحد دعویٰ حکومت نہ کر سکے گا۔

سُنِّیْے اِتَّامُ رَبِّیْنَ اَسْمَانِ اِنِّیْ رَاٰتُہِیْنَ مِنْ لِّیْلِہِیْ وَہِیْ ہِیْنَ غَوْرٌ مَّوْطِیْوۃٌ مَّا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ بِجَمِیْعِہَا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْبَیْعَۃِ وَاسْمٰوٰتُہٗ مَطْوٰیۃٌ

بِیَمِّنِہِمْ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ
یعنی نالائقوں نے خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کی۔ قیامت کے روز تمام زمین اور تمام آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لیٹی ہوئی ہیں۔ وہ پاک اور بلند ہو شکر کی بیہودہ گونجی ہو

میکے سے شہادت چاہو۔ تو سنو! تیس اُس حافظ کا اہمیت صاحب جاہ و جلال۔ ہناتہ زور آور۔ فلاح کل۔ تمام کائنات کے

ماحب۔ تدار سلطان کی بنیاد لیتا ہوں۔ (مکروید۔ ادبیار ۲۰۔ متر ۵)

یہی مضمون قرآن شریف کی آیت کا ہے۔ جسکو آئیے نہیں سمجھا۔ اور یہ مضمون دیکھنا نصیب نہوا۔ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ قیامت کے دن زمین باتیں کرے گی۔ اور خدا کو

اپنا سارا قصہ سنائیگی۔ معلوم نہیں سورج اور چاند کیوں یہ باتیں نہیں کریں گے۔ ستارہ کیوں خاموش رہیں گے؟ یہ سب نادانوں کی باتیں ہیں جن کو میں تسلیم نہیں کر سکتا (زلزال ۵-۶)

اس سورج پر تو زبان کیسی بھی لہے پن کی باتیں ہیں اکاش
یہی سوال کیا ہوتا ہے زمین کس طرح بولیگی؟ یہ تو خلافِ نیچر ہے

مسلمان

مسلمان

باوصاحب : اس روشنی کے زائے میں آپ انہیں ہر گھنٹی میں
بیتے ہیں۔ لاد صاحب ! جس طرح نور و گراف سے آواز نکلتی ہو

اسی طرح نکلتی۔ اگر یہ شہر ہو کہ آج کل کیوں نہیں نکلتی ؟ تو اصل یہ موضوع ہے
ما حلقہ ہو۔ ہر کام کے لئے ایک ایک وقت اور قانون ہے۔ جہد کے کیڑے نہیں
روکے ہو یہی وقت پر ہوگا۔ اس سے پہلے اس کے لئے قانون تھا کہ گویا آج کل کے
دنگنا یا شہر اور کشمیر میں اقلیت کی بازسوم کا خطاب کرنا ہو اصول یہ موضوع نہیں ہوگا کہ

آرہیم

قرآن کی تعلیم ہے کہ نیک کام کرو۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے بہشت
میں جاؤ۔ جہنم ہمیشہ میں نہیں ہے اولیٰ تو یہی بات قابل
استراض ہے۔ کہ انسان کو یہی ایک حالت پر مہذب نہیں کر سکتا ہو۔ اگر اس کو دینی
خوشی میں رکھ دیا جاوے۔ تو وہ خوشی اس کے لئے اس طرح دباں ہو جائیگی۔
جس طرح کہ بنی اسرائیل کے لئے من و سلوای چیریں ہو گئیں۔ جن کو بدلی انہوں نے
فدا سے سن۔ پیار۔ سوتہ اور تونگ کی درخواست کی۔ بہشتی لوگ جب بہشت کی نعمت
کھاتے کھاتے تھک جاتے۔ تو ان کو دینے کی تمنا کرنی پڑے گی (بقولہ)

مسلمان

کہیں نہیں آئے اس استاد انزل گفت پہلے سگوئی
سوای جی کی کچی تقلید تو یہی ہے سنئے ! سوای جی نے اس ضمن میں

کو لیں ادا کیا ہے :-

اگر بٹھا ہی مذکورہ باجاری۔ تو ہٹری جو دن میں نہر کی ماتہ معلوم ہونے لگتا ہے جب وہ
ہمیشہ کہ جو گینگے غن کے لئے کچھ ہی بکھو دکھ ہو جاوے گا (میانہ دینے)
باوصاحب ! ایک ہی حالت پر طبیعت اچاٹ ہو جاتی ہے بشرطیکہ کوئی مشغل نہ ہو جہاں
یہ حکم ہو کہ

فی شغل فاک یون

یعنی جنت کے لوگ بڑے شغل میں بہت بازویش و عشرت کریں گی۔ سوای جی کی مسئلہ
کا جواب حق پر کاش میں دیکھو۔ بنی اسرائیل کی طبیعت اس لئے اچاٹ ہوئی تھی

کہ انکو ایک ہی قسم کا کھانا ملتا تھا عیش دائمی اور خیر ہو اور ایک ہی قسم کا کھانا اور چہرہ
دونوں میں فرق سیٹے۔ جادو ہاں کے راجگان اور لڑا ہاں اور ہمیشہ عیش و عشرت
میں رہتی ہیں۔ مگر کبھی ان کی طبیعت اچاٹ نہیں ہوتی۔ نہ تو شغل میں لیکن اگر
ایک ہی قسم کا کھانا ان کو ملے۔ تو بیک اچاٹ ہو جائیں۔ پس کبھی ایک قسم کا کھانا اور
دائم عیش میں فرق نہ کرنے والے جان سکتے ہیں کہ عقل بڑی یا نہیں؟

دیانند پر اسلج کے اعلیٰ ممبر و اکیلا با اور مخار و ہمیشہ عیش و آرام میں گزارتے ہیں
کبھی کبھی بڑے گھر میں بھی جایا کرتے ہو؟ و جدہ ہر مہال سے پوچھو۔

آرہب

قرآن کی تعلیم ہے کہ ہشتیوں کو پہنچا کیلئے شراب اور کھانی
کے لئے جانوروں کے کباب ملیں گواہ شراب و کباب

کا کیا اچھا جوڑ کیا ہے۔ پہلا جانور جرنج کے کئے جائیں گے۔ ان کا خون کہاں گریگا؟
اور اگر جرنج کئے کر ہی جانور کھنوں لٹی جایا کریں گے۔ تو وہ حرام نہیں ہوگا (واقعہ ۷۶)

مسلمان

افسوس تو یہ ہے۔ مگر آپ پر کیا۔ آپ کو روحانی باپ پر ہوتے
لوگوں کو چاہے نکالت میں ڈال کر آپ کسی جن میں چلتے ہوئے۔

باوصاحب شراب کے سنے بتلانے سے پہلے اصول مفسرہ نسبت ہر کا ملاحظہ
ضروری ہے۔ بس سو ابھی متوجہ ہیں۔ جو مستحکم خود بتلاؤ۔ سنو! قرآن شریف شراب
کی بابت خود بتلائے۔

لَا يَتَّبِعُوا عُولًا وَلَا تَمْنَعُوا عَنْهَا بَنِي قَوْمٍ

یعنی جنت کی شراب میں نہ تو نشہ ہوگا۔ اور نہ جنتی اس کے جو اس ہوگا پیر کیا ہوگا؟ یعنی
بعضاً لَدَا الشَّارِبِينَ

یعنی محض ایک سفید سیٹھا لذت پانی ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ عربی میں شوب کا مادہ ہر ایک
پینے کو قابل حیسہ کیلئے ہے۔ شراب۔ شربت ہی اسی مادہ سے ہے ان خصوص سے
دور صا و پانی بھی شراب ہے۔ نشہ ہر مادہ ہو۔ اس سے بحث نہیں مگر چونکہ دینامی عربی سے

سہ شوبہ کے سنے کسی قانون ۵۰ اسی سے پوچھ (جین ۱۲)

ناواقف محفل اور غائب خراب کے مادی ہیں۔ اس لیے جب کہی تشریں کہ قرآن شریف میں شراب کا لفظ ہے۔ تو ان کے محل میں یہی آتا ہے۔ کہ یہی غائب خراب ہوگی جیسے کوئی رجز و بقر تعاب کو رقصی سپا کا نام سکڑے بیچو کہ یہ سپا دار کجمن۔ بڑی بڑی مٹی ہوئی گھاسیں ذبح کراتی ہوگی۔ اور خوب کھاتی ہوگی۔

ماں غائب کبھی کہ جانوروں کا خون کھانا حرام ہے یا حلال؟
 سوال ہے سکیل نہ ہے۔ آفر سامی جی کے سپوت ہیں۔ لالہ معاذ۔ وہیں گرسے لگا
 جہاں کا نزل کے زخموں کی پلپ گریگی۔ اور اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ جنت میں کوئی
 چیز حرام ہی نہ ہوگی۔ لاکوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ حلال حرام احکام شرعیہ ہیں۔ جو دنیا میں ہی
 منہی ہو چکا ہیں۔

از

آریہ ۳۰

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشت میں ریشمی کپڑے پہننے کو ملیں گی۔
 حاضرین ایشیئم کے ساتھ آپ کے سامنے فوراً ریشم کے کپڑے شہوت
 کے درخشاں کپڑے پہننے کی کھڑکیوں کا نقشہ آکھائیے۔ اتنا سامان بہشت میں کہاں سے
 آئے گا۔ اور اتنے ریشمی کپڑے کون بیگا۔ کیا خدایہے گا۔ اگر نہیں۔ تو پھر کیا بہشت
 میں پہننے آدمی نہیں گئے؟ انکاں۔ تو پھر وہاں بھی مولیٰ مزدوروں کی طرح مزدوری
 کرنی پڑے گی۔ خصوصیت کیا ہوئی؟ (دسمبر ۱۲-۱۳)

۳۹
مسلمان

مسلمان
ایک لفظ آپ بھول گئے۔ سو امی جی نے تو یہ ہی پوچھا تھا۔ کہ
وہاں کھٹل بھی ہو گئے؟ مگر آپ نے شاید اس سوال کو غلط جانکر
مجھ پر ڈرا۔ ہاں صاحب! سب کچھ ملیگا۔ خدا اپنی قدرت کاملہ سے سب کچھ مہیا کر دیگا۔
یاد رکھو! اندھ کشتی سے سنو!

پیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بنا کر دے۔ اور قابل رکھتا ہے
 پاؤں نہیں۔ لیکن محض کل پر نو کے باعث جب زیادہ صاحب سرعت ہے۔ آگ کو
 کوا آگ نہیں۔ لیکن سب کو ہیک ہیک دیکھتا ہے۔ کمان نہیں۔ پر سب کی باتیں
 سنتا ہے۔ اس نہیں۔ مگر تمام دنیا کو جانتا ہے۔ (مستندہ تہ ص ۱۲)

آنداریہ ہی میں لیں کہ خدا کا فرد کو اس بچہ پر لگائیگا تو کیا سوال :
 مائرا رند آپ اور آپ کے روحانی باپ کے علمی اور معقول سوال شکر ایک محکومت
 یاد آتی ہے۔ جن دفعہ پنجاب میں ریل جہلی ہوئی۔ اور یہ مشہور ہوا۔ کہ ایک کمرہ میں
 دس آدمی بلا لحاظ قوم و ملت کے حوا ہوا کریں گے۔ تو ایک ہندو بہکت نے کہا۔
 کہ یہ گاڑی کبھی نہ چلیگی۔ بزرگ ہرگز نہیں چلنے کی۔ کیا ممکن ہے۔ کہ ایک بی گاڑی پر
 ہندو اور ڈشٹ مسلمان بلکہ چوٹری چار سوار ہوں اور وہ چل سکے۔ ایسا قلم پر باتا کو کبھی
 پسند ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ مگر آج بہکت جی ہوتے تو اپنی پیشگوئی کا خود ہی ناکہ اڑا لیں
 اسی طرح آپ کی گت ہوگی بابو صاحب! بہشت کے لئے قانون ہی اور ہوگا۔ ذرہ معلول
 موقوفہ منسبہ ملاحظہ فرمادیں :

قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشت میں نہیں ہونگی۔ بعض لوگ
 کہتے ہیں کہ یہ دودھ اور شہد کی نہیں ہونگی۔ بہلا اگر
 دودھ اور شہد کی نہیں ہونگی۔ تو دودھ کے لئے بھینسوں اور شہد کیلئے مکھنوں کی
 بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جو ایک معمولی بات ہے۔ مفسروں نے تو یہاں تک کہ پانی
 ہے۔ کہ جو شخص ایک دفعہ کو شراوت سنیم کی نہیں سے پانی پی لیا۔ اس کو بہر کبھی پیاس نہیں
 لگیگی۔ اگر پیاس نہیں لگیگی۔ تو بہر نہیں کے رکھنے کا کیا فائدہ؟ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ
 نہانے کے لئے۔ تو کونسا عقلمند ہے جو شربت اور شہد اور دودھ سے نہانا پسند
 کر لیا؟ انہوں نے کیا بات ہے۔ کہ نہیں کا پانی پینے کیلئے بھیجاوی (سورہ محمد ۱۱)
 بنے کیونکہ کہ ہے سب کار اولٹ
 ہم اکتے بات الٹی یا راولٹ

پانی کی نہیں ہی ہونگی۔ دودھ اور شہد بلکہ انگوروں کے پھول کی بھی۔ آپ
 مفسرین کے اقوال کیوں لیتی ہیں۔ قرآن شریف خود بتاتا ہے :-
 مَن رَجَعَهُ إِلَىٰ وَعْدِ الْمُتَّقِينَ فِيهَا الْأَنْهَارُ حَمِيمٌ قَائِمٌ فِيهَا غَيْرُ اسْمٍ أَنَّهُ رَاقِبٌ
 لِّئِنْ لَّمْ يَنْفَعِ كَلِمَةُ اللَّهِ فَمَا لِيَ بِالْعَمَلِ وَالْأَنْهَارُ حَمِيمٌ لِّئِنْ لَّمْ يَنْفَعِ كَلِمَةُ اللَّهِ فَمَا لِيَ بِالْعَمَلِ وَالْأَنْهَارُ حَمِيمٌ

مُصَفِّیْ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّكَ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ
وَسَقَىٰ أُمَمًا مَّا يَشَاءُونَ لَقَدْ جَعَلْنَا لَكُمُ الرَّسْمَ

پانی کی نہریں تو شمالا مار بلکہ راہور کی طرح بہتی ہوئی درستیہ تمثیل صرف تہذیبی سمجھا کر کوئی
مرد و عورت شہر و دیہہ پہنچنے کو ہو گئے۔ مفسرین کا مطلب آپ نہیں سمجھیں۔ نہ ہمارا نہ ہے
اس لئے گڑبگڑ پرشاد (حوا میں لکھا ہے) کہ اس کے بغیر ہم بھی نہیں بدلتا مینگو۔

آج یہ سب کچھ ہو گا۔ اور ضرور ہو گا۔ بیشک ضرور ہو گا۔ ولکن لہذا الکافرین
بآوصاحب! آپ تو بڑی فلاسفی بنے تھے۔ سچو اتنا ہی تو نہیں سچو کہ جن چیزوں
پر آپ سوائل اور پھنسی کر رہے ہیں۔ کاش کسی دلیل سے ان کا محال ہونا ثابت کیا جوتا۔
پھر بدلا امر ممکن کی خبر ایک ایسا شخص بتلاؤ۔ جس کے صدق میں کسی طرح سے کلام نہیں
جسکی راست گوئی اور سب سے لاپچی اور صفائی باطنی کا عالم ہو کہ یقینی دلائل سے ہو چکا ہو۔ تو ایسا
امر پر چھٹھا اٹھانا بدلا دانا ہے؟ حالانکہ وہ امر بھی ممکن ہو۔

اگر ہم یہ بھی لکھیں کہ گائیجینتیس۔ خطیر۔ بگیاں سب کچھ ہو گئی تو نہیں معلوم کیا
خانی؟ نہ کسی قرآن کی آیت کے خلاف ہو نہ کسی عقلی دلیل کے مخالف!

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشتیوں کو سونے اور چاندی کے کنگن
پہنا کے جادینگو۔ بدلا یہ کوئی شائستگی اور تہذیب کی بات

آرٹیکل نمبر ۲۱

ہے؟ کہ عورتوں کا گھنا آدمی پہنے لگ جائیں۔ نہ ضرور تو گھبجئے۔ اگر ایک بڑا لکھا۔ جی آ
ایم اے یا کوئی مولوی صاحب ہی کنگنوں کی جوڑی پہن کر باندھ میں بھڑے۔ تو اس کو کس قدر
شرم آئے گی۔ اور لوگ اس پر کتنا ستھر کریں گے۔ کیا بہشت میں یہ شرم جاتی ہو گی؟
اور کیا ہمارے موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے رفیقا مراد علی شاہ جو بڑے بہنوں سے کترا کر ہن ہن
بے جڑوں اور عورتوں کی طرح کنگن پہن کر بھڑا کریں گے۔ کنگن پناؤ کیلئے سنا اور چاندی۔
ستار۔ کوئلے جھٹی وغیرہ کی بھی ضرورت پڑے گی؟ یا خدا خود بنا کر دیدیا کر بگاڑا؟ (کہف ۳۲)

چشم بد دور اہل دنیا کے آپ دیکھو باوصاحب! سونے کی کنگن
تو اب بھی ہم بڑے بڑے روساء راجوں اور نوابوں کو پہنے ہوئے دیکھتے

مسلمان

ہیں۔ آپ کو اتنی خبر نہیں یا انصاف نہیں کہ آپ قبیح لذات اور قبیح لغیر میں فرق کریں
 لا ارمح صاحب! ایک اسرائیلیا ہر تلمبے کے اپنی ذات میں تو وہ جائز ہوتا ہے۔ مگر مکی ہمدردی
 یافتہ بھی ہدایت کے لوگوں کی نظر دل میں معیوب اور نا پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً عالمی
 مشائخ ہندو اور انگریزوں میں تو کوئی تعیب نہیں۔ مگر سکھوں اور خدو سادہ سار
 مسلمانوں میں بہت ہی قبیح ہے۔ یا گائیکو گشت عام طور پر بکشا ہندوستان اور انگلستان
 میں قابل مزاحمت نہیں مگر پنجاب میں نمایاں طور پر بازاروں میں نہیں بکتا۔ اور لیجئے
 الف شکار بالکل برہمن تہا بانا میں بھی پڑا پندہ آدمیوں کا برہمن تہا ہو کر کسی تالاب میں
 نہاتا ہمارے ملک میں کیسا اندھوم اور نا پسندیدہ ہے۔ لیکن جاپش کے متصل ننگوں کے
 دیکھنے والے ہی آپ سے ملکہ ہاں کی کیفیت بتلا دیں گے کہ کیسی ننگ و مادر زاد مردورتیں
 بھرنے میں اور تلم کار و بابائو کرتے ہیں۔ اور نہیں تو یورپ ہی کو دیکھئے تالابوں
 میں کیسے ننگے نہاتی ہیں۔ ایک رئیس زادہ کا بیان ہے کہ یہ میں ولایت میں ایک
 تالاب پر کپڑا باندھ کر نہایا۔ تو انگریزوں نے جو اس وقت نہا رہی تھی مجھ سے دخول کئے
 میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا۔ تو انہوں نے تجویز بتلائی۔ کہ تم نے یہی ننگی کو دھڑنا
 چنانچہ سینے ایسا ہی کیا۔ پھر تو کسی نے کچھ نہ کہا۔ غرض اس قسم کی کئی ایک مثالیں ہیں
 جو ایک ملک میں قابل شرم ہیں۔ تو دوسرے میں قابل عمل۔ پس موز و فیروز کو زیارت
 ہندوؤں میں تو کیسے معیوب نہیں۔ البتہ مسلمانوں میں مردوں کیلئے اچھو نہیں سمجھے
 جائے کیوں؟ اس لئے کہ شریعت میں مردوں کیلئے سونا حرام ہے۔ کوئی حرام ہے؟ اسکو
 منقٹل بیان کا محل نہیں مختصر ہے کہ عورتوں کو چونکہ پردہ میں بیٹھنے کا حکم اس
 کے عوض میں ان کو رشیم اور سونا دیا گیا۔ پس آپ ہی بتلا دیں۔ اگر جنت میں یہ
 سب بندشیں اٹھ جائیں تو کیا خرابی؟ خوب یاد رہے کہ جنت دارا بڑا ہے۔ دائرہ
 نہیں۔ اپنے لفظوں میں مستاحا ہو تو سنو

بھوک بھری ہے۔ کرم بھومی نہیں۔ باقی نمبر ۳ میں ملاحظہ ہو۔

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہشتیل کو گوری۔ کنوادی۔ ہم عمر و جوان

سینہ آکھوں والی۔ دوشیزہ عورتیں طینگی

حاضرین! جس مطلب کے واسطے یہ ہنگامی - وہ آپ خود ہی دیکھ سکتے ہیں۔ بہیم چاری

اس قسم کا اسٹیل بائو کو منہ پلانا بھی یہاں باپ سمجھتا ہے (الحسن - ۵ - ۷۲)

بیشک طینگی - بہیم چاری نہیں۔ بہیم چاری کا روحانی باپ بھی بڑا

جانتے۔ آپ بات کٹوں چھپاتے ہیں۔ وہ اسی کام کو دہکتی ہیں

کام کو بہیم چاری کی ماں اور کو باپ کو باپس تھی تعجب ہو کہ بہیم چاری کر۔ روحانی باپ دیندہ ہی تو کس مری

اور زبانی فائدہ سوا اس کا کہ کیا طریق بتا دیں جس سے ایک سو گنا فائدہ ہوگا اور بہیم چاری اس کے ذکر

کو گناہ گناہ بھی کہہ گناہ جانے! بابو صاحب! سنئے! سولہ جی اس بُرے کام کے

کرشیکا طریق لینا بتلاتے ہیں۔

جب ویرج رسی کے ہم ہیں گئے کا وقت ہو۔ اس وقت عورت مرد دونوں بیکٹ

ناک کے سامنے ناک۔ آنکھ کے سامنے آنکھ لینی سیدہ جسم اور نہایت

خوش دل رہیں۔ ہلکی نہیں۔ مرد اپنے جسم کے لیے لچک لچک رہے۔ عورت ویرج (نطفہ)

مائل کرنے کے وقت اپنا دائور مائل کرے اور اپنے سینے سے جانے مخصوص (نطفہ)

کو اوپر سکڑ دینا (نطفہ) کو کشش کر کے رحم میں ٹپکے رہے۔ پھر دواولی صاف پانی

سے غسل کریں (استیغاثہ صلا)

وہ سولہ سولہ کیا کہتے۔ کیا چلی اس گناہ کے کام کو قانون بنا دے

دینا نہ ہی درجست معاف رکھیں۔ ہوا محلی چونکہ قانونِ فطرت کے خلاف ہمیشہ جڑ سے

اڑیں لے انہیں لے اس امر میں جو کہہ رہا ہے وہی ہے۔ بسبب نا تجربہ کاری کے

بلا سکل غلط ہے۔ ہمارے سماجی دوست جن کا لیے یہاں باپ کام زہا کے کرشیکا

اتفاق ہوا ہوگا۔ وہ جانتے ہیں کہ جس وقت پر موی جی اپنی نا تجربہ کاری سے باطل

بے حرکت ہو کر کو حکم دیتی ہیں۔ اسی وقت تو حرکت میں سب کچھ ملتا ہے۔ تو

جان جو کھول دہی حرکت لے رہے اور سچ ہی کیا

ناظرین! ہمیں ایسی گفتگو پر معاف رکھیں چونکہ سولہ جی نے اپنی نا تجربہ کاری سے

آریوں کو غلطی میں ڈال رہے۔ اس لئے اُن کی خیر خواہی کیلئے اصل راز ظاہر کرنا پڑا۔ امید ہے۔ ہمارے برہمچاری بالوصاحب بھی اہل حال سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیونکہ قانونِ فطرت خدا کا فعل ہے۔ تو الہامی کتاب کا اُس سے مطابق ہونا بہت ضروری ہے۔ نہیں تو الہامی نہیں۔ ایسی ناک بھجول چڑھانے والے برہمچاری کو واجب ہے۔ کہ پہلے اصولِ مرفوضہ نمبر ۶ کو ملاحظہ کریں۔ پہلا جہ مذہب اور کتاب خدات قانونِ فطرت خواہشاتِ طبعیہ کو ملیا سیٹ کرنے کی ہدایت کرے۔ (وہ تو کیا ملیا سیٹ ہو گئی۔ بلکہ الٹا سر نکالیں گی) وہ مذہب بھی خدائی مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے؟

شیئہ! اسی بنا پر اسلام کے بانی۔ نہیں میں نے غلط کہا۔ خدا کے سپرے رسول سید الانبیاء محمد مصطفیٰ خدایہ الی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے باور بند پکار دیا تھا۔

لَا رُكْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

یعنی اسلام چونکہ بانی فطرت کا مذہب ہے۔ اس لئے اُسکا کوئی حکم فطرت کے خلاف نہ ہوگا۔ پس سنو! اسلام میں صحرا نشینی (جس سے قطع نسل ہو) جائز نہیں۔ کیونکہ مرد و عورت کی خواہش عورت کو مرد کی حלב ایک فطرتی تقاضے ہے۔ پس کتاب اللہ کے لٹو فرووی ہے۔ کہ ان کو ضائع کرنے کی اجازت نہ دے؟

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشت والوں کو لڑکے بھی ملیں گے۔ جو بغیر

آرٹیکل ۷۲

ڈاڑھی مونچھے کے نوجوان ہوں گے۔ میری تجویز میں نہیں آتا۔ کہ لڑکوں کی ویاں کیا ضرورت؟ لڑکے کن کو ملیں گے آدمیوں کو یا عورتوں کو؟ انصاف تو یہی چاہتا ہے۔ کہ جب ایک ایک آدمی کو بہت سی عورتیں مل گئیں۔ تو ایک ایک عورت کو بہت سے نوجوان لڑکے ملنے چاہئیں۔ مگر قرآن میں اسکا ٹھیک حل نہیں ملتا عقلیہ اور منصف مزاج خود اسکا حل کر سکتی ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا سب کو مذکورہ بالا بہشت سے بچا دے (دہرا)

اگر آپ سوامی جی کے روحانی سپوت ہیں۔ تو سنو! احکام کا مطلب ہی صحیح ہوگا۔ جو شکم خود ہوتا ہو۔ (دیباچہ ستیا رتھ پکاش صفحہ ۷) دیکھو

مستطابان

اصول موندہ نمبر ۷۔ پس اس نمبر کا جواب قرآن شریف خود دیتا ہے کہ :-

لَطُوفٌ وَعَلِيمٌ فَلَمَّا كَانَ لَهُمْ كَالْهُمْ لَوْ لَوْ وَكَانُوا (سورہ طور ۲۴)

یعنی اہل جنت کے ارد گرد خود ان کے پورا جونا بالائی میں سر ہونگو۔ یا ان کی خواہش کو مطابق وہیں جنت ہی میں دل پہلائی کو پیدا ہونگو (گھومتے ہونگو۔ ایسے کہ گویا مونی ہیں۔ کیونکہ لہم میں لام اضافہ کے لئے ہے جیسے المال لزيد (مال زید کا ہے)

بآلہ صاحب کہتے تو اس کلام کے کیا معنی ہیں ؟

بہت لوگ ایسے خنڈی اور ستم دہوتی ہیں۔ کہ وہ مستحکم کے خلاف منشا دہل کیا کرتے

ہیں۔ خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کی تاریکی کے پاس خاطر سے ان کی

عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے (دیباچہ ستیارتھ مٹ)

ہاں یہ بھی خوب کہی۔ کہ عورت کو بہت سے نوجوان ملنے چاہئیں۔ آج معلوم ہوا کہ

ویدک مت نے پردہ کی رسم اسی لئے نہیں رکھی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ سب ملکات کو معلوم ہو۔

جیسے معلوم نہ ہو۔ ہم دکھائیں گے کہ تیار ہیں۔ ایک جنتی کو متعدد حوریں ملنے کا ثبوت کہیں آیت

یا حدیث صحیح سے دینگے۔ تو ہم بھی جواب کے ذمہ دار ہونگو۔ ہاں دنیا میں متعدد عورتوں

کا کرنا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ سو اسکی وجہ نمبر ۱۱ میں آتی ہے۔ مختصر یہ ہے۔

کہ عورت مرد کو لٹو سکتی ہے۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے :-

يَسْكُنُوا كُنُوزَ ثَوْرٍ لَّكَ

جبکہ ترجمہ مع شرح وایماندگی کے الفاظ میں یہ ہے :-

عورت اور مرد کو وہاں رکھنا چاہئے۔ کہ بیچ و لطفہ اور بیچ کو بے پناہی میں چھوٹی

اس بے پناہی کو بیچانی عورت۔ رنڈی یا بیری مونس کی صحبت میں کھوٹی ہیں۔ وہ بڑی

بے عقل ہوتی ہیں۔ کیونکہ کسان یا مالی جاہل ہو کر بھی اپنی کیفیت یا باغیچے کے سودا اور کبیر

بیچ نہیں ہوتے۔ جبکہ معمولی بیچ اور جاہل کا ایسا ستر ہے۔ تو جو شخص سب سے

اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو بڑے کھیت میں کھتا ہے۔ وہ پیاری بیوی

کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کا پھل اسکو نہیں ملتا (سنو۔ تہ مٹ)

تو ایسی بھیتی بھی نہیں کہ اگر مرد بڑا ہو۔ یا اس کے لطفے میں خلل ہو۔ تو عورت کو اجازت دیکھو کسی دوسرے سے بیچ ڈلو اسے جیسا کہ بقول دیانند جی ویدکی تعلیم ہو۔
سنو! سوامی جی آگیا (فرمان) دیتو ہیں :-

جب خاندان اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دو کہ ایک بچہ اور ام کی خواہش کر لیاں عورت! تو جب سے علاوہ دوسرے خاندان کی خواہش کر کیونکہ ابہا محمد سے اولاد نہیں ہو سکی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ بیوگ کر کہ اولاد پیدا کر سکے۔ لیکن اس پر بلا ہے ہمارے خاندان کی خدمت میں کر بستہ رہی (سینا پتھوہ) ہمارے نازکے علاج پر جس سے بی بی کو اس بیان سے تو وہاں باپ نہ تو ہرگز کا کیوں نہ ہو

بہن! نقش پاکو جو تو بانی کا کیا ذلیل | میں کو چہ رقیب میں بھی سر کر بل جیلا

پس سنو! جیسا کہ ایک حکیت میں چند آدمیوں کی تخم ریزی نامتقل بات ہے۔ اسی طرح ایک عورت کا چند خاندانوں کے ماتحت رہنا بھی واپس خیال ہے۔ ہاں ایک کسان متعارف کھیتور میں تخم ریزی کر سکتا ہے مگر نہ بیوگ کے غم سے بلکہ اپنی مالکی اور حقوق و وجہ سے۔
سراجیہ! کہہ دو تو تفسیر ثنائی عدد دوم کا سہ مشیہ نہ خور سے دیکھو!

ترانہ کو تعلیم ہے کہ خدا کے نام پر قربانی کرو۔ قربانی کا گوشت آپ رکھ دو۔ دوسروں کو کھلاؤ۔ مگر حاضرین خود کچھ کرنا اور کھانا کھاؤں کہاں کہاں اور بیشت کہاں! افسوس صد افسوس حیوانی۔ انسانی اور جسمانی جذبات کے برسوں سے پہلے جو سے بکری اندکی تمام روحانیت کی بنی کو رات دن بھر رہی ہیں۔ ان کے گلے پر تو چھری نہ بھیری جاوی۔ اور معصوم اور گھاس خود بھیڑ بکری گائے وغیرہ مفید جانوروں کو نوچ کر کے ان جذبات کو اور بھی بڑا یا جاوی۔ کاش! اسے اہل اسلام تمام سچی قربانی کر سکے۔ بجائے بھیڑ بکری۔ گائے۔ اونٹ کا کھانا کھانے کے تم اپنے اللہ کے موزی جذبات کا کھانا کھا کر خدا کی درگاہ میں پیش کر کر شیعہ۔ عینیل کو مرتبہ کو حاصل کر سکے ابھیکہ خدا گوشت پرست اور خون کو نہیں کھاتا۔ تو پھر خون کیوں پہاؤ ہو! دل کی ہر نگرانی اس کے سامنے پیش کرو۔

مغوی تو قربانی پر جانور کو بھی بیشت دلوں میں دیکھو سرقا دیہاں شلوک ملو

مسلمان

بابو صاحب: ہر ایک شخص اور ہر ایک کتاب اور صنف اپنی اپنی موضوع اور اصول کا پابند ہے قرآن شریف چونکہ ہم کو ملتا ہوا ہے۔

مَا بَلَّغْتُمْ نِعْمَةَ رَبِّكُمْ فَبَشِّرُوا نِعْمَ اللَّهُ

یعنی جس قسم کی نعمت تمہاری باری ہے وہ سب خدا ہی کے ہاں سے ہے۔ اسی کی دی ہوئی ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا ہے۔

أَلْفَقُوا مَا سَأَرْنَا قَدْرَهُ

یعنی جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری رضا جوئی کے لئے خرچ کرو۔ پس ان دونوں حکموں کے مطابق ہم مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اپنی مال اور مال کے جمیع اقسام بلکہ موقع ہو۔ تو اپنی جان ہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ کیونکہ ہمیں نایم ہے کہ

جاں اگر سب ہی جانٹ دہند۔ ناں اگر تو سب ہی نانت دہند

بجز حیوانات کا مسئلہ پوری وضاحت سے سمجھنا ہو۔ تو پہلے ان کی نسبت پر غور کرنا چاہیو جو خدا کے انمول اور حیوانوں میں پیدا کی ہے پس بزرگ

مخلوقات میں ایک ہی نسبت عامہ ہے۔ یا تو کوئی مستعمل (برتن والا) ہے۔ یا کوئی

مستعمل (قابل استعمال) ہے۔ اب یہ سوچنا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں میں مستعمل کون ہے۔ اور مستعمل کون؟ غالباً اس سے کسی کو شک نہیں ہوگا کہ انسان سب کا مستعمل

ہے۔ اور یہ سب کی سب اسکی مستعمل ہیں۔ پس اس نسبت سے جو بات ثابت ہوتی ہو واضح ہے کہ انسان انکو اپنی تمام حاجات میں خرچ کر سکتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جس سے چاہتا ہو وہ

لیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے۔ ہل چلا تا ہے۔ جبر چاہتا ہے۔ سواری کرتا ہو۔ مگر غور

دیکھا جاوے۔ تو یہ سب کام جو سخت سے سخت انسان حیوانات سے لیتا ہے۔ اصل میں

انسان کے اپنے کام ہیں۔ مثلاً ہل کھینچنا ہے۔ تو اسکا ہے۔ سواری پر چڑھ کر سوار

کا قطع کرنا ہے۔ تو اس کا ہے۔ کھیتی باڑی کو بانی دیتا ہے۔ تو اسکا ہے۔ حیوانات صرف

اس کے نائب یا آلہ یا ذریعہ ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے۔ تو یہ کام بھی حضرت انسان خود کرتا پس

ان سب مراتب سے ذرہ ایک مرتبہ اوپر چڑھے کہ حکم خداوندی أَلْفَقُوا مَا سَأَرْنَا قَدْرَهُ

دینے ہمارے ہوئے ہیں سے خراج کرو ہم پر فرض تھا۔ کہ ہم جان کو بھی خدا کی راہ میں خرچیں۔
 مگر ان حیوانات نے ہمارے اس میں بھی نیابت کی۔ کہ ہم نے بجلے ان کی جان دینے کے
 ان کی جان اللہ کی راہ میں دیکر کسی مستدر تعیل ارشاد خداوندی کر دی۔ جس طرح وہ ہمارے
 باقی کاموں میں دیکھیں اور نائب ہیں۔ اس کام میں بھی ہم نے ان سے نیابت لی۔ کیونکہ ہمارے
 تو ہم پر یہ فرض تھا۔ کہ ہم خود اپنی جانیں خدا کی راہ میں دیں کسی اہل دل نے کیا اچھا کہا ہے
 درسلخ عشق جستم ز کور انکاشند ۛ لا عرفقان وزشت خرا نکشند
 گر عاشق صادق ز گشتن مگزید ۛ سردار بود ہر آنچہ اورا نکشند
 اگر آپ حیوانات کی وکالت اس کام میں نہیں مانتو۔ تو باقی کاموں میں بھی انکار کیجئے۔ ورنہ
 وجہ فرق بتلائیے! کہ کیوں آپ لوگ ان سے تمام سخت سے سخت کام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ
 ان کے بچوں کا دودھ جو بظاہر قدرت نے ان بچوں ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔ تم لوگ نہیں
 چھوڑو۔ اور غٹ غٹ کر کے بے ڈکار لئے بی جالتے ہو۔ حالانکہ آپ لوگوں کا اپنے کوئی
 حق نہیں۔ کہ انکو ناحق بند رکھو۔ سب کو چھوڑ دو۔ جنگلوں میں پھیرینگے اور اپنا گزارا آپ
 کریں گے۔ اور اگر آپ لوگ ان کاموں میں ان سے نیابت اور وکالت لیتے ہو۔ تو ایک
 مرتبہ اور اوپر چڑھنا کچھ مشکل نہیں جو ہم نے بیان کیا۔
 اب ہم اپنے ناظرین کو مشورہ کی (جو ہندوؤں اور آریوں کے مسئلہ پیشوا ہیں)
 گوشت خوری اور قربانی کے متعلق ایک حکم سناتے ہیں۔ منوجی شراہوں کے متعلق
 ہدایت دیتے ہیں:-

ۛ چھلی کے گوشت دکھلائے سے دو ہینے تک اور ہرن کے گوشت سے تین ہینے تک
 اور بٹیر کے گوشت سے چار ہینے تک اور پند جانور کے گوشت سے پانچ ہینے تک
 پتر (یاں باپ) آسودہ رہتے ہیں۔

بکرے کے گوشت سے چھ ہینے تک چتر مرگ کے گوشت سے نو ہینے تک (نام ہرن)
 کے گوشت سے آٹھ ہینے تک اور مد تک (نام ہرن) کے گوشت سے نو ہینے تک
 پتر آسودہ رہتے ہیں جب تکلی سورا بھینسا کے گوشت سے دس ہینے تک اور خرگوش یا کچھا

کے گوشت سے گیارہ بیسے تک (منہ سرتی اور میاں ۲۰ شلک ۲۶)
۷۔ فروری ۱۹۷۹ء کو امرتسر کے آرپوں سے گوشت خوری کے متعلق میری بحث ہوئی۔ جو
اخبار الجھڑیٹ امرتسر میں مختصہ چھپی تھی۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں نقل کی جاتی ہے

امرتسر میں آرپوں سے مباحثہ

جناب ایڈیٹر صاحب! ۷ فروری کو ایک لبا چڑا اشتہار بائناں کی دیواروں پر دیکھنے
میں آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ آج آرپن ڈیپنگ کلب میں گوشت خوری پر مباحثہ ہوگا۔
دس دس منٹ ہر ایک کو بولنے کی اجازت ہوگی۔ اسپر ایجنٹ نصرت الحسنہ امرتسر
کی طرف سے کلب مندر کے سکریٹری کو لکھا گیا۔ کہ اس طرح کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی
بلکہ اس طرف سے کلب مندر کے سکریٹری کو لکھا گیا۔ کہ اس طرح کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی
بلکہ اس تجویز کے لئے چند گھنٹی مقرر ہوں۔ اور مباحثہ کمرہ گان (وہی صاحب ہوں۔ چنانچہ
آرپوں نے اس تجویز کو منظور کیا۔ اور ۷ فروری کا دن ایسے سے ہرچوک مقرر ہوا۔ دس منٹ
ایک دفعہ بولنے کے لئے تجویز ہوئے۔ اسپر مندر کی طرف سے جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب
(مولوی فاضل) مباحثہ قرار پائے۔ آرپوں کی طرف سے ماسٹر اتارام جی امرتسر۔
مولوی صاحب نے گوشت خوری کی ممانعت کے دلائل طلب کیے۔ اسپر ماسٹر جی نے کہا۔ کہ
گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ نیز اخلاقی طور پر بھی منع ہے۔ اخلاقی طور پر اس کو منع ہو
کہ کسی جانور کو بوجھ کر شکار نہیں کوئی حق حاصل نہیں۔ اسی ضمن آئینہ میں ماسٹر جی نے یہ بھی
کہہ دیا۔ کہ موت سے تکلیف نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ تکلیف جتنی ہے۔ بیماری سے ہے
طبعی اور تدریجی غذا کے معنی یہ کہو۔ کہ انسان کے دلت اور معدہ گوشت کھانے کے لئے
نہیں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ دانت اور معدہ اگر قدرت نے گوشت کھانے کے لئے
انسان کو نہیں دیا۔ حالانکہ ہم ہر روز گوشت کو دانتوں سے چا کر معدہ میں ڈالتے ہیں۔
تو کیا ہم قانون قدرت کو خلاف کرتے ہیں۔ کیا کوئی شخص خلاف قانون قدرت کا نذر کا کام
نہاں سے اور نہاں کا اٹکھ اور آکھ کاناک سے لے سکتا ہے؟ ہمارا گوشت کھانا ہی

جس رابطہ ہے۔ کہ خدا نے ہمیں دانت اور معدہ گوشت کیلئے دی ہیں۔ یہی افلاک مافیت۔ سر
اسکا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا۔ کہ اول تو جس قدر تم نے ہیکلوان پر سوا دی کرنا۔ بوجھ
لان۔ انکا دودھ پینا (حالانکہ دودھ اس کو بچے کے لئے بہتر ہے) وغیرہ اس پر تاہو دیا
اُسی قدرت نے ہیکلوان کے کھانسی کی یہی اجازت دی ہو حالانکہ بچ کر نہ سے اُن کو سخت
ہی نہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ بھی کہتے ہیں کہ موت سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ بیماری ہی ہوتی
ہے۔ پس جس کو کھڑے کر کے نہ چھوڑیں۔ حقیقت میں اس پر دم ہے کیونکہ وہ بیمار ہے
وغیرہ نکالیت سے بچ جاتی ہے علاوہ اس کے بعض ہندی بانورس کا دینا خدا آپ کے
گردن پر بھی ستیا رتھ پر کھڑے ہوئے۔ یہ لکھتے ہیں۔ پس ایسے جانوروں کا کھانا جنکا
بنا ہی جائز ہے۔ دم کے کسی طرح خلاف نہیں۔ پس آپ انکو پیچھے کھائی۔ اتنا حصہ کشت
کا تو صاف ہر جاوے۔ علاوہ اس کے ایک ٹری بات مولوی صاحب نے بڑی دلچسپ کی
جو واقعی یہ ہے۔ کہ آجنگ آریہ سلج کے کافوں میں نہ پڑی ہوگی۔ اس لئے باشرعی
اس کے جواب دینے سے کسی قدر کہتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ وہ بیکہ مولوی صاحب
نے کہا کہ دیکھئے! آپ کو ایک مہل تجویز تھلا تاہوں جس میں آپ گوشت بھی کھائیں۔
اور آپ کے دم کے خلاف بھی نہ ہو۔ بلکہ آپ کو مالی نافعہ بھی ہو۔ اس مضمون کو غلط ہے
یہ لکھنے میں بیان کیا کہ آریہ سلج لیک اسشتار ویدی۔ کہ جس کی گائے رہنیں۔
بکری۔ بھینس۔ مر جاوے۔ وہ سلج کو اطلع کرے۔ سلج کے سمیراں انکو خود ہی پکھلایا
اور گوشت کھا کہ چٹری کے نقد کریں گئے۔ یہ نہایت مہل تجویز ہے۔ یہ بھی کہا۔ کہ آریہ
سلج چونکہ ایک تعلیم یافتہ پارٹی ہے۔ اگر کسی کوئی الزام دیکھا۔ کہ چوٹوں کا کام اختیار
کر لیا۔ تو ایسے احمقوں اور کم عقلوں کے اعتراضات سے سفیانہ کر لیا اور مری جھوٹ دیا
کرتے ہیں۔ حق تو یہ ہو۔ کہ یہ تجویز جعفر بن نے بڑی ہی معقول سمجھی۔ اور اسکا جواب
بھی باشرعی نے کوئی معقول نہ دیا۔ صرف اتنا کہا کہ آپ بھی مردہ جانوروں کی ایک قسم کی
کھول دین اور لاش تہا دیں۔ اسکا جواب مولوی صاحب نے دیا کہ ہمیں ترجیح
نہیں ہے نہ تو فیہ کر کے کھانا نہیں ضرورت کو آنگہ ہو۔ جو بچ کو خلاف دم جانتے ہیں

اتنے ہی اہل دین کے مہر و میراث میں پہنچ گئے جو غیث نے وقت کو ختم ہونے کی خبر دی مہر و
 اس پر گیا۔ مگر انہوں نے کہہ کر اس نے غلاف مہر و وجود وقت کو راجہ کے مسلمانوں کے
 آٹھ لے کر کے بعد تقریر جاری کر دی۔ حالانکہ انتہی وقت میں کہتے تھے مہر و ہندو
 مسلمان۔ آریہ۔ سکھ۔ سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ لیکن غرض غرض اسلام کی قطعاً اور
 مولوی صاحب مہر و کو دعائیں دیتے ہوئے دیکھا۔ ہر دس سال کی دوستوں کا بھی خدا خوشتر
 سکھ اور ہر اہل دین کی دینی دھرم سے عام ایسے ایسے بزرگ سال کی تحقیق میں لیتے ہیں۔
 راجہ جیکہ جیکہ لکھنؤ کی انجمن نصرت الہیہ میں جو کہ گئے۔ (انبار احمدیہ شہر
 ذریعہ شہرہ)

آرٹیکل ۲۲

قرآن کی تعلیم ہے کہ مردار۔ ذر اور خون حرام ہیں۔ حائضہ میں طہارہ
 قیاس سے کہتے ہیں کہ مردار کے کہتے ہیں۔ وہ جس میں سورج
 پر وار کر گئی ہو۔ وہ لاشی مارنے سے ہو۔ یا چھری مارنے سے۔ وہ شیطان کا نام
 بچ کر بگاڑ گیا ہو۔ یا جہنم کا نام لینے سے۔ مگر مردار وہ ہو کہ جس میں اسباب روح نہیں
 ہے۔ کیا خدا کا نام لینے سے اگر ایک جانور فسخ کیا جاوے۔ تو وہ مردار یا فانی از
 روح نہیں ہو جائیگا کچھ وہ حرام کیوں نہ ہو اب بچہ نہ کہنے کہ خون حرام ہے۔ میں اس سے
 پوچھتا ہوں۔ کہ اگر خون حرام ہے۔ تو ہر گوشت نہیں حلال ہو گیا؟ وہ بھی سراسر حرام
 ہوا۔ کیونکہ وہ بھی تو خون سے ہی بنتا ہے۔ ذرا خور کھوٹے امداد کے رحم میں لطفہ داد
 کے خون سے پرورش پاتا ہے۔ اسکی تمام ہڈی۔ پستانی۔ گوشت۔ پوست خون کا ایک
 قطرے سے بنتا ہے اور تمام جسم کی بالیدگی خون سے ہوتی ہے۔ ہڈی خون سے
 بنتی ہے۔ پوست خون سے گوشت خون سے جبہ بی خون سے یہ نہیں کہ خود اک میز
 ہڈی اور جبہ بی وغیرہ علیحدہ علیحدہ موجود ہوتے ہیں۔ پیٹ میں جا کر ہڈی ہڈی کیے جاتے
 اور گوشت گوشت کے ساتھ جاملتا ہے نہیں بلکہ پہلے خون بنتا ہے۔ پھر خون سے
 دیگر اعضا بنتے ہیں۔ لہذا خون حرام ہو گیا۔ تو پھر گوشت اس سے بھی بڑھ کر حرام ہو گیا کیونکہ
 وہ خون کا منجھرت ہے مگر میری بہائیل کو یہ بات کون سمجھائے۔ وہاں تو حضرت تائبین

کا نیم لگا ہوا ہے۔ مجاہد کیا کہ کوئی چوں کچک کرے۔ پھر پوچھئے کہ سور کیوں حرام ہے؟
 کیا اس لئے کہ وہ گندہ کی مٹا ہے۔ اگر یہی سبب ہے۔ تو مرغ مرغیاں اور کھیریں
 بھی حرام ہونی چاہئیں جو گندہ خور ہیں۔ یا کیا اس لئے کہ وہ شہوت پرست جانور ہے
 اس کے گوشت سے شہوت پرستی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پھر مرغ اور بکریں سے
 بڑھ کر شہوت پرست کونسا جانور ہے؟ وہ بھی حرام پہننے چاہئیں۔ مجتہد کوئی وجہ نہیں
 معلوم ہوتی۔ کہ سور کٹوں حرام کیا جائے۔ اور دوسرے جانوروں کو کیوں حلال سمجھا
 جاوے؟

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خون حرام ہے یہاں تک کہ اگر اسکا قطرہ کپڑے پر لگ جاوے۔
 تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو کیا سبھ خون لینے گوشت کھانے سے جسم اور روح دونوں
 ناپاک نہیں ہونگے؟ افسوس ہے کہ جسم اور روح کو کپڑے سے اپنی خیال کیا جائے۔

قرآن: اس دھینگہ دھینگے پر۔ یا ابو صاحب! کیا اصول ہو فروع نہیں
 اور دیا جسے تیار تھے رکاش صفحہ پر بھی عمل ہو کہ دوسرے کے کلام
 کو ناحق بگاڑ کر بلا وجہ اعتراض کا شوق پورا کیا جاوے۔ پس سنو!

مردار جس لفظ کا ترجمہ ہے وہ عینہ ہے جسکے معنی ہیں وہ جانور جو اپنی موت
 سے بغیر ذبح کے مرا ہو۔ دیکھئے! لذت عرب کی شہر اور بیعت بڑی دشمنی کا موس
 میں لکھا ہے :-

الہیۃ مالمہ تلحق الذکاة

انہی حصے میں نا رہی کا شعر ہے

گواشن صادق زکشت حق سگزی بد مردار بدہر آنخہ اور انکشد
 پس بتائیے! آپکی عقل پر فضول تقریر چھوڑ کے متعلق آپ نے کیا ہے۔ خلاف منشا رشکم
 کے ہے کہ نہیں؟

سنو! اور غور سے پہنلو!

بدعہم کے خلاف قتال کرنے کے لئے سخت ضدی اور ستم دہر لے رہے ہیں! دیا پر تیار تھے

پس آپ کا نام تارودوڈ لٹ گیا۔ تو کچھ کہاں سے لائیگا؟ (حیرت)
 کہ بخون کی بابت سنئے! خون سے مراد دم مسفوح ہے۔ یعنی جزدن کے وقت
 گردن سے خون نکلتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں دُمَانَةُ مَكُونَةٍ آیا ہے۔ پس بتلایئے، کہ
 آپ کی منطق کیا کہہ رہی ہے۔ کیا خون سے اگر گوشت بنتا ہے۔ تو خون غنی سے نہیں بنتا،
 پھر مٹی اور گوشت ایک ہی ہے؟ یہ کہاں کی لاجبک (منطق) ہے کہ بعد اس ستم
 اور تحلیل بھی دونوں چیزوں کو ایک ہی کہہ جاوے۔ کیا بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے
 تو درخت اور بیج ایک ہی ہے؟ کیا کھارے آپ کی آپ کی بھاجی وغیرہ نشوونما پاتی ہے
 تو دونوں ایک ہی ہیں؟ پھر کھاتے کیا ہو؟

پس سنو! ہم آپ کو ایک اصول بچھلاتے ہیں۔ جس طرح بعض خوردنی جسم کو مفید ہوتی
 نہیں۔ اور بعض مضر۔ اسی طرح بعض چیزیں روحانی اور برائمان کو مضر ہوتی ہیں اور بعض
 مفید۔ اس فقرہ سے اصولاً تو آپ کو بھی انکار ہوگا۔ کیونکہ آپ بھی اسی اصول سے
 گوشت خوس کو مضر اور روحانیت کے خلاف بتاتے ہیں۔ پس اب سنئے! کہ جس طرح
 ایک مستند ڈاکٹر کا قتل اشغیا خوردنی کے لفع و نقصان کے متعلق حجت اور سند
 ہو سکتا ہے۔ خواہ بیمار اس کی بابت سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح روحانی مضر اور نفع کے
 متعلق بھی یہی حکم ہے۔ سچا بلہم اور خدا کا رسول جو تبار و وہ سند ہے۔ جس چیز سے
 روک دو۔ وہ قابلِ پرہیز ہے۔ اور جس کا حکم کرو۔ وہ واجب العمل ہے۔ (دیکھو اصول
 مرقومہ نمبر ۱۲) ان احکام پر بحث کرنا فرعی بحث اور تفسیق اوقات ہے۔ اس رسالت کی
 بحث اور ثبوت کا طریق ادا ہے۔ جو ہم نے شرح کتاب میں لکھا ہے۔ پس جس قدر
 غذائیں شریعت میں منع ہیں۔ ان سب کا ایک ہی اصول ہے کہ وہ روحانی طور پر
 مضر ہیں۔ اسی لئے اسلامی شریعت میں اشباح و زواری کا حکم مختلف ہے۔ جس قدر
 اور جتنے حصے میں مضر ہیں۔ اتنی ہیں ان کے حکم میں سختی ہو۔ کوئی تو قطعی مرام ہے۔
 کوئی ملکہ و تحریمہ کہ کوئی مکروہ مقرر ہے۔ پھر اس شرعی تفصیل جو اب آگاہ ہے۔ کچھ

تو کوئی چیز براد راست انسان کے اخلاق پر مبنی ہوتی ہے کہ کوئی اس کی حیا پر مبنی ہوتی ہے کہ کوئی بلا واسطہ مبنی ہوتی ہے کہ کوئی با واسطہ مبنی ہوتی ہے مثلاً اس کے کھانسی کسی کا ضمیر سے طبیعت پر لگتی ہے۔ اسلئے منع ہوتی ہے۔ مگر اس تفصیل کا معلوم کرنا امت کا کام نہیں۔ بلکہ نبی علیہ السلام کا ہے۔ امت کا کام قدرت کی تحقیق ہے۔ جس کے لوازمات دلائل ہیں۔ مفسر بحث حق پر کاش کے نمبر اول میں لکھی ہے

علماء اسلام نے ہر ایک حرام کی حکمت بتلائی ہے۔ ان سب تحقیقات کے ذمہ دار علماء ہیں۔ ممکن ہے غلط ہوئی۔ اس لئے کہ اذان کی پوری تحقیق کا معلوم کرنا بجز صاحب دینی اور نبوت کے کسی کا کام نہیں۔ پہلا آپ جو اذن اور دوسری ہیں اور جتنا ہی ہیں کہ گوشت خوری سے روایت کو حلال پر مبنی ہے۔ کول لیل بھی دی ہے۔ بلا سے بھی بڑا یا ہو گا کہ روایت سے آپ کی مراد کیا ہے۔ شکیہ بہم آپ کو بتلاؤ نہیں۔ روایت سے مراد خدا کو تعالیٰ ہر ملک الملک۔ الشہر۔ عید آئندہ سر پر شکایتان۔ زکار و حلالہ۔ لا الہ الا اللہ جو کہ طرف روح کا پیدا ہونا اور ہر وقت انابت اللہ اور خشیت اللہ کا رہنا یعنی ہر ایک کو ہم میں یہ خیال رہنا کہ میرا ملک مجھ سے راضی ہو۔ اور کوئی حرکت مجھ سے ایسی سرزد نہ کرے کہ وہ نماز ہو جاوے۔ ایسی روایت کی تعلیم جیسی کہ قرآن شریف نے دی ہے۔ اس کا مفہول بیان تو آگے جلد یہ قرآن شریف کی خصوصیات میں ہم کرینگے ہر دستا بہم یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد یا نبی سلطان محمد رحمہ بھی تو گوشت خور ہو کر کیا تھے؟ روایت آپ کے روحانی باپ و نانی سے کہ تھی؟ جو اس رحم علی اپنے تحت بلکہ وہ بھی کہ تکلیف شدہ ہیں۔ دیکھو کہ فرزند و بند کے اظہار شکایت پر کہا تھا کہ بیٹا خدا کی طرف خیال رکھو۔ دنیا میں آرام کیا ہے؟ دنیا تو سراسر تکلیف خانہ ہے۔ پھر ایسی تکلیف کے وقت بڑے استقلال سے ابھی اس کے ہوش حواس اچھے تھے۔ مگر انہی وقت کی نہ تھی۔ چونکہ بیانش دم قلب کے خون جاری تھا۔ آپ لوگوں سے مشورہ کر کے اس کے گفت کے لئے تیار ہوئے۔ اس وقت آپ نے فرزند و بند سے کہا کہ اسے سوئی میں تیرے گفت کے واسطے پیرا قصہ صاحب سے لے آؤں۔ کیونکہ اس وقت ہمارے گھر میں موبد

نہیں کسی دوسری فراموش رہا۔ پھر یوحنا پر خاموش رہا۔ پھر اُس کو چند آیات قرآن بے صورت کے سنائیں۔ کسی دوسری فراموشی اس حالت میں سنکر خوش ہوا اور کہا کہ میاں صاحب بابائے لیکن جلد ہی بمانا۔ کیونکہ جبکہ بہت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ میاں جی مرحوم اُجڑ گیا کہ بیک وقت یہ چھوٹے بھائی ابراہیم سے زیادہ تکلیف نہیں بلکہ بہت کم ہے۔ تو فرما سکا حال نہیں دیکھا۔ کہ وہ اخیر دم تک کیا صابرارِ شکر رہا تھا۔ یہ نصیحت دیکر آپ پر اسے کفرِ تشدّد شریف لگنے لگا۔ اور آپ کو واپس آتے راستہ ہی میں بخار ہو گیا۔ خیر آپ ابھی پہنچے۔ اور دوسری اتنی رات کو ساہی ملک بٹا ہوا۔ مگر اُس وقت بجز اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ کے ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے بعد از انتقال فرزندِ دلدادہ آپ چند روز زندہ رہے اور سخت بیمار تھے۔ اور خون مانند سیاہی مارِ طاعون قلب کے آتا تھا۔ مگر اس سختی میں آپ نے نماز نہیں چھوڑی۔ نماز غنائی کے فرض چار بائی پرا داکئے اور نمازِ فجر سے اَدل ہی حالت فرما گئے۔ مگر اُس حالت میں ایک اور لطف کی بات سنو! جو شخص دیگر گلوں یا غص گلوں سے واسطے افسوس اور بھاری پیسی کے آتا۔ اور اگر کچھ افسوس کرتا۔ تو آپ اُس کو توبہ کی تعلیم دیتے اور نماز روزہ کی وصیت کرتے +

بابو صاحب! یہ ہے گوشت خوروں کی روحانیت! اور یہ ہوان کی زندہ دلی۔ مگر افسوس کہ آپ اس کوجہ سے بالکل آگاہ نہ تھے۔ آپ کو کیا معلوم کہ روحانیت کیا ہوتی ہے یا توہنی تھے سنائے نام لے دیا کہ گوشت کھانے سے روحانیت میں فرق آجاتا ہے۔ کیا کوئی روحانی طبیب یا ڈاکٹر نبوت آپ کے پاس سے حالِ انکسار دیکھتے ہیں۔ کہ سنگمان باوجود گوشت خوری کے باوجود تازہ رہتے ہیں۔ رخصا کی یاد کرتے ہیں مگر آریہ باوجود ادا بہت کھانے کے سندھیلے سے بھی نائل ہیں۔ میں ایک معتبر آریہ مصنف کی شہادت آیکو سنا تھا۔ میں سے آپ کو آریوں کی روحانیت کا اندازہ ہو جائیگا۔ غور سے سنو! لا ادر انا کاشن ہتہ مصنف تارخ آریہ کل جع لکھتے ہیں:-

”دوسری دیندگی ذات کہ بعد تو گد مہر شت کرم کو نیاں لہوا۔ اس نیاں کا نتیجہ یہ ہے کہ قوت بہار دہر آریہ سنہ بیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی آریہ مہر ان کے انبوہ مہر ان کی ایک۔“

بہت معتدل تھا ایسی ہے۔ جن سے سندھیا کرنا تو درکنار سندھیا کے شتر نہیں آؤ۔ یہ کیا۔

ایسا ہی وہ ہے جسکا دھرمک اثر لوگوں پر اور خاص اپنی ذات پر نہیں ہو سکتا۔ (نارنگ آئینہ)

سنو قرآن شہر لطف نے روحانیت کا گھر اور مدار کار بنایا ہے۔ جو خدا کا فضل ہے

مسلمانوں میں باد بود گوشت اور دیگر نعمتیں کھانے کے ہی اکثر یا جاتا ہے خوب سنو ارشاد ہو

وَجَالٌ ۙ تَلْفِظُہُمْ حَتَّىٰ لَا يَخْبِرُ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

یعنی اللہ کے نیک بندے اور روحانیت رکھنے والے وہ ہیں جبکو تجارت اور دیگر امور دنیاویہ اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر وقت اُن کی دلی توجہ خدا ہی کی

طرف رہتی ہے چنانچہ انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

وَيَسْتَلِیْ اِلَیْکَ شَکِیْلًا

یہ یعنی مسلمانو! خدا کی طرف جھک جاؤ۔ اور اُسی سے لپٹ رہو۔ کسی دوسرے کی طرف خیال تک نہ کرو۔

مجھے بار بار آپ کے اور آریہ سماج کے سانچے کے ٹھہلے ہوئے الفاظ سنا حیرانی ہوتی ہے۔ گوشت سے روحانیت میں بگاڑ آتا ہے۔ انجیل بوالعجبیست؟

پس اگر روحانیت مراد یہ ہے کہ انسان اپنا روحانی تعلق خدا کے تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑھ کر رکھے۔ تو ایسی روحانیت گوشت خوری سے کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس کا دوسرا

ترقی ہے۔ کہ خدا کی نعمت ہے۔ اُس کا شکریہ ہم پر واجب ہے اور اگر روحانیت کوئی اور شے ہے۔ تو وہ بیان کیجئے! کہیں نیوگ کی اشاعت نہ ہو (چیلر)

تھا ہذا کے طبع اول کے بعد اخبار روزانہ میں ایک عیسائی کا مضمون دیکھنے میں آیا تھا۔ جنہا ظہر کی دلچسپی کے لئے ہم بھی نقل کر رہے ہیں:-

عبدالغفور آریہ

اس مضمون آریہ نے ۱۶۔۱۷ اعتراض قرآن کی تعلیم پر لکھے ہیں۔ سو اُن کا جواب مسلمانوں کے

دہ ہے۔ مسٹر۔ کہ دلی نور الدین صاحب بھیروی لکھتے ہیں (مولوی شمس الدین صاحب)

ہی اس کا جواب تحریر اسلام شائع کر دیا ہے جس کی قیمت ۱ روپے (بجائے صرف ایک بات
نہی کی نسبت کہنی ہے جو کہ دیر پاہ کے صفحہ ۹ میں لکھی ہو۔
یہ مخون پر بھیجی تحریر فرماتے ہیں :- کہ

ہمیں نے قرآن اور اسلام کو سب سے پہلے درجہ میں پایا۔ بائبل اور عیسائیت کو اس سے اوپر
اور کئی درجہ اوپر اور بہتر پایا۔ میں عیسائیت کو قبول کر لیتا۔ اگر عیسائیت کی ہوشیاری
یہ سوچید و دیگر ادبیات کے میرے راستے میں روک نہ بنتیں۔“

لایب تئیس کا مسئلہ ایک سخت لدی چٹان ہے۔ تاہم کھٹا لوگ ہمتو پیا جن کی انہیں
خستہ کھلی ہیں۔ مگر افسوس ہو کہ با تحقیق و تفتیش مخون پر بھیجی نے اس کو رد کیا۔
محققوں کا یہ کام نہ تھا۔ کیا انہوں نے کسی سچی مشنری یا کسی ایسے مسیحی سے جو محمدیوں سے
سچی ہو ہو۔ اس کی بابت دریافت کیا؟ سخت افسوس ہے۔ کہ با تحقیق انہوں نے
اسلام کو چھوڑا۔ ایسے زود باش شخص پر نا مخون آریں کو خیر ہو تو ہو کہ کیونکہ ملاقات کو
وقت جب میں نے ان سے دریافت کیا کہ تاسخ اور نیوگ کی بابت آپ کی کیا رائے
ہے۔ تو جواب دیا کہ اہی میں اس کی اسٹڈی کر رہا ہوں میں نے عرض کی کہ پرتیبت
یانا ملی آپ نے نہیں کی کہ ریزہ کامل آملی کے آپ نے اسلام کو خیر باد لکھا اور یہ دہرم قبول کیا۔
اسلام میں کیا نقص پایا۔ جلد یا کٹوشت خوری ان کی اس بیعت پر مجھ کو ایک لطیفہ
یاد آیا۔ جہاں ظہر کے خاق کے خاطر لکھا ہوں۔ جو حسب حال مخون پر بھیجی کے ہے :-

لطیفہ

ایک جلازمات کو کسی سلہ کار کے گھر جہڑی کو کہا۔ اسباب کی گٹھری بانڈہ کر دیا۔ سے جو کوڑا
لگا۔ تو گٹھری اندر گر گئی اور آپ علیہ کے باہر گر گیا اور پگ لگا۔ صبح کو پولیس لوگوں
اکٹھے ہو گئے کسی کو نہ لگو۔ کہ چور کس پر ستا یا۔ اور کہ گٹھری جھپٹ کر چلا گیا۔ جو چور ناہو
نے، یکجا۔ کہ لوگوں کس قدر حیران ہیں۔ تو کہہ لگا۔ کہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے۔ کہ چور اس پرستہ
سے اندر کودا۔ اور اسباب لگا لکھو باہر مخون میں گٹھری بانڈی اور اس راستہ دیو دیو پڑا۔

جیوں پہر کوئلے لگا۔ تو گھٹری اندر میں باہر

بغیر ہی حال اس مضمون بہم پاری کا ہے۔ مجھے قرآن کے حال پر بحث انوس ہے کہ
گردے سے نکل کر کوئیں میں گر گیا۔ کاش کہ اب ہی سچوں سے ملکر اپنی قتل کرو۔ اگر تسی
نہر کے۔ تو خیر وہ بری الذمہ ہونگی تحقیق تو فرض ہے کہ

راقم مضمون نے تو صرف ایک جھپتی ہی پر قناعت کی ہے۔ مگر ہم بالو صاحب اور
اُن کے ہمنیالوں کو درہ قدرت کا تماشہ دکھاتے ہیں۔

قدرت نے جو اعضا انسان بلکہ حیوانات کو بھی دیے ہیں سب ایک ایک کام کیلئے
دیئے ہیں۔ جس کام کے لئے قدرت نے اُن کو بنایا ہے۔ ممکن نہیں کہ اُن کے سوا
کوئی دوسرا کام اُن سے لے سکے۔ مثلاً کان سننے کو ہیں ناک سونگھنے کو۔ آنکھ
دیکھنے کو۔ زبان مزہ چکھنے اور بولنے کو۔ رات چبانے کو۔ معدہ ہضم کرنے کو۔ دھلی
ہذا القیاس یہ ممکن نہیں۔ کہ کان کا کام آنکھ سے اور آنکھ کا زبان سے اقام
ایک کام سے دوسرے سے لے سکے۔ کسی عضو کا کوئی کام دیا صاف دلالت کرتا ہے
کہ وہ عنواں طلبہ کے لئے پیدا ہوا ہے۔ پس ذنوں سے جب ہم گوشت کو چباتے
ہیں۔ اور معدہ میں ہضم کرتے ہیں۔ قیاس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہو کہ قدرت نے
ہمارا دلالت اور معدہ کو گوشت خوری کے لئے بنایا ہے۔

آریہ کہتے ہیں کہ گوشت انسان کی مبیعہ خدا نہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ
انسان گوشت کھاتا ہے۔ تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ جسمانی قوت حاصل ہوتی
ہے۔ اور مثل لکڑی یا مٹی کے گوشت سے کسی طرح کی مضرت نہیں ہوتی تو پھر یہ کیونکر
صحیح ہو۔ کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ طبعی غذا ہی ہو جسکو طبیعت ہضم کرے
اور اگر طبعی کے معنی کچھ اور ہیں تو وہ بیان کریں +

گوشت خوری کے لئے سب سے بڑی بیماری وجہ اور قوی دلع (بقول آریہ سلج افیج)
حیوانات ہے۔ جبکہ جواب مضمون منقول اخبار الطہریت نہرجہ ص ۷۷ سے مل سکتا ہو۔
سچا چو! سائنس کے دعو! قدرت کی سائنس سے کام لو!

نمبر ۲۶ و ۲۷
مسلمان

قرآن کی تعلیم ہے کہ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ میں جو حُرمت کی جگہ
تسلیم کیا جاتا ہے۔ خن مست گراؤ۔ کیا خدا کا گھر سب کے ایک

کونے کی چار دیواری تک ہی محدود ہے اور باقی تمام دنیا سیفان کا گھر ہے؟ کوئی وجہ
نہیں معلوم ہوتی کہ اس گھر میں تو خمن بھاتا من کیا جاسو۔ اور دوسری جگہ میں پجارت
سمجھا جاسے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا محدود بالمشاں ہے۔ اور عرب کے
ایک گوشہ میں اپنا گھر رکھتا ہے۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ احرام کے دنوں میں شکار کھیلنا اور کسی بے اذیت مارنا حرام ہے۔
احرام سے وہ دن مراد ہیں۔ جبکہ حاجی لوگ خدا کے گھر کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ ارادہ
کرتے ہیں۔ مگر کیا محض عربی پھینے کی خاص تاج مقرر ہو سکتی ہے؟ جبکہ انسان کو باہر
بے اذیت مارنا چاہئے۔ اگر ہاں تو ماننا پڑیگا کہ خدا ہی فصلی بیروں کی طرح ایک خاص
موقع پر اپنے گھر میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اور باقی دن غائب رہتا ہے۔ مگر ایسا نہیں خدا
بروقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ جو کیا حاجی ہے۔ وہ ہمیشہ ہی بے اذیت زندگی بسر کرتا ہے۔
اور کبھی بھی جانوروں کا خون گرا کر زمین کو ناپاک نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کسی مومن کو ہمارے
کاظم کاٹ کر اپنے اندر سے دیکے بھاؤ کو جو دھرم کامل لینے کی بڑے نقصان نہیں پہنچاتا۔
وہ ہمیشہ ہی احرام میں رہتا ہے۔ اور اسی لئے ایک عربی حاجی سے بڑھ کر جسکا احرام چند دنوں
کے لئے ہی ہوتا ہے۔ زیادہ عزت کا مستحق ہوتا ہے۔

نمبر ۲۶ و ۲۷
مسلمان

خدا کا سکونت گھر تو نہیں۔ ان سب سے توبہ نامکان ہے۔

قرآن شریف بتاتا ہے :-

لن یقبل شئ

یعنی خدا کسی چیز کو نہیں مانے گا جس میں سکونت نہ کیا گیا ہو۔ ہاں اُس کی
عبادت کے لئے مکان ہو۔ جسکو مجازاً اللہ ہی کہہ دیتا ہے۔ جس کے لئے
میں مقبلاً اللہ لینے اُس کی عبادت کی جگہ۔ ہاں وہ کہتا ہے جو

مِنْ ذِي الْاَلْوَانِ لَا اَلَا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ كَانُوا

یعنی تم جہاں کہیں تین اشخاص ملکر بیٹھے ہوں۔ ان میں جو تھا خدا ہوتا ہے اور جہاں وہ پہنچ ہوتا ہے۔ چھٹا خدا ہر تہا ہے۔ اس کے کم ہوں یا زیادہ سبہر حال وہ کن کے ساتھ ہے۔ کہیں بھی ہوں۔

آن سننے کا کوئی دیر نہ لائیے !

انگو حیوانات پر بار بار بہت رحم آتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو ہم ہی آپ کے اس رحم میں شریک حال ہیں۔ سگڑا انسویں ہی۔ کہ قدرت کا مقابلہ ظاہری کا کھر اور ظہور کا غیر نہیں۔ قدرت نے جب انگو ہمارے قدر نگار اور مستعمل بنایا ہے۔ پس جس طرح اور جس کام کے لئے ہم انکو چاہیں استعمال میں لاسکتے ہیں۔ اگر آپ یا آپ کے سامی جی ایسے رحمت ہیں۔ تو بلا سہی کہہ ہی تو ایسا کیا ہوتا۔ کہ دس کوس سواری پر چلکہ ایک دفعہ کوس لئے ہی اپنی پیٹ پر سوار کرتے تاکہ آپ کی رحمت اور نیک نیتی کا ثبوت ملے۔ آج تک نہیں کھیلے۔ تو آئندہ ہی سہی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ قافین قدرت اور مہجول رمل کا توڑنا آپ کی اور میری طاقت سے باہر ہے۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاطی کا خدا نے بڑا ہمارے سانپ بنا دیا۔ جسکو دیکھ کر فرعون جو ایک منکر از خدا

باوث اوتھا۔ ڈر گیا۔ اس نے سمجھا کہ موسیٰ بڑا عبادو گڑ ہے۔ تمام جادو گروں کو حاضر ہونیکا حکم دیا۔ جادو گروں نے لاطیوں اور سبیل کے سانپ بنا دیئے۔ موسیٰ بھی یہ تماشا دیکھ کر ڈر گیا۔ خدا نے اسی وقت فرشتہ بھیجا کہ مت ڈر توجیت مائیکہ۔ اپنی لاطی زمین پر پھینک دے۔ پس موسیٰ نے حسب ارشاد خداوند قرآن اپنا ڈنڈا زمین پر سے مارا۔ پھر فَاِذْ اِجِیْ تَغَاثُرَ مَیِّمَیْنِ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک ہمارے اردو بن گیا اور فَاِذْ اِجِیْ تَغَاثُرَ مَیِّمَیْنِ جادو گروں کے ڈنڈوں اور رسیوں سے بنائے ہوئے تمام ہی سانپوں کو کہا گیا۔

موسیٰ نے ناکورہ بالا لاطی مار کر سمندر کو بنا ڈیا۔ اور اس میں بارہ راستی بن گئی۔ موسیٰ کا سارا لشکر ان میں سے گزر گیا اور جب فرعون کا لشکر گذر نہ لگا۔ تو سمندر

لگایا۔ اور وہ ساری قوم کو گٹھ اور موسیٰ علیہ السلام کے بیچ منکروا۔ وہ ایک عجیب لٹھی تھی
جب بنی اسرائیل گمراہ ہو گئے۔ اور خدا کی باتوں کو جھٹل گئے۔ تو خدا نے یہاں سے ڈھلایا۔ اور
ان کے کہنے یا تو میری بات کو مان لو۔ ورنہ ابھی پوچھو اور تمہارے سر پر گرے گا ہے

ان نبروں کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام صحیح نہیں
مگر ہم اصول پر غور نہیں کرتے ہیں۔ کہ کوئی کام قدرت کا خلاف

مستطاب

قانون نہیں۔ قیامت ہے تو وہ بھی قانون سے۔ پرکے ہے ستو وہ بھی نہ چل سکتا
ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ ان قوانین کا اعطاء اور علم ہم کو بھی ہو۔ پس لاٹھی سے
سانپ بچانا اور پہر اسی طرح لاٹھی کی لٹھی پر جانا یا پیر کا سروں پر آجانا ایسا ہی ہے جیسا کہ
سپنے اپنے وقت پر حجاز اور یوں کا زمین سے نکل پڑنا۔ (دیکھو ستیا رتھ پرکشش ص ۴۴)
اصول پر غور نہ مذکورہ میں ہم بتلا آئی ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں آجکل بھی ایک
بکری کا ایک بچہ ایسا موجود ہے۔ جسکی ایک ہی آنکھ ہے وہ بھی سامنے پیشانی پر تو کیا یہ
خلاف قانون قدرت ہے یا نہیں۔ اس کیلئے بھی کوئی قانون ہے جس پر اس سے پہلے
ہمیں اطلاع نہ تھی۔ اور اب بھی بچہ اس لمحہ کے کوئی خبر نہیں کہ کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے۔
تحریک اسی طرح معجزہ اور کرامت کو نبوت کے ساتھ ایک ایسا عجول کیف تعلق ہوتا ہے
جس کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ نبوت ایک ایسا مرتبہ ہے۔ جسکا روحانی طریق
سے خدا کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہوتا ہے۔ معنوی طور پر نبوت کے تمام کام خدا کو تہ سے
انجام پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

مَا كُنَّا لِرَسُولٍ أَنْ يَقُولَ إِلَّا بِأَمْرِ اللَّهِ (سہیل ص ۱۰۰)

یعنی کہ رسول میں یہ طاقت اور لیاقت نہیں کہ کوئی معجزہ یا نشان دکھاسکے۔ مگر خدا کو
حکم یعنی اس کے قانون سے۔ جب معجزہ کا وقت اور روحانی اسباب جو اس کیلئے
مقرر ہیں۔ بتایا ہوتے ہیں۔ تو وہ بھی ہو جاتا ہے۔ لاٹھی کا سانپ پر یا مرد کا چلانا ہر
معراج ہو۔ یا پیر کا بلند کرنا ہو۔ دریا کا پھاڑنا ہو۔ یا چاند کا چیرنا۔ ہر کام چلانا ہو یا آفتنی کا
نکالنا۔ سب کا آسان پر جانا ہو۔ یہ مرقوں کو زندہ کرنا۔ چونکہ یہ سب کام قدرت اللہ کا تحت

ہیں۔ اس سلسلے اُن کے لئے کئی قانون ہی ہے
 پس اپنی تسلی و اطمینان کو خدا تعالیٰ اُن کے روحانی اسباب کے جرح ہونے کے وقت اظہار
 کر دیتا ہے۔ چونکہ اس ارکان روحانی سلسلہ جسمانی سلسلہ پر مؤثر ہوتا ہے۔ (دیکھو اصول
 موعودہ نمبر ۱۱) اس لئے انبیاء کے روحانی کمالات سے جسمانی اشیا پر حکم الہی بہت اثر
 ہوتا اور یہی رنگ دکھاتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ اس سے تو لازم آیا کہ یہ سب کام قدرتی ہیں
 تو بیغیروں کو اُن سے کیا تعلق؟ اُن کی نبوت کا اُن سے کیا ثبوت ہے؟ تو اس کا
 جواب یہ ہے کہ بیشک یہ سب کام قدرتی ہیں اور قدرت ہی کے حکم سے صادر ہوتی ہیں
 اور ہر ایک آدمی کا کام نہیں کہ ایسے کام دکھاسکے مگر چونکہ اُن کے روحانی اسباب
 کے سلسلہ میں نبی اور رسول کا وجود یا دعا ہی بطور جز کے شامل ہے۔ اسی لحاظ
 سے وہ مجزہ نبی کی نبوت کا ثبوت دیتا ہے۔

بلکہ صاحب اس تفسیر کو کافی نہ جانیں تو پہلو بٹلا دیں کہ پُرے کے آئینے کا کتب
 قانون ہے اور صبر و بردباری کے سیکڑوں جوان جوان آدمیوں کا زمین سے نکل
 آتے کیلئے قانون ہے۔ پہلا کوئی دہریہ یا جینی اسی اصول پر پورے کا انکار کرے کہ یہ خلاف
 قانون ہے تو بالو صاحب کو کوئی روشن دماغ کہہ دیا جواب دیکھا مگر زورہ اپنی جوتھو اصول
 کو یاد کر کے جواب دیکھیگا۔

پس مختصر یہ ہے کہ معجزات کا ظہور بھی قانون قدرت کے ہے۔ اور ان کے ثبوت مثل اور
 واقعات کے دیکھنے سے ہر جامع خیر کے پہنچنے سے چنانچہ یہ سب کچھ پایا جاتا ہے۔
 اُسے ایسا دایا کہ معجزات کے ماننے والے اس وقت دنیا میں قریب قریب کل دنیا کے
 ہے۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان۔ ہندو۔ بودھ وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے بزرگوں کی نبوت
 معجزات ماننے ہیں تو بھلا باوجود اس بات کو کہ لوگ ماننے ہیں۔ جبکہ شمار بھلائی انسان
 سے باہر ہے۔ اُس کو جھوٹ کہنے والا کہہیں خود تو جھوٹا نہیں؟ اگر اسپرینسی اڑاؤ۔ ٹوٹنا
 سوامی دیا نیس جی جی راج کیا فرماتی ہیں:-

معجزات دوسرے ہیں جو جن کے ہر اصل کو رٹیں آدمی سمجھتے ہیں بھلائی اور ٹوٹنا

اپنے کو بچانا ہر کرو۔ اس سے بڑھ کر عجیب اور مذہب کن ہو سکتا ہے (ستیر بحثہ)

صفحہ ۵۲ (۱۶۹) (کچھ جی کھلن دہرم ہے) چیر

آرہب نمبر ۵۲ و ۵۳ | قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ حضرت سلیمان ایک دن میدان میں سے گزر رہے تھے۔ وہاں کی چوڑیوں نے جب اُن کو لشکر کو

آنے دیکھا۔ تو ان میں سے ایک چوڑی بولی کہ ہائیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو سلیمان اور اسکا لشکر ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ سلیمان بات کو سنکر بہت ہنسنا اور اُس نے خدا کا شکر کیا۔ کہ وہ چوڑیوں کی بات حیت کو بھی سن سکتی تھی (سورۃ ائت)

قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت سلیمان جانوروں کی بولی جانتے تھے۔ چنانچہ ہڈیاں چک رہے تھے کہ جو قرآن میں فقہ دیا ہے۔ وہ عجیب ہے۔ ہڈیوں کی سلیمان کے ساتھ بات چیت۔ چکی رہے کہ ملک کی طرف خط لکھانا۔ اور وہاں سے جواب لانا۔ ملک کا سلیمان کے پاس آنا۔ وغیرہ وغیرہ ایک دلچسپ قصہ اور الہامی حکایت ہو۔ شاید اسی لئے لوگ ہڈیوں کو سلیمان کا بیٹا کہتے ہیں۔ مگر کیا وہ آجکل اپنی سلیمانی بولی بھول گیا ہے؟ افسوس ہے۔ کہ ایسی کپڑوں کے لئے حیرانگیل کے پرٹھکائی جائیں۔

نمبر ۵۲-۵۳ | ان دونوں نمبروں کا مدار بھی انکار معجزات پر ہے۔ جس کی تحقیق سابقہ نمبروں میں ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں بالوصاحب خود بھی کسی دلیل کے ذمہ دار ہیں یا نہیں؟ جہاں دیکھو کیسا ہی باریک سے باریک مسئلہ ہو سہاہیت کا ہو یا روحانیت کا۔ معمولی متسخر کر کے گزر جاتی ہیں۔ بلائے کسی دلیل سے اپنا انکار مدلل کر لیں۔ بھلا کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ کب جانور اپنا مافی الضمیر اور مطلب کسی طرح ادا کر کے ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں یا نہیں۔ پھر اگر وہی مطلب خدا تعالیٰ نذر لیتے وحی و الہام کے اپنے رسول اور نبی کو بتلا دی۔ تو کیا مشکل ہے؟ خیالی تو ساری یہ ہے۔ کہ تم لوگ الہام کا دروازہ ہی بند کر چکے ہو۔ اور بعد لگنی دایو وغیرہ کے اسیر الہی ہر سکوت لگائے بیٹھے ہو۔ کہ کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے۔ اٹھ اٹھنے ہو

نکٹھے۔ جبہ آج تک کوئی معقول دلیل نہ بتلائی۔ نڈاؤ کو امید۔ پس جب تک تم لوگ اپنا اصول کو مدلل نہ کرو۔ نہ راجح نہ ہوگا۔ کہ ایسے الہامات اور تجویزات سے انکار کرو۔

یہ بڑی منہ سے کی بات ہے۔ کہ جہاں پر آپ کو قرآن شریف کو مضمون پر ناخن نہیں اڑتا۔ وہاں آپ اپنے جیسے کسی نامعلوم مفسر کی داستان سنا کر آریہ سماج کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ ایک تو ہم مسلمان قرآن شریف کے مضامین کے ذمہ دار ہیں۔ کسی مفسر کی تفسیر کے نہیں۔ دوئم آپ یہ غضب کرتے ہیں۔ کہ ان مفسرین کو نام سے ہی اطلاع نہیں دیتے۔ بلکہ محض گپ دانتے ہوئے مفسرین کہہ دیتے ہیں۔ آپ کو انا ہی معلوم نہ ہوگا۔ کہ مفسرین کے مراتب کتنے ہیں۔ اور آپ کے موہری مفسر کس پایہ کے ہیں۔ اس لئے ہم ایسے حوالجات کو دلیا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے معمولی اخبار کے ایڈیٹر محض اپنی ذاتی رائے کو ذنی بنانے کے لئے ٹیچہ دیا کرتے ہیں کہ پہلک کی یہی رائے ہے حالانکہ بیکٹ کا نول تک بھی وہ غیر نہیں پہنچی ہوتی۔

آپ ہم آپ کو جیونٹیوں کے عجائبات سناتے ہیں۔ تاکہ آپ کو حضرت سلیمان والی جیونٹی کے قصے سے حیرانی اور پریشانی ہو۔

پنجاب یونیورسٹی کی اردو کی آٹھویں کتاب میں (جوبار) آپ کے دیکھنے میں آئی ہوگی۔ جیونٹیوں کی بابت کسی ایک عجائبات لکھے ہیں۔ جن میں سے کچھ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

جیونٹیاں اپنے پرانے کی شناخت بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔ باوجودیکہ زندگی تعویض ہوتی ہے۔ لیکن اپنا تمکنا کبھی نہیں بھولتیں۔ بٹکانے اور بیکلانے میں تمیز کر سکتی ہیں۔ اگر بھنگ کر لیک دو سکہ سے جدا ہو جائیں۔ تو جب کبھی ملنے کا حقد ہوگا۔ تو فوراً ایک دوسری کو بان جائیں گی۔

لوں کی ایک اور بات نہایت عجیب ہو۔ کہ مرنے کو دفن کرتے ہیں اور حضرت انسان کی طرح جنازہ بھی نکالتی ہیں۔ سنی واقعہ تو سوختہ ویز کی ایک مہم صاحب کا بیان ہو کہ اسکا چار برس کا بچہ ایک مکان میں سویا پڑا تھا۔ وہ بیک بیک چونک پڑا۔ اور وہ عجبت ہو کر

ہے۔ جسکی خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بذریعہ کشف اور الہام کے الماع کی ہو۔ تو کہہ دو کیا اعتراض ہے؟ اصل اعتراض کی بنیاد تو وہی ہے۔ جو ہم بتلا آئے ہیں۔ کہ اگر یہ سلج اپنی غلط گمانی سے الہام اور کشف کا منہ بند کر چکی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ایسے واقعات پر مشہ نہ گھولا کریں۔ بدبند کا جواب بھی یہی ہے۔ کہ تو تر نواب بھی خط لیجا آئی ہیں۔

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہوا سلیمان کے حکم سے جلتی تھی۔ اور ان کے تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتی تھی۔

آرٹیکل نمبر ۵۲

(ص ۳۶)

یہ نمبر بھی معجزہ کی شاخ ہے۔ جسکی تحقیق نمبر ۵۰ وغیرہ میں گذر چکی ہو۔ اس پر بھی کوئی دلیل آپ نے نہیں بتلائی۔ ہاں یہ آپ لوگوں کی معمولی بے سمجھی یا بدحواسی ہے۔ کہ حکم کے معنی ہمیشہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ صاف لغز میں ہو جا۔ جلا جا۔ یہ گرد۔ و گردو۔ وغیرہ کہا جائے۔ لالہ صاحب! حکم کئی قسم کا ہوتا ہو ہم لوگ چہ ناز زدہ کرتے ہیں۔ اور آریہ نیوگ وغیرہ کرتے کرتے ہیں۔ یہ سب گورنمنٹ، انگریزی کے حکم سے کرتے ہیں۔ کیا معنی؟ یہ کہ گورنمنٹ نے ایسا قانون بنایا ہے کہ اس کے رو سے ہم اس کے کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ نے ایسا قانون بنایا ہے۔ کہ اس کی رو سے ہم اس کے کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ نے آریوں یا مسلمانوں کے نام کوئی سرکلر (حکم) بھیجا ہو۔ کہ تم لوگ ایسا کیا کرو۔ بس کسی چیز کو باقاعدہ استعمال کرنا یہی اس کا حکم ہے۔ جیسا کہ ڈلیور کے حکم سے انجن چلتا ہے اس حکم کے لئے محکوم کا حکم کو سننا ہی ایسا ہی ہے۔ کہ وہ اس قاعدہ کے مطابق عمل کرے۔ یہ نہیں کہ کان سے سننا ہو۔ غرض ہر ایک محکوم کے لئے حکم ہی الگ الگ ہو۔ (دیکھو اصل موشوہ نمبر ۱۲)

مختصر یہ کہ ہوا بھی چونکہ خدا کی مخلوق سے ایک مخلوق ہے۔ جو اس کے حکم کی تابع ہو۔ پس وہ بطریق معجزہ یا بطریق استعمال حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے حسب ضرورت یہی ہوتی ہو۔ تو کیا سوال؟ کہئے! عقل بڑی یا جہنمیں!

آرٹھ

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کی وحی محض پیغمبروں کے پاس ہی

نہیں آئی۔ بلکہ وہ شہید کی مکہ تین کے پاس آئی۔ چنانچہ

پیغمبروں کا شہید جمع کرنا اور گھر بنانا اسی وحی کے مطابق ہے۔ کہ جس وحی کے مطابق

قرآن ہے۔ اس لحاظ سے تو پھر چڑھیں۔ ابا بیلوں۔ کوئل۔ کبوتروں کے گھونسلے ہی

خدا کی وحی کے ذریعہ ہی بنتے ہیں۔ مگر جبرائیل کس کس کے پاس پہنچتا رہے گا۔ راج اور

دیگر کاروبار بھی تو پھر خدا کی وحی کے مطابق ہی تمام کام کرتے ہوں گے۔ مگر جبرائیل کی شکل

وہ کبھی نہیں دیکھ سکتے اور کیوں نہیں وہ الہام کا دم بھرتے؟ اس لئے کہ عقائد

ہیں (محل ۷)

کیا ستر اور عابد اور مقل کا دشمن ہے۔ وہ شخص جو خلاف مشد

مکمل کام کے لئے کرتے ہیں (دیباچہ ستیا رتھ)

مسلمان

بیشک جو کام دنیا میں ہوتا ہے۔ خدا کی وحی ہی سے ہوتا ہو۔ سنئے ابدال و تاجر

فَالْهَدْيُ نَفْسِي رَهًا وَتَقْوَايَا

لینے خدا نے ہر ایک نفس کو تیرے بھلے کی سوجھ بوجھ رکھی ہو۔ مگر یہ آپ کی کیسی

سہولت ہے کبھی یا دیانتداری کی محبت کا اثر ہے۔ کہ آپ انبیاء کی وحی اور دیگر حیوانات

کی وحی میں فرق نہیں کرتے۔ بلا سے ذکر کریں۔ مگر قرآن شریف کا مطلب بگاڑ کر

سوامی دیا تہ کے فیصلے سے (مشرع دیا جو ستیا رتھ پر کاش) ستر اور دیندی اور

کیا نہیں کیا کیوں بنتے ہو؟

سنئے! وحی دو قسم پر ہے خاص اور عام پھر خاص سے ایک قسم اور خاص

ہے۔ عام وحی سے تو وہ مراد ہے۔ جو ہر ایک انسان بلکہ ہر ایک جاندار کو ہی ہوتی ہے لہٰذا

میں سے شہید کی مکہ کو بھی وحی ہوتی ہے۔ لینے خدا نے اس کے کام کا وہاں

اسکی طبیعت میں ڈال رکھا ہو۔

خاص وحی یا الہام وہ ہے۔ جو نیک بندوں کو نیک خیالات بذریعہ کشف یا خواب

ورویا کے چھپائے جاتے ہیں۔ انہی معنوں سے حواریوں کی وحی ہو۔ جسکی ثابت

قرآن شریف میں ہے :-

اَلْحٰیثُ اِلٰی اَلْحَوٰرِیِّیْنَ اَنْ اَمْنُوْا بِفِیْہِ مَعْلُوْمٌ

یعنی میں (خدا) نے حواریوں کی طرف وحی کی تھی۔ کہ تم مجھ پر اور میرے رسول (عیسیٰ) پر ایمان لاؤ۔

تیسری قسم کی وحی انقص ہے۔ جنہیوں سے مخصوص ہے۔ وہ ایک روحانی ملا ہے۔ جو لا اعلیٰ یعنی ماکہ مجردات سے اُن کی روح کو ایک قسم کا جھول انکھن تعلق ہوتا ہے۔ اُسی تعلق کی وجہ سے خدا کی طرف سے اُن پر الہامات ہوتی ہیں۔ وہ الہامات اسطوبیہ کی قسم سے نہیں ہوتی۔ بلکہ امور امتیاریہ بلکہ احکام شریعہ کی قسم سے ہوتی ہیں اسی قسم کی وحی کے مدعی انبیاء ہوتے تھے۔ اور انہی سے کئی طرف اشارہ ہے سنو قرآن شریف بتلاتا ہے :-

کُلُّ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلِ وَاَنَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَكَذَّبَهُ (بقو)

بعض نامان یہودی جو جبریل فرشتے سے کشیدہ خاطر رہتے تھے۔ اُن کو حق میں خدا نے فرمایا ہے۔ جو کوئی جبرائیل سے دشمنی رکھتا ہے (وہ ذلیل و خوار ہوگا) کیونکہ اس (جبرائیل) تو میرے دل پر قرآن شریف اُتاتا ہے۔ کفار عرب انہی حق میں اسی قسم کی وحی کے خواستگار ہوتے تھے۔ کہ ہم پر کھلی نازل نہیں ہوتی۔ جسکا جواب اُن کو ملا تھا۔ کہ

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ مِرْجَاۡتَہٗ

یعنی خدا لایے وحی کے محل اور مستحق کو خوب جانتا ہے۔ ایسی وحی ہر کس ناگزیر نہیں ملتی۔

کلاہ خسروی و تاج شاہی + ہر سال کے روز عاشورا کلاہ کپڑے کی جلد اقسام کو ایک ہی قسم میں منحصر کرنا مشکل کے منشاء کے خلاف ہے یا نہیں؟ پہرہ تالیف امندی اور شمر دکن ہوتے ہیں؛ بہت ہی کم ہیں۔ ہمیں الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

آرہیب

قرآن کی تعلیم ہے کہ ابابیلوں نے کنکھیاں مار کر ہتھیوں اور آدمیوں کا کھلایا کر دیا۔ اور تمام فوج کو غارت کر دیا۔ بیشک

اگر گپ کچھ بھی زندہ نہ ہو۔ تو وہ حجاز نہیں سمجھی جاسکتی۔ کجا ناہتی اور کجا ابابیل ایک کرم خود جانور؟ (ذیل - ۱)

مسلمان

قرآن ایسی سمجھ پر! بالو صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابابیل سے مراد وہ جانور لیتے ہیں۔ جن کو ہندوستان میں ابابیل

کہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر پنجابی اور پنجابیوں کی نسل سے ہیں۔ اپنی مادری زبان کیونکر سمجھ لیں؟ مگر اتنی گزارش ہے کہ پنجابی میں منقہ بھی تو کسی ایسے ویسے کلام ہی کو کہتی ہیں۔ جو عموماً ٹھگہ مادری اڑنگ بڑنگ تو تو بڑنگ بڑنگ کہہ کرتی ہیں۔

تو کیا وید منتر ہی یہی ہے؟ سنئے! ہم آپ کی غلطی رفع کر دوں گا۔ اور نہ ہم بفرہ نہ تھا۔ کہ آپ کو عربی الفاظ کے معنی بھی بتا دیں۔ ابابیل کے معنی گروہ کشیر کو ہیں

پس آمت کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا نے بہت سے جانور بھیجے۔ جو اپنی چونچوں میں خدا کے حکم سے فوج پر کھنکریاں مارتے تھے۔ وہ کھنکریاں ان کو ایسی لگتی تھیں جیسی ہندو کی گولی۔ خدا کی قدرت اور اسول ہونوہ نمبر ۲ کو ملحوظ رکھ کر اس پر کوئی سوال نہیں۔

اور اگر اور معنی ہی سنئے جاوے۔ تو ہم آپ کو سنا دیں ظلیں کا اطلاق تیر اور پھر تیل فوج پر ہی آتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے

لین المفلین عا داء من یلہ

والوحش والظیل تبع تساوہ

یعنی میرے ممدوح سے دشمن کو کہاں پناہ مل سکتی ہے حالانکہ وحشی اور ظیل یعنی کچھ بتلی فوج اس کے ساتھ چلتی ہے پس آمت کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے ان پر

جو کبکڑا لے کر نیت سے آئے تھے۔ عربوں کی ایک کچھ بتلی اور تیر و فوج جو گردہ کثیر تھی جیسی کہ جنہوں نے ان کو گویوں کے ذریعہ سے پتھر مار مار کر تباہ کر دیا۔ کہو! تو عقل پوری یا جیہ نہیں؟

رہا یہ سوال کہ خدا نے فرج کہاں سے کھینچی اس کا جواب اصول موضوعہ نمبر ۱ میں دیکھو
مفسرین کے اقوال پہلے کسی معتبر تفسیر میں باسند دکھائیے! پھر ان کا جواب پوچھو
آرہبہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے منکر از خدا لوگوں کو مستحق بخدا
بنانے کے لئے ایک خاص ازینتی پیدا کی۔ نادان لوگ
لوہیاں تک گپ مانتے ہیں۔ کہ وہ ازینتی ایک پتھر میں سے پیدا ہوئی اور پیدا
ہونے کے ساتھ ہی اس نے بچہ بھی دیدیا۔ پھر کافروں نے اس ازینتی کو اڑھا
اور اظہر عذاب نازل ہوا (اسرائیل - ۵۹)

مسلمان بے وقوفوں اور نادانوں کی باتوں کے پیچھے پڑ کر بسا اوقات
آدمی خود بھی احمق بن جایا کرتا ہے۔ بالوصاحب! آپ جیسے
گرچہ ٹیٹ کو یہ باتیں زیادہ نہیں۔ قرآن شریف میں اتنا ہے۔ کہ حضرت صالح
پہنچ کر ازینتی کی نشانی دیکھی۔ لیکن کیونکو دیکھی؟ اس کی دعا سے کسی ایسی ازینتی
سے بچہ پیدا ہوا۔ جس سے نہ ہوا تھا۔ یا کوئی اور بات تھی۔ جس سے پیغمبر کی صلاحیت
اور نبوت کا ثبوت ہوتا ہو۔ پتھر سے نکلنا قرآن میں مذکور نہیں۔ جو کہے۔ اس
سے ثبوت مانگو۔

آرہبہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو ان کی گستاخی
کے سبب بجلی سے ہلاک کر دیا۔ مفسر صاحبان کہتے ہیں کہ
حضرت موسیٰ صاحب اس بات کو دیکھ کر رہ پڑے۔ کہ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے۔ چنانچہ
خدا نے ان سب کو از سر نو زندہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی نے دوسری
باتوں کی طرح گپ ہانک دی تھی۔ ورنہ بجلی کے ساتھ ہلاک ہو جانا اور پھر زندہ
ہو جانا چہ معنی دار؟ (لقہ - ۵۴)

مسلمان پہلے یہ بات تحقیق کی جاتی ہے اور اصول موضوعہ نمبر ۲ سے ثابت
ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ قانون قدرت مجرب کے خلاف بھی ہو۔ تو
وہ بھی کسی نہ کسی قانون ہی میں ہوگا۔ پس ایسے خلاف عادات امور جو آپ لوگوں

کی نگاہ میں خلاف قانون قدرت معلوم ہوتا ہے۔ دراصل نہیں ورنہ ناسا ٹریکس کر پڑے اور پرکے کے بعد دنیا کی ساری آبادی اور جہان جوان آدمیوں کا سپہ ابو نابہی خلاف قانون ہے۔ جو آریہ سلج کا مذہبی بنیادی پتھر ہے۔

آرٹیکل ۵۹ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل مصر کے حکمران ہو گئے تو خدا نے ان پر من اور سلوی آسمان سے نازل کیا مفسر صاحبان تحریر فرماتے ہیں۔ کہ سلوی ایک قسم کی چڑیاں ہوتی ہیں۔ جو گھاس پر اتر جھٹکتی ہیں اور چھپنے کرنے کے بعد خود بخود بھنکرتی ہیں۔ انہیں رگ ہوتی نہ خون نہ ہڈی۔

(بقدرہ ۵۶)

مسلمان مفسرین کے قول پیش کرتا تو آپ کی عادت ہے۔ جہاں قرآن شریف پر کوئی اعتراض نہ ہو۔ وہاں مفسرین کے نام کی مالا جپا کرتے ہیں۔ ہر ایسی کہ نام تک نہیں بتلاتے۔ پس ایسے بے سند مفسرین کی جہاں آپ سے ملا تھا ہو۔ ان سے پوچھئے! قرآن شریف کے معنی تو صاف ہیں کہ حبیب بنی اسرائیل میدان میں ہے۔ جانوروں کے شکار سے خدا نے ان کی پرورش کی۔ کینو جانور تھے جیسے ہمارے ہاں جلیب اور بے دانہ کو موسم میں تاثیر آتے ہیں۔ کون بھیجتا ہو؟ اتر کے جواب کے لئے اصول موقوفہ نمبر اریکو۔ جھوٹ بول کر احمقوں کو راضی کرنا۔ کہو جی کون دہم ہے؟

آرٹیکل ۶۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو دہوپانے ستایا۔ تو خدا نے ان پر بادل بھیج دیا۔ اور وہ بطور سائبان کام دینے لگا۔ بعض لوگ پہلے تک گستاخی کرتے ہیں۔ کہ وہ بادل بنی اسرائیل کے ساتھ رہا نہ سروں پر چلا کرتا تھا۔ اور سایہ رکھتا تھا۔ کیا خوب! میں اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔

(بقدرہ ۶۱)

مسلمان بعض لوگوں کے جواب تو بعض سے پوچھئے! ایسے بعض تو انکو دید میں سورتی پوچھا بھی رکھا دینگے۔ اور کئی ایک نیوگ کی لاگ میں

بچنا دیگو۔ تو کیا قرآن شریف ان سب خرابیوں کا ذمہ وار ہو گا؟ حنینے! قرآن کریم میں لفظ ہے :-

وَقَالُوا لَنُحْيِيَنَّكَ لِنَكْتُمُ النَّعْمَةَ (البقرہ)

جبکہ مطلب یہ ہے کہ خدا نے تم پر موسمِ برسات میں بادلوں کا سایہ کیا۔ کیوں کیا؟ جس مطلب کے لئے ہم پر کیا اور ہمیشہ کیا اور ہمیشہ کرتا ہے اور کرے گا۔ غرض یہ کہ نبی اسرائیل کو خدا اے تعالیٰ اپنی مہربانیاں جلاتا ہو کہنے! کیا اعتراض؟

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے نبی اسرائیل کو کہا کہ گاؤ فوج کرو۔ لوگ بڑے چکر لائے۔ موسیٰ سے کہہ دو گئے۔ کہ تم ہمارے

ساتھ سخری کرتے ہو۔ ان کے چکر لےنے کی یہ وجہ تھی۔ کہ ان میں سے ایک شخص کو کسی نے قتل کر دیا تھا۔ مقتول کا قاتل نہیں ملتا تھا۔ اس لئے خدا نے حکم دیا۔ کہ گاؤ فوج کرو کہ اسکا ایک ٹکڑا ایک مقتول کے مارو۔ مقتول زندہ ہو جائیگا اور خود ہی اپنے قاتل کا نام بتا دیگا۔ چنانچہ خدا کے ساتھ بہت سی رد و بدل کے بعد گائے کے رنگ۔ عمر۔ قد کا فیصلہ ہوا۔ اور گائے فوج کی گئی۔ مفسر صاحبان اس بات کو غلطی تو کرنے کے لئے لپکتے ہیں۔ کہ گائے کی دم لیکر مقتول کے لمبی گئی۔ مقتول فوراً زندہ ہو گیا۔ اور قاتلوں کا نام بتا کہ پھر اسی وقت مر گیا۔ دیکھو گائے کی دم میں مردہ کو زندہ کرنے کی طاقت ہے (البقرہ - ۶۶ - ۷۲)

اسل سئلہ کی تحقیق تو پہلے پرچکی ہے کہ جو کام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ ان کا ہونا قانونِ قدرت کے خلاف

نہیں۔ بلکہ ان کے لئے بھی کوئی قانون ہے۔ جسکو نبوت سے ایک چھل الکلیف تعلق ہے باقی مفسروں کی بات کا وہی جواب جو پہلے دے آئے ہیں۔ کہ پہلے ان کا نام بتلاؤ۔ پھر انکی سزا لاؤ۔ جسکی بنا پر انہوں نے یہ کہا ہے۔ پھر اس کا جواب لو۔ بیشک حضرت موسیٰ کے معجزوں سے مردہ زندہ ہوا۔ جس کے لئے قانونِ قدرت اُس وقت زندہ ہونیکا اقتدار جبروت نہیں۔ گائے کے فوج سے آپ گھبرائی نہیں۔ اس لئے فوج کر لی تھی کہ نبی اسرائیل

آپ کی بہانیوں کی طرح اس کی پرستش اور عبادت میں پھنسے ہوئے۔ چنانچہ آپسے
 یہی نمبر ۶۳ میں یہ امر تسلیم کیا ہے۔ سچ پوچھو تو انگلیزی بھی اسی لئے آگے بڑھ کر آئی
 ہیں۔ کہ تمہارے ہندو کھلیوں کی غلط فہمی رفع ہو جاوے۔ پس اسے علاج کا فرض ہے
 کہ وہ گائے کے فوج کرانے میں انگلیزوں کا ہاتھ بٹائے۔

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے فرعون کے لوگوں پر ٹھہری۔

آرہبہ نمبر ۶۲

مینڈک۔ چھپری وغیرہ کا عذاب نازل کیا۔ اور فرعونوں کے گھروں
 کو طوفان میں غرق کر دیا۔ مفسر صاحبان لکھتے ہیں کہ فرعون کے گھروں میں تو بانی بھر گیا مگر
 اسرائیلیوں کے گھر باوجودیکہ نیچے تھے۔ بالکل خشک رہے۔ اور یہ خدا نے تمام دنیا پر
 نیل کا پانی خون کر دیا۔ جب فرعون نے لوگ پیتے۔ تب تو خون ہو جاتا۔ اور جب اسرائیلی بچے
 تب ویسے کا ویسا ہی پانی پیتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسے لغویات کی کیا ضرورت تھی؟ سچ
 ہے۔ حبشیوں کے ہاتھ میں گور آدھی جا بھینسا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہم سے بالکل
 مختلف ہے۔ منہ پر سیاہی مل کر اپنے جیسا کر لیا۔ انہوں نے مفسروں کی روشن دماغی
 پر اور تعجب ہے ایسے الہاموں پر کہ جنکو میں تسلیم کرنے سے معذوریں (اعراف ۱۳۰-۱۳۱)

مسلمان نمبر ۶۱

ہے۔ اسکا جواب تو اصول موضوعہ نمبر ۱۱ سے ملتا ہے۔ مگر آگے نیچے نہ دیکھو ناظر
 کو علم کہاں؟ (مجموعہ ص ۵۲)

قرآن کی تعلیم ہے کہ جب موسیٰ کوہ طور پر خدا سے باتیں کرنے میں
 مشغول تھو۔ تو بنی اسرائیل نے ایک کچھڑی کی پرستش شروع

آرہبہ نمبر ۶۳

کر دی۔ جو کہ سونے چاندی کے زیورات ڈال کر بنا یا گیا تھا۔ اور وہ گائے کی طرح
 بولا کرتا تھا۔ تعجب ہے۔ کہ دعائے سے بنا ہوا کچھڑا گائے کی طرح بولے اسکو حاضرین
 کسی قدر تو خدا نے اور کس قدر مفسر صاحبان نے اس بات کو حل کر دیا ہے۔ کہ جب
 بنی اسرائیل دیاتے نیل کو عبور کر رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار ہو کر

اُن کے آگے آگے پہنچتے۔ ایک شخص سہمی سامری نے جبریل کو دیکھ لیا۔ اور اُن کے گم ہو جانے کے ہم کے نیچے کی ناک سے ایک مٹی بھر لی۔ جب اس نے سر سے کی غیر حاضری میں ہونے جاندی کو ڈال کر پھینک دیا۔ تو اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی وہ فوراً بولنے لگا۔ اور اس کی آواز سننے کے ساتھ ہی نبی اسرائیل اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں گائے کی پوجا رومن پر تھی۔ مگر خدا کی کلام میں دیکھ کے پھر پوجا کا نہ ہونا اور بولنا محض گنہگار کے جسکو میں خلق تسلیم نہیں کر سکتا (طہ ۷۶) کیا ہی حقیقت ہے کہ بات کا تعلق اور رالی کا ہالہ بنا کر دکھاتو میں کیا دوسرے۔ سوامی دیا تہہ کر دہانی سبوت بھی ہیں! سنئے!

قرآن شریف میں صرف اتنا مضمون ہے کہ سامری نے دل بہلانے کو ایک تاشا کھیا چاندی ہونے کا زور لگا کر ایک بچہ اپنا یا جو آواز دیتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ خواہاں کس طرح ہو آواز آتی تھی؟ جیسے آجکل مصنوعی چڑیوں کو دبانے سے آتی ہو اسی قسم کی سوراخ اُس نے رکھے تھے؟ کہ اون میں ہوا بھرنے سے آواز سی آتی تھی۔ اتنی ہی آواز کو سن کر آپ کے بہائی گائے پرست سجدہ کر تے تھے جسکی غلطی رد کرنے اور گونا گوں بجاویں کو بدانت پرانے کے لئے خدا نے فرمایا:

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّ بَعْثَ الْيَهُودِ قَوْلًا لَا يَكُونُ لَهُمْ قُوَّةٌ وَلَا نَفْعٌ (طہ ۸۴)

یعنی اُن بجاویں کو اتنی ہی سمجھ نہ تھی کہ وہ بچہ انکی کسی بات کا نہ توجہ دیتا تھا۔ نہ اُن کے نفع کا اختیار رکھتا تھا نہ نقصان کا۔

کہئے! اسپر کیا اعتراض ہو؟ ہاں یہ سوال کہ جبریل کو پاؤں کی مٹی بیکر بھی قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن شریف سے صرف اتنا ثابت ہے کہ سامری کے سامنے سامری نے کہا کہ میں نے رسول کے پاؤں سے مٹی لیکر اس میں ڈالی ہو۔ لیکن حقیقت میں یہ اسکی ایک چال بازی تھی۔ دراصل بات کچھ نہ تھی۔ صرف اُس کی دل لگی تھی چنانچہ اُس نے خود بھی کہہ دیا: كَذَّابًا سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي یعنی میری دل کو یہی بہلا معلوم ہوا۔ کہ ذرا تاشا تو دیکھیں۔ بتلائیے: قرآن شریف کا کمال یہی ہے۔ آپ کے بہائیوں۔ گو سالہ اور گونا گونا گوتوں

کے قصے عبرت کھیلے نقل کرو انجام کار توحید کی تعلیم دیتا ہو۔ آپ نہ مانیں تو آپہ کی خوش قسمتی کی دلیل ہے آخر مانیں گے۔

اس لئے وصل کا انکار پر ہم جان گئے تانہ سمجھو کوئی کیا حبلہ کہا مان گئے
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ابراہیم کو کہا۔ کہ اپنا بیٹا میرے نام
ذبح کر۔ پس وہ ذبح کر ڈالگو۔ مگر چھری لئے کاٹ نہ کی اور خدا

نے ایک دنبہ بدست جبرائیل بہشت سے بھیجا اور کہا کہ ابراہیم تو بڑا دلیر ہے۔
اس منیٹ پر کہ اپنے بیٹے کے بدلے ذبح کر۔ مقرر کہتے ہیں۔ کہ اسماعیل کی گردن تانبے کی
بنکھی تھی۔ اس لئے چھری لئے کاٹ نہ کی۔ اور دنبہ بہشت سے دلایا گیا تھا (صافات ۲۷-۱۰۸)

سچ ہے جو خورے بدرابہانہ مال بسیار
جہاں پر قرآن مجید کی سیدھی سامی حکیمانہ بے لاگ عبارت ہوتی
مسلمان

ہے۔ وہاں پر آپ خود سنو مفسرین کی گود میں چلے جاتے ہیں۔ جسکا نام تک بھی نہیں
لیتے۔ مفسرین کا ذکر کرنے سے آپکی غرض یہ ہوتی ہو۔ کہ سراج کو معلوم کرائیں کہ قرآن
قرآن شریف کو کہاں تک سمجھا ہے۔ سنئے اصل قصہ یوں ہے اور الفاظ قرآنیہ
ہیں:-

قَالَ يٰٰسَيِّدِي اِنِّي رَهِيتُ فِي الْمَذَامِ اِنَّكَ اَنْتَ الَّذِي قَالْتَ يَا اِبْرٰهِيْمُ
مَا تَجْمَعُ مَعِي اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنْ الصّٰلِحِيْنَ اَنْتَ الَّذِي قَالْتَ اِنِّي اَرٰى
اَنْ تَصْرَفَ الْاَمْوَالَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنْ هٰذَا لَهٰوَ اِلْبَاسٌ
وَوَيْلٌ لِّبَآئِدٍ مِّمَّجٍ عَظِيْمٍ (صافات ۳)

سنو مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب
میں دیکھا ہے۔ کہ میں تجھے کو ذبح کر رہا ہوں۔ پس تو بتلا! تیری کیا مرضی ہے۔ بیٹے نے
کہا۔ جو تجھ کو حکم ہے وہ کرے۔ میں انشاء اللہ صبر کروں گا۔ پس جب دونوں آملا ہو گئے۔
اور باپ نے بیٹے کو منہ کے بل گرایا۔ تو ہم (خدا) نے ابراہیم سے کہا کہ تو نے اپنا خواب

سچا کر دیا۔ بس ہم اسی طرح نیکوں کو بدلو یا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک ظاہر امتحان ہے جو تو نے پاس کر لیا۔ اور پہنے اسے ایک بڑا ذبیحہ بدلے میں دیا۔ یعنی پہنے کہا۔ کہ تم ایک ذبیحہ کر دو گے

اس آیت میں حضرت ابراہیم کے ایک خواب کا قلعہ مذکور ہے۔ کہ انہوں نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے دیکھا اس کام پر آمادگی ظاہر کی تو خدا نے ان کو اس کام سے روک دیا۔ اور فرمایا کہ قربانی کر لی ہو۔ تو ذبیحہ کی کر۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے ان کو ذبیحہ دیا تو بہشت ہی سے دیا ہو گا۔ تو اس کا جواب اصول تفسیر نمبر اول سے ملے گا کہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ وہ سب خدا ہی کے پاس ہے۔ سنو! قرآن شریف بتلا نا ہو۔

قَالِ لِمُؤْمِنِي لَنُفِيَنَّ اللَّهُ

لِيَنۡعَمَ لَوۡكُمۡ اِجۡرُكُمۡ مِّمَّا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ

ذہ چپ راست سے ہو دیر تری گرفتاری	نہ تر اعرش سے تا فرشتوں اگر فیض پہنچاوی
تو کہو کیونکہ خدا یا یہ خدا ہی تجھے سار سی	تو خداوند مبینی تو خداوند یساری

تو خداوند مبینی تو خداوند سگائی

کہئے! اصل بیان قرآنی پر کیا اعتراض! اس سے زائد جو کہو۔ اس سے پوچھیے قرآن کی کا دتہ وار نہیں +

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے پیغمبر ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ آگ بالکل سرد ہو گئی۔ چاروں طرف پھول کھل چڑی اور پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تعجب کی بات ہو۔ کہ لٹیر اور گر نیر جیسے خدا پرست آگ میں جھپکے گئے۔ اور وہ سرد نہ ہوئی۔ کیا خدا پھول گیا تھا۔ اور ابراہیم کے ساتھ خدا کی خاص محبت تھی۔ کہ وہاں آگ کے پھول بنائے اور یہاں سرد تک نہ کی۔ یہ سب جاہلوں کو مستند بنانے کی باتیں ہیں۔ اگر قرآنی خدا کو ایسی کرات دکھا سکتا ہو۔ تو چاہیو کہ آجکل کسی اہل اسلام کو جو ملیم اور پیچیدہ ہو کہ خدا کیساتھ جیسے باہمی کی جڑ باتیں کر نیکو دم بہر تارید۔ ایک لمبی پونہ سی جھٹی کو آگ سے بھیر کر دیتے ہیں جیسے گدھا یا گدھا۔ اگر آگ گدھا پر جاوے تو سمجھیں قرآنی بھڑی

آر مہینہ ۶۵

سب سچ ہیں۔ اکثر جاہل لوگ تو یہاں تک اس معجزہ کے گرویدہ ہیں کہ وہ آہستہ آہستہ
یا زائر کوئی بڑا آؤ سلاماً علیہ (علیہ السلام) کہ میں کہے توں پر لکھ کر بجا کر دیکھ کر پلاتے
ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ اس سے بجا آتا جاتا ہے۔ افسوس ہے جانت پر اور حریف ہے
خداوند پر ذرا نیاز۔ (۱۵)

باب دوم حب اجھوٹ بولنا یا خانہ کھانے کے برابر ہے۔ بلکہ اس کے
بھی بڑا ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں ایسے آدمی تو ہیں گے جو باخانہ
کھاتے ہوں۔ بچا ہے ہی میں حیت رام کے چیلوں کو یا خانہ کھاؤ دیکھا گیا۔ مگر جھوٹ
بولنا ایسا نہیں باب (بڑا کماہ) ہے۔ کہ باخانہ کھانے والے بھی آسکر بڑا جانتو ہیں۔
قرآن شریف میں کہاں ہے کہ آگ میں پھول گر پڑی تھو۔ اور بانی کے چٹے جانی
مبو گئے تھے۔ مجھے تو آپ سے حسن ظن تھا۔ مگر آپ کی روش سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ
نبوت لیکر رام کی روح بصورت جھوٹ آپ پر سوار ہو رہی ہے۔ سو امی دیا تدریجی نے جو
سلج کی گشتی میں جھوٹ کی ملاوٹ بھرنی وہ تمام ذریت میں سولہ کر گئی۔ سو امی مذکور کی بھی
یہی حدیث ہے۔ کہ قرآن شریف کا نام لیتے کہیں کی کہیں مانگ دیتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو
تو ہمارا سائنس پر کاش بکجواب ستیا رتھ۔ دیکھو اوسان مقامات کی جن میں سو امی جی نے جھوٹ
اور ایجاد بندہ سے کام لیا ہے۔ تصحیح کر کے مقررہ انعام لو۔ اور ایندو گور وکی عزت بچاؤ۔ جو
سچ کا پہلا کام ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ آج تک باوجود سالہا سال گزرنے کے نرم سے ہوگا
اور نہ ہو سکیگا۔

بشیرہ شامیہ۔۔ دیکھ لے نزل نادان ترک اسلام ہم یقین سے دعویٰ کرتے ہیں اور تمہیں اور
تمام جہان کو سننا ہے کہ ہمارا احمدی اور سی ایس ایم سوتق موجود ہو۔ وہی الہی میں ہمارو
ام بعدی موسو علیہ السلام دینا ظالم احمد کو برا بیہر کہا گیا ہے۔ (المعدائے۔ رسالہ نور الدین ص ۱۴)
تاثرین بیکو۔ صاحب کی رس قریش روئی پیران برنگو مگر جب اعلیٰ خشکی معلوم کریں گی۔ تو مکرم صاحب
دوسرے دریاؤں کو دیکھ کر امر ستیجی (جی) ترک کہہ ہی وہ پیدا ہو جس سے ٹاویاں کھانڈیں
پس جا کر فتح کیا تھا۔ ایک ہی تلخ سخن گو لے سے نادانی جسم کرتہ ہلا کر پاتا ہے جسکی تفصیل

ایا ہی نہایت لیکچرہم کی دیانت داری دیکھئے کہ ہستی صانع عالم میں وین اور قرآن کا نشانہ
کرتے ہو تو کہاں کی کہاں بہکی بہکی کہتے لگ گیا (دیکھو تہذیب ۲۹)
یہ ہے سراج اور سراج کے بانی اور آریوں کے رشی۔ مہرشی بالقابہ کا حال۔ پیر اگر آپ
بہی ایسے ہی ہیں تو تعجب نہیں مگر آپ تو کم زبان باپ کر لطفہ ہو۔ اور مسلمانوں کا نمونہ بنایا
ہے۔ اسکا اثر کیوں نہ پڑا۔

سنئے! اصل مضمون قرآن بشریف میں مہر آتا ہے۔ کہ کافروں نے ہمیں آپ
لوگوں کے بہائوں نے حضرت ابراہیم سے سوال وجواب میں خلوب ہو کر ایک توفیق نکالی کہ
اس کو آگ میں جلا دیا جائے۔ کیونکہ ہمارے معبودوں (تھوں) کی ندیا کرتا ہو۔ اس پر خدا نے
فرمایا ہو۔ کہ ہم نے آگ سے کہدیا۔ کہ اے گئی (آگ) تو ابراہیم کے حق میں سلامتی والی سرد
ہو جائیو۔ اس بتلانیے! سوال کیلئے؟

رہا کہ خدا نے کیسے کہا اور آگ نے کیسے سنا؟ اسکا جواب اصول موضوعہ نمبر ۱۲
میں ملے گا۔ اور آگ کا سرد ہونا اصول موضوعہ نمبر ۲ میں دیکھو۔ معجزہ کی ضرورت نہیں نمبر ۵ میں
دیکھو!

ابو صاحب! کہتے ہوئے شرم و حیا سے یہی تو مطلب چاہو۔ بھلا حضرت
ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ بیان کر کے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام سے لوگوں کو کیونکر
اعتقاد و جرحہ سکتا تھا۔ البتہ اگر اپنی نسبت یہ بیان کرتے تو خود معجزہ گیروں کو موقع ہوتا۔ ہاں شک
اب یہی خدا کے فضل سے مسلمانوں میں پھیلے بہت سے نہرگ ہیں۔ جو کہ قرآن شریف
سے عملی فائدہ لیتے اور پتہ نہیں۔ آپ آزمائیں۔ اسی آیت سے جس پر آپ نے

رسالہ انکشافات عزائم سے طعن ہے۔ لیکن یہ حکیم الامت قادیانی کی خدمت میں جو

لوب سے عرض کرتا ہیں کہ بھلا نا یہی تو آپ کا نام (منا) کا قدیمی دعویٰ ہو۔ جو

آج تک ثابت طلب ہو۔ بے دلیل دعویٰ کرنا جھٹیلوں کا کام ہے نہ کہ آپ جیسے حکیموں اور

فلاسفوں کا۔ گویا جو علم کی باگ مزاجی کے فائدہ دیکھ خالی ہو بیٹھی ہو تو فریاد

سے بد ہوا کہ خالص عوامہ لادست رہے

منشی لڑائی ہے۔ آگ کو روک کر لے والے اب یہی ہیں آپ یا کوئی دیا قلمی آزمانا چاہا ہو۔ تر
جمہ سے پوچھیے۔

چو بشنوی سخن اهل دل بگو گزاف است گواشتا تو حقیقت نه خطا اینها است

آزمائش نمبر ۶۶

قرآن کی تعلیم بہت کم سو سے ایک خدارسیدہ شخص سے ملنے گیا
 پتہ یہ کہ جہاں شعبی ہو رہی چھٹی زندہ ہو کر پانی میں چلی جاوے۔ وہاں
 پہنچی وہ شخص منیہ۔ بہت جلد وہ جس کے بعد وہی ایک جگہ پہنچو۔ جہاں چھٹی زندہ ہو کر پانی
 میں چلی گئی۔ اور اس خدارسیدہ شخص سے بات چیت کی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ کبھی پہلی
 چھٹی کیمرہ زندہ ہو گئی؟ اس قابل یقین کہیں کا نام ہی سچو ہے تو میں اس تعلیم کو نہیں مان
 سکتا (کثرت ۶۶-۶۷)

ان آیتوں میں خدا تاملے نے موسیٰ علیہ السلام کے سفر کا قصہ بیان کیا ہے جس طرح آپ نے، بھی اشارہ کیا ہے۔ پس سنو! خدا فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ میں جب تک مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر نہ پہنچوں گا۔ چلتا رہوں گا۔ پھر جب وہ دونوں اس موقع پر پہنچے۔ تو مجھیلی بھول گئی۔ مجھیلی دریا سبز کو دکھائی۔ پھر جب وہ اس مقام سے آگے بڑھے۔ تو حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ کوٹنا لاکھا میں اس نے اٹنا گفتگو میں عرض کیا کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہری تھے۔ تو وہاں پر مجھیلی دریا میں کود پڑی تھی اور شیطان نے مجھے اس کا ذکر کرنا بہلا دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ وہی جگہ ہے۔ جس مقام کی تیسرے تلاش ہے۔ پس وہ دونوں تلاش کرتے ہوئے واپس پہنچے۔

بتلائیے! اس میں کھینچی۔ کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یا درہو۔ کہ دو بھنی ہوئی کیسے عربی میں مشوقی کا لفظ ہے۔ پس آپ بتلاویں۔ کہ قرآنی الفاظ میں مشوقی ہے؟
ہاں اس مقام پر یہ سوال ہے کہ مجھیلی کے کودنے سے حضرت موسیٰ نے اس مقام کو کیونکر پہچانا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو خدا نے بتلا دیا تھا۔ کہ جہاں یہ مجھیلی دریا میں کود جائیگی۔ وہاں ہی تیرا مطلوب ہوگا۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو بتلا یا گیا۔ کہ اس مجھیلی کا خیال رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خدا کی بتدلی ہوئی خبر سچی ہوئی۔ اور آپ کے کذب و بہتان کا مینار گر پڑا۔

اصل میں آپ بھی معذور ہیں۔ قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں۔ معمولی انگریزی یا اردو میں ترجمہ دیکھا اور کسی غیر محقق واعظ سے یا محلہ کی کسی ٹہریا عورت سے سُن لیا۔ کہ قرآن میں یوں لکھا ہے تو آپ کی بلا سے یہ اوگتھو کو ٹھیلے کا بہانہ، سو اسی جی کی طرح نمبر لگو ان کا شوق ہے جھٹ سے کاتب کو کہا اور نمبر لگو الیہ اور اعتراض جہاد یا۔ اسی شوق میں تو ۱۵ اسکے ۱۱۷ بنا دیں دیکھو نمبر ۲

چونکہ آپ قرآن شریف پر مترض ہیں اور بار بار یہی لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کی تعلیم ہے۔ اس لئے آپ کا حق نہیں کہ کسی روایت یا مفسر کے قول کو پیش کریں۔

بلکہ سات قرآن کا مستمنون بتلائیں فافہم ولا تعجل

ترک اسلام | قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ مٹے گئے کہ ماریٹے بنا کر ان میں شوق ڈال دیتا تھا۔ اور اپنی بھولیوں کے سامنے ہی اس کو

اڑا دیا کرتا تھا۔ یہ اس کا معجزہ تھا۔ اہل قرآن تو یہ تسلیم کر سکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت عیسیٰ ان کے نزدیک لبر باب کے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ جانوروں کو بھی لبریاں باب کے پیدا کر سکتے تھے۔ مگر میں اتنی بڑی گپیں اور غلط افواہوں۔ قدرت باقوں کو ہرگز نہیں مان سکتا۔ بہر آگے دیکھئے کہ

حضرت عیسیٰ مرنے کو زندہ کر دیتے تھے۔ افسوس ہو زندہ کر نیکانہ شیطانی سے درج قرآن نہیں ہو سکا۔ ورنہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ افسوس ہو زندہ کرنے کا کائنات شایہ غلطی سے درج قرآن نہیں ہو سکا۔ ورنہ مردوں پر آجکل بھی آزمائش دیکھ لیا جاتا۔

یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو مارا اور نہ ہی بچانسی پر چڑھایا۔ بلکہ ان لوگوں کو خاص شہ پر چڑھایا۔ اس شہ کو مفسرین نے یوں حل کیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کو تو خدا نے آسمان پر بلالیا۔ اور اس کی جگہ اس کے ایک دشمن کی شکل جو عیسیٰ کو تو خدا نے آسمان پر بلالیا۔ اور اس کی جگہ اس کے ایک دشمن کی شکل جو عیسیٰ کے مارنے کے درپے تھا۔ ہو ہو عیسیٰ کے شاہ بنادی۔ لوگوں نے اسکو مار ڈالا۔ اور حضرت عیسیٰ صاحب آسمانوں پر بہاگ گئے۔ معلوم نہیں۔ آسمانوں پر کس طرح اڑ گئے اور چاہیں پچاس سبیل اوپر جا کر وہ ساتس کس طرح لیتے رہو؟ یہ ہاؤس کی نقل کی گئی ہے اور اسی کی تقلید میں انہوں نے اپنے پیغمبر کو بھی براق پر چڑھا کر ساتوں آسمانوں کی پیر کر دی ہے اور آدم عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ابراہیم کی خدا سے باتیں کر دی ہیں (نصاب ۱۵)

۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵۲۸-۱۵۲۹-۱۵۳۰-۱۵۳۱-۱۵۳۲-۱۵۳۳-۱۵۳۴-۱۵۳۵-۱۵۳۶-۱۵۳۷-۱۵۳۸-۱۵۳۹-۱۵۴۰-۱۵۴۱-۱۵۴۲-۱۵۴۳-۱۵۴۴-۱۵۴۵-۱۵۴۶-۱۵۴۷-۱۵۴۸-۱۵۴۹-۱۵۵۰-۱۵۵۱-۱۵۵۲-۱۵۵۳-۱۵۵۴-۱۵۵۵-۱۵۵۶-۱۵۵۷-۱۵۵۸-۱۵۵۹-۱۵۶۰-۱۵۶۱-۱۵۶۲-۱۵۶۳-۱۵۶۴-۱۵۶۵-۱۵۶۶-۱۵۶۷-۱۵۶۸-۱۵۶۹-۱۵۷۰-۱۵۷۱-۱۵۷۲-۱۵۷۳-۱۵۷۴-۱۵۷۵-۱۵۷۶-۱۵۷۷-۱۵۷۸-۱۵۷۹-۱۵۸۰-۱۵۸۱-۱۵۸۲-۱۵۸۳-۱۵۸۴-۱۵۸۵-۱۵۸۶-۱۵۸۷-۱۵۸۸-۱۵۸۹-۱۵۹۰-۱۵۹۱-۱۵۹۲-۱۵۹۳-۱۵۹۴-۱۵۹۵-۱۵۹۶-۱۵۹۷-۱۵۹۸-۱۵۹۹-۱۶۰۰-۱۶۰۱-۱۶۰۲-۱۶۰۳-۱۶۰۴-۱۶۰۵-۱۶۰۶-۱۶۰۷-۱۶۰۸-۱۶۰۹-۱۶۱۰-۱۶۱۱-۱۶۱۲-۱۶۱۳-۱۶۱۴-۱۶۱۵-۱۶۱۶-۱۶۱۷-۱۶۱۸-۱۶۱۹-۱۶۲۰-۱۶۲۱-۱۶

امول موضوعہ نمبر ۲ میں ہم لکھتے آئے ہیں۔ کہ خدا کو ہر ایک کام کیجئے قانون ہو۔ مگر فہم ہمیشہ ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ہر ایک کام کے لئے ایک ایک وقت ہے۔ پس ایسے عجب کاموں کے لئے کسی واثت یا کسی تا یجی شہادت سے ثابت ہونا کافی ہے۔

آرہیم قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ایک شخص کو قیامت کا یقین دلائی کے لئے مار دیا۔ اور سو سال کے بعد زندہ کر دیا۔ بناؤ تو

کتنے سال مردہ رہا۔ کہا ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔ خدا نے کہا۔ کہ نہیں تو سو سال تک مردہ رہا۔ دیکھتے تیرے گدھے کی ہڈیاں بالکل بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ ہم ان کو تیری سانپوں ہی گوشت پوست لگا کر زندہ کر رہے ہیں۔ گدھا بھی سو سال کا مردہ زندہ ہو گیا۔ لطف یہ کہ اسی کا کہا نا ہی سو سال میں بالکل نہ سٹرا۔ اور ویسے کا ویسا ہی تقاضہ را۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے خواب دیکھا ہو۔ مگر اٹھنے والوں نے خوب بے پروائی رہتے۔ ۱۲۵۴

مسلمان خواب کی گپ کا ذکر اپنی طرف نسبت کرنے اور اس کے موجب کا نام نہ لینے سے آپ کی غرض علاج میں کوئی اعلیٰ رتبہ حاصل کرے نہ ہے اصل

موجب اس توجہ کے جو آپ نے اپنی طرف نسبت کی ہو۔ سید امیہاں ہیں۔ آپ نے ان کے کلام سے اڑا کر اپنے نام پر لگالی ہو۔ اگر آپ کو یہی توجہ پہنچے ہو۔ تو یہی قبول کیجئے اور اگر یہ پسند نہیں تو نمبر ۵۰ اور اموال موضوعہ نمبر ۲ کو ملاحظہ کیجئے اللہ اگر خدا کو کامل پسند ہو۔ تو اموال موضوعہ نمبر ۲ پر پہنچئے۔ بہر حال یہ سوال کوئی نیا نہیں۔ ممکن ہو کوئی مسلمان آپ کو اور طرز سے بھی جواب دے سکے۔

آرہیم قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ابراہیم نے خدا سے پوچھا کہ خدا تو کس طرح قیامت کو مردہ زندہ کرے گا۔ خدا نے کہا۔ کیلئے اس میں کچھ

شک ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ کہ شک تو نہیں مگر یہ اول کچھ مطمئن نہیں ہو خدا نے کہا۔ اچھا۔ چار پرندوں کو لیکر ان کے منہ پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے چند پہاڑوں پر بکھری۔ اور پہاڑ کو ملا۔ وہ تیری طرف بہا گئے آئینہ۔ روشن خمیر و در عالی دماغ مفسرین نے اس پر حاشیہ افرائی کر کو خوب نور علی نور کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے ایک کو

ایک کبوتر۔ ایک فاختہ۔ ایک مینا۔ چار جانوروں کے سر کاٹ کر تو ان پر اس رکھ لٹو اور دھڑول کو ہاون دستہ میں ملا کر کوٹ کر یا سکل چد چد کر دیا۔ اور اس چد چد کا تھوڑا تھوڑا حصہ چار پہاڑوں پر رکھ دیا۔ پہر لوٹو گا۔ اچھ کوٹے آئے۔ اے کبوتر چلا آ۔ اچھ فاختہ! اچھ مینا! چل۔ اور تم اپنے اپنے سروں کے ساتھ آگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابراہیم کو تو اس معجزے سے تسکین مل گئی۔ مگر میرا قرآن پر سے ایمان ٹوٹ گیا۔ اسفوس! میں ایسی لالچنی باتوں کو قبل نہیں کرتا! بقرو۔ (۲۶۰)

منہا
مکتبہ اسلامیہ
سنی کرنا ہے۔ (دیباچہ ستیارتہ ص ۸)

بالوصاحب! اصول موضوعہ منہا کہ یاد کر کے ٹھنڈے!
جس آت پر آپ کو شبہ نہ ہو اس کے الفاظ یہ ہیں:-
فَضْلٌ هُنَّ الْيَكُ

جسکی بابت لکھا ہے حُرْمَنُ لَفْظِ الْعَادَةِ مَعْنَاهُ اَمْلَحْنُ وَحِیْنُ (تفسیر معالم التتیل) پس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ اُن جانوروں کو اپنی ساتھ لالچنی ٹوکیں اور انوس کر چنانچہ شاہ عبداللہ درحبہ دیوبند نے اسکا ترجمہ یہ کیا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کو ایک نیچرل دلیل سے مطلب سمجھایا۔ جو حضرت ابراہیم جیسے باریک بین نے فوراً سمجھ لیا۔ سو آپ جیسے خرد گرد کو اعتراض کی سوجھی مطلب آیت کا یہ ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیم کو سمجھایا کہ چند جانوروں کو لیکر اپنے ساتھ لے لے۔ پھر وہ تیرے بتلانے پر تیرے پاس آئیں گے۔ پس جبکہ یہ جانور چند روزہ انس سے اسے قابل ہو گئے۔ کہ تیرے حکم سے روگردان ہو جائیں۔ خدا کے ساتھ تو تمام مخلوق بذاتہ مانوس ہے۔ اس کے حکم سے نہ پرکھو نہ تعمیل کریں گے اور کیونکر زندہ ہوں گے؟ سب روزہ ذرہ اس کے زیر حکم

ت کے اخیر فقرے سے ابھی معنی کا اظہار ہے۔

وَاَنْزَلْنَا مِنْ سَمَوٰتِنَا مَیْمَنًا

یعنی یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بڑی حکمت والا۔
 بار صاحب! انسان سے کہنا قرآن کے لفظ پر آپ نے اعتراض کیا ہو۔ بولی بولی
 کرنا وانگھوں سے سنا ہوگا۔ قرآن میں کوئی لفظ ان معنی کا ہو۔ تو ہمیں بتا دیجئے۔ اور
 اگر اس لفظ سے شبہ ہو۔ جراثیم میں ہو کہ:-

لَمْ يَجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

یعنی ان میں سے ایک ایک جز کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ۔ تو اس کے معنی ہیں۔ کہ مجموعہ میں
 سے جز یعنی ایک ایک کو چنانچہ دوسری آیت میں خدا نے فرمایا ہو:-

يُكَلِّفُ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءًا مَّفْسُومًا

یعنی جہنم کے ہر دروازے کے لئے کفار کا ایک ایک جز ہوگا۔ یعنی ایک ایک قسم کے
 کے کا ایک ایک دروازے سے داخل ہوں گے۔

اصل یہ ہو۔ کہ جزوہ ہوتا ہو۔ جس سے کل مرکب ہوتا ہو۔ پس جس طرح ایک مفرد چیز مثلاً
 انسان کے اجزاء اس کے ماتہ پاؤں ہیں۔ اسی طرح ایک مجموعہ مثلاً مکمل کی ایک کلاس
 کے اجزاء وہ لڑکے ہیں۔ جو اس میں داخل ہیں۔ یہ نہیں کہ ان لڑکوں کے اجزاء ہوتے
 پاؤں ناک کان وغیرہ اس کلاس (جماعت) کے اجزاء ہیں۔ بلکہ ایک ایک لڑکا بذات خود جزو
 ہے۔ پس چار جانور جو حضرت ابراہیم نے لئے تھے۔ اس مجموعہ کے اجزاء ایک ایک
 مسلم جانور تھا۔ نہ کہ اس جانور کے اجزاء۔ افسوس! جی آئے۔ ایسے موٹے اصول سے
 تاواقف ہوں۔ تو پھر کس کا قصور ہو جو صحیح

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھو
 قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہفتہ والے دن چھٹی پکڑنے والوں کو
 خدا نے سور اور بندر بنایا۔ پوچھنا چاہو۔ کد ادیسوں کے بندر
 دس دس طرح بن گئے؟ کیا ان کے دم مکمل آئی تھی۔ یا بے دم گئے بندر اور سونڈ بن گئے؟
 یہ سب فضول گتیاں ہیں۔ جن کو عقل مند آدمی کبھی ہی تسلیم نہیں کرتے۔

مسلمان

پیشک بند رسول بن گئی تھی۔ مگر ایسی طرح نہیں کہ بندری کے جسم میں لطف کثیر کر بندر کے نچے بنے۔ جس سے آپ کو یا آپ کے کسی وکیل (آرے ساز) کو تناسخ کی سوجھی۔ بلکہ ایسی طرح بیٹھے بٹھائے جلتی بھرتی اور آخلاف قائلان قدرت کا کھسکا ہو۔ تو اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو۔ افسوس ہے۔ کہ عقلمند کہلا کر ایسی باتوں پر اعتراض کریں۔ اگر آپ اس امر کا (کہ بدکار آدمی بندر پر کیونکر بن گئے تھے) شامہ اور قطعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس وقت بھی ہر سکتا ہے ایک شخص صاحب ہمت نے آپ ہی کو دعوت دی ہو۔ جو بایں خیال کہ شاید آپ کو ملاحظہ سے نہ گذری ہو۔ ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ جو رسالہ الذیہ میں لکھ نمبر ۶۔ جلد اول میں خبر ہے ذیل چھپی ہوئی :-

ایک کھلی چٹھی

مکم و معظ جناب نشی تہ یحسین صاحب اٹھ بڑ سالہ السنذیہ و ام شہزادہ السلام علیکم۔ مزاج شریف! کل رندہ نے ایک کتاب آریہ سنج کی سچی بتوڑی شلہ۔ پڑھی ہے۔ جس کے دیکھنے اور پڑھنے سے ہر عضو میں رندہ پیدا ہو گیا۔ واقعی بموجب حدیث شریف وقت قریب آگیا ہے۔ آپ سے (برائے خدا) میری صرف اس قدر تمنا ہے۔ کہ آپ بذریعہ الذیہ کتاب ترک اسلام کے مصنف کو مطلع کریں۔ کہ وہ ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ چہرہ غریب دکھ عقل و بے علم سے اس طرح کر لے۔ کہ کئی مقام پر حاکم ضلع کے سامنے بندہ اور وہ شخص چالیس روز تک بے آب و دانہ غلیہ و علیحدہ مکانوں میں مقفل کر دیو بائیں۔ اور کبھی حاکم ضلع کو (جو کہ ہم دونوں کے خلاف مذہب ہو) دیدی جائی۔ بعد تبالیس روز کے ہم دونوں تمام مردمان خاص و عام کے رو برو باہر نکالے جاویں۔ اس وقت جس کا مذہب مثل خنصر کے ہو جاوے۔ اس کا مذہب غلط ہے۔ اور جس کا مذہب منور

نکلے۔ اس کا مذہب بحق مانا جاوے۔ اگر اس بات پر وہ آمادہ ہوں۔
تو مجھے اطلاع دیں۔ میں اقسام دلا رہا ہوں وہ فرما دیں حاضر ہونگا اور
اگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ تو میں اُن کی جملہ بات لٹو اور جھوٹ شمار کروں گا۔

اور حتی الوسع ہر جگہ مشہر کروں گا۔ ۳ ستمبر ۱۹۰۳ء

اکثرین عند الکرم خاں ہیڈ ماسٹر مشن سکول۔ اسپارکس گنج۔ بھڑاچ اودھ

آرہم قرآن کی تعلیم ہے کہ چند فطری چوٹی کشتی میں نوح نے
روئے زمین کے تمام چرند۔ پرند۔ و زند و غیرہ کا ایک ایک

چوڑا سداون کی خوراک کے رکھ لیا۔ اور باقی تمام مخلوقات تباہ ہو گئی۔ یہ
کتنی بڑی گپ بلکہ گپ کا بہائی گپڑا ہے۔ نا تھی۔ گینڈے۔ شیر۔ بھٹیڑو۔ کدو
بندر۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ وغیرہ لاکھوں حسیم جانوروں کو ایک چھوٹی سی کشتی
میں رکھ لینا کون تسلیم کرے (مومنون۔ ۲۷)

مسلمان نمبر ۱۹ میں ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بابو صاحب کا اعتراض قرآن
شریف پر نہیں بلکہ محض اپنے دماغ پر ہے۔ جس سے

نکلتا ہے۔ کہ طوفان نوح تمام دنیا پر آیا تھا۔ ناظرین ورق الٹ کر نمبر ۱۹ کو بخور دیجیے
پھر اس نمبر کا جواب سنیں۔ بیشک حکم پڑا تھا۔ کہ ہر ایک قسم سے دو دو جانور سوار کیے
مگر کل دنیا سے نہیں۔ بلکہ جتنے جاندار حضرت نوح کے ارد گرد تھے یا یوں کہئے۔ کہ
جتنے جاندار حضرت نوح کے ارد گرد تھے۔ یا یوں کہئے۔ کہ جتنے جاندار اُن کو دیکھتی باہری
اور دیگر ضروریات زندگی میں کارآمد تھے۔ تاکہ امور معاش نہ رکھیں۔ چوٹیوں اور

بھڑوں سے انہیں کیا مطلب تھا۔ بتلایو! اسپر کیا سوال؟ یہی کہ عقل بڑی یا بھینس؟
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اگر ایک عورت کسی مرد کا چہرہ تک پہنچے نہ
دیکھے۔ تو بھی اُس کے مان لٹکا پیدا ہو سکتا ہے اس

بات کی شہادت حضرت یسے اور مریم کے قصے سے ملتی ہے۔ جو کہ قرآن
میں اکثر جگہ موجود ہے۔ اہل قرآن حضرت یسے کو یوسف بخار کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے۔

جیسا کہ وہ ہے۔ اٹا اسکو بغیر باپ کے پیدا شدہ مانتے ہیں۔ اس بات سے قانونِ شریعت پر دھبا اور میرم پر الزام لگتا ہے۔ اور یہ بات بجائیے ایک معجزہ کے ایک شخص بات ہو جاتی ہے۔ میری عقل اور شایستگی اجازت نہیں دیتی۔ کہ میں حضرت عیسیٰ کو ان بچوں کے ساتھ ملاؤں۔ جو کج کل نامعلوم باپ سے پیدا شدہ سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن کی ایسی تعلیم سے میرا دل کھٹا ہوا (میرم - ۱۶)

بابو صاحب کیسے نازک مزاج ہیں۔ ہا شاہ اللہ

مسلمان

اس نازنین کو دیکھنا جودت نہ چیرنا

گر روٹھ بھی گیا تو سنا یا نہ جائیگا

بیشک قرآن شریف بلکہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ یوسف بخار کے لطف سے پیدا ہونے لے تو قرآن شریف سے ثابت سے نہ انجیل سے۔ صرف آپ کی انیٹ البحر کا مضمون ہے۔ اگر خلاف قانون قدرت کا خیال ہو۔ تو اصول موضوعہ نمبر ۲ دیکھو۔

بچہ کی پیدائش کے متعلق اطباء کی یہ تحقیق ہے۔ کہ ماں کی منی منعقدہ اور باپ کی منی ماقودہ ہے۔ یعنی عورت کی منی مثل آٹے کے سمجھو۔ اور مرد کی مثل پانی کے۔ کہ آٹا پانی سے انعقاد پاتا ہے۔ پس عورت کی منی کہ اگر قوت ماقودہ مناسب ہو بچہ جائے تو انعقاد ممکن ہے۔ یہہر کہو نہ ممکن نہیں۔ کہ صدیقہ مریم کے رحم میں کسی خاص اثر سے قوت ماقودہ ہو چکر موجب انعقاد ہو گئی ہو۔ اس تقریر کی توضیح آجکے ہم مشاہدہ سے پاتے ہیں۔ کہ مرغی کے انڈوں کو بغیر مرغ کے بھی اگر مناسب طریق سے اندازہ کے ساتھ سینک پر بنایا جاتا ہے۔ تو بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرغی کے سینے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ ٹھیک اسمیٹلج یا کسی خاص صورت سے صدیقہ مریم کو مرد کی منی سے انعقاد کی حاجت نہ رہی۔ یا صرف اسی کی منی میں دونوں قوتیں ہوں۔ یا اس کے رحم میں کوئی خاص تاثیر ہو۔ جس سے اس کی منی کو انعقاد ہو گیا ہو! تو کیا خرابی! اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو۔

عیسائیوں اسید الانبیاء کے ناشکروں اسلام کے احسان فراموش! دیکھتی ہو؟ کو خدا کے مقررہ بندہ حضرت مسیح کی بابت قرآن اور مسیح قرآن نے حق فیصلہ کیا۔ تو مورد اعتراض بنا۔ انصاف سے کہنا۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہنا کہ اگر پیغمبر اسلام علیہ السلام بھی مسیح کے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملائے۔ تو کج قرآن شریف پر تو اعتراض کیا ہوتا مسیح کے بدگوئیوں کی تعداد دنیا میں آج کر ڈرنا زیادہ ہوتی۔ پس اس احسان کے مقابلہ پر اپنے برتاؤ کو دیکھو! کیا یہی مسیح ہر جگہ کر رہا ہے تو مارا کر دستاخ

آرہب قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب لوہا کی قوم نے حضرت لوہا کی نصیحت سے روگردانی کی۔ تو خدا کو برا نصیحت آیا۔ چنانچہ

اسی جوش میں اگر ان تمام مشہروں کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ اور پھر اوپر سے پتھروں کا مینہ برسایا۔ روشن دماغ مفسر اس پر اور بھی رنگ چڑھاتی ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ خدا نے آپ کو مشہروں کو نہیں اولیٰ تھا۔ بلکہ اُس نے جبرائیل کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنی پر مشہروں کے نیچے رکھ کر مکانات وغیرہ کو پروں پر اٹھالے چنانچہ جبرائیل مشہروں کے شہر پروں پر اٹھا کر آسمان کی طرف اڑ گیا اور اتنا اونچا چلا گیا۔ کہ اہل آسمان نے بھی ان مشہروں کے گدیوں۔ کتوں اور مرغوں کا شوق غل بن لیا۔ پھر جبرائیل نے اوپر سے الٹا کر کے ان کے نیچے پھینک دیا۔ اور وہ سب تباہ ہو گئے۔ افسوس ہے حالت پر (ہود۔ ۸۲)

مسلمان بلا سے کوئی ادا ان کی بد نما ہو جا کسی طرح سے ٹوٹ جائے ولولہ دلکا

افسوس! بابوصاحب ہمیشہ کج رجولتے ہیں۔ قرآن شریف پر جب کچھ نہیں بن آئی۔ تو علما کے علمائیں سے ہی نامعلوم مفسرین کے اقوال کی اوٹ لیتے ہیں جسکو جمادہ ہم کی طرح نہیں ہو سکتا۔ ہم تو ان مضامین کی صحت بتلا دینگے۔ جو قرآن شریف میں ہیں۔ پس سنئے! قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

فَلَمَّا كَذَبَ الْآيَاتِ نَا جَعَلْنَا حَالِيهَا سَاءَ فَلَهَا وَامْعُرُ نَاعِلِيهَا حِجَابًا مِّنْ سَبِيلِ

مَنْ ضَرَبَ مَسْوَماً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِشَيْءٍ (سورہ)

یعنی خدا کو مارا ہے۔ جب ہمارا حکم آیا۔ تو ہم نے لایعون کی اوپر کی جانب نیچے کو کر دی (یعنی اس بستی کے تمام مکانات کی چھتیں گر گئیں) اور اونیر پتھروں کی بارش کی سخت سٹی۔ سے بنے ہوئے تھے۔ جو پیرے پروردگار کے نزدیک اس ستر کے لئے مقرر تھے۔ اور ایسی ستر افاضلوں سے کچھ دور نہیں۔

مطلب آیت کا تو صاف ترجمہ ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی سمجھے جس کی سمجھ میں نہ آئے۔ ان کی خاطر مزید توضیح کرتا ہوں۔ یعنی جب لوطیوں کی شہارت حد کو پہنچ گئی۔ اور وہ شرک کفر اور لوٹنے بازی سے (جس میں وہ سخت مبتلا تھے) باز نہ آئے۔ تو خدا کے حکم سے ان کی تمام بستی گر گئی۔ غور سے دیکھیں آیت میں کیا لفظ ہے :- یعنی

جَعَلْنَا آتٍ يَدَاسًا فَلَهَا

جسکی ترکیب یہ ہے کہ آتِ یَدَاسَ فعل اول ہے اور سَا فَعْلًا مفعول ثانی ہے جیسے کہا کرتے ہیں جعلت الطین کوڑا۔ میں نے مٹی کو کوڑا بنا دیا۔ تو پس آیت کے لفظوں میں صاف مضمون ہے۔ کہ اس بستی کی اوپر کی جانب کو نیچے سے ملا دیا۔ یعنی اسکی چھتیں گرا دیں۔ چنانچہ دوسرے ایک مقام پر اس مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ جو عالم طور پر کفار کے حق میں ہے۔ جن میں لوط کی قوم بھی شامل ہے :-

فَإِنَّ اللَّهَ بُنِيَ لَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَعَهُمْ السَّقُفُ مِنْ فَوْقِهِمْ

یعنی خدا کا حکم ان کی بنیوں تک پہنچا۔ تو ان کی چھتیں ان پر گر پڑیں۔ جتنے لوگ چھتوں کے نیچے تھے۔ وہ تو نیچے دب کر مر گئے اور جو باہر میدان میں تھے۔ وہ پتھروں سے تباہ ہو گئے۔ اس کے سوا جو کچھ آپ یا کوئی صاحب کہیگا۔ وہ قائل کے دماغ کی ایجاد ہوگی۔ قرآن شریف کا مضمون بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ پتھر کو کون گرا دے گا اور پتھروں سے کیوں مارا جائے گا اس کے جواب کے لئے اصول موضوعہ نمبر اول نمبر کو دیکھو۔ اور اگر اس سے تسلی نہ ہو۔ تو سنو!

آجکل بھی زمیں کی ہوا میں پتھروں کی کنکریاں ہوتی ہیں۔ ان کو کیتھریڈ پر پھینک دو، جو انکی ہلاکت کو کافی ثابت ہوگا۔ اور اسی اسلئے ہو کہ ایک ایسا جرم کرتے ہو۔ جسکی منشا آجکل بھی تفریات ہند میں دس سال قید یا حبس و دام بدسیاخی شور ہو دیکھو ورنہ ۷۷ تفریات ہند قرآن کی تعلیم ہو کہ خدا نے شعیب پیغمبر کی قوم کو چیتھ مار کر ہی فنا کر دیا۔ اور اسی طرح صالح پیغمبر کی قوم کو تباہ کر دیا۔ کیا اب یہ

چیتھیں بند ہو گئی ہیں۔ یہ سب بچوں کو بہلانے کی کہانیاں ہیں۔ کہ جن کو اگر پڑھو سچ مان لیں۔ تو وہ بھی بچے ہی سمجھ جائیں گے (ہود۔ ۹۴)

کیا ہی بچوں کے سے اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے چیتھ مار کر فنا کر دیا۔ **مسلمان**! تو صاحب! تم تو کیا تمام انڈیا کے آریہ بلکہ ان کے منہوں قرآن سے نکالنا چاہیں۔ تہ نہ نکال سکیں گے۔ اعتبار نہ ہو۔ تو مبلغ پال سورویہ کا وعدہ لیجئے! اور نکالنے ورنہ جھوٹ بولتی ہوئے شریعتیہ! اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔

وَآخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْغَةَ فَآخَذَتْهُمْ جُثَمِينٌ (۱)
یعنی ظالموں کو سخت آواز سننے آگیا۔ پس اپنے اپنے گھروں میں آؤ نہ پڑے گی۔
اسی آیت کا آپ تہ قالہ دیا ہے۔ پس بتلائیے! کس لفظ کا ترجمہ ہو کہ خدا نے چیتھ مار کر فنا کر دیا۔ بلکہ یہاں تو آیہ نچرل رول کے مطابق ان کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ کہ بادل کی سخت گرج سے یا پہاڑ کے پھٹنے سے ان کے داغ پھٹ گئے اور پس اور اگر یہ لفظ بھی ہوگا کہ خدا نے چیتھ مارے۔ تو بموجب اصول موفور نمبر اول کیا اعتراض تھا؟

آریہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے چیتھ کتھریاں مار کر فوج مخالف اسلام کو بے گناہ کیا۔ حاشرین! کیا بہلا خدا بھی کنکریاں اور روڑے مار کر تھتھے؟ روڑے مارنا نادان بچوں کا کام ہوتا ہے نہ کہ عقلمندوں کا۔ اور پھر خدا کا۔ میں ان باتوں کو مان نہیں سکتا۔ (القال۔ ۷۷)

مسلمان

اصول مفسرہ مذکور کو یاد کرے۔ تو یہ اعتراض سراسر دیوانے کی بڑبڑاواں ہوتا ہے۔ ناظرین مدق آلٹے کی تکلیف گوارا کریں دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں۔ وہ خدا ہی کرتا ہے۔ اعتبار نہ ہو تو اصول مفسرہ نمبر ۱ میں یہ منتر ملاحظہ ہو۔ اور بچوں کی سی باتیں چھوڑ دو۔

آرہ

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ہزاروں فرشتے اہل اسلام کی خاطر اڑنے کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ افسوس ہے کہ وہ آسمانی مدد تاہنوز منقود الخیر ہے۔ بیچارے مسلمان روس آسٹریا سے لکالے گئے یورپ میں انکو شکست ہوئی۔ افریقہ میں خستہ ہوئی۔ ہندوستان میں سلطنت کھو بیٹھے۔ مگر آسمانی فرشتوں نے ان کی کچھ مدد کی۔ لیکن ہر کہ فرشتے اہل فرنگ کی توپوں کی آواز سے ڈر کر آسمان میں ہی چھپ رہے ہیں یا راستہ کھول گئے ہوں۔ بھلا ایسی لغویات کیا قابل تسلیم ہیں؟ (انفال - ۹)

مسلمان

”پیو پر پوت پتا پر گھوڑا بہتا نہیں پر گھوڑا تھوڑا“ یہی سوال دینا مذہبی نے استیارتہ پر کاش جو وہیں باب کے علا میں کیا ہے۔ اس کا مختصر جواب گو یہ ہو سکتا ہے کہ تو اسٹھائو حقیقت نہ خطا انجام دے

مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اصل حال عرض کرتے ہیں بیشک ہم اتنے ہیں کہ مسلمان آسٹریا سے تو کیا ہندوستان جیسے ملک کو بھی (جسکو انہوں نے بڑبڑاواں فتح کر کے غلاموں کو دو رو روپیہ پر فروخت کیا تھا۔ جہاں پر ان کی حکومت ہزار سال تک رہی تھی جس ملک کو بوج آرام و آسائش کے ہندوستان جنت نشان کہا جاتا تھا) کچھ عجیب نہیں کہ آپ کی فیصلہ کی باتوں کی برکت سے باہر چھو جاوین کیا معنی؟ ہم غم نہ دیتے ہیں کہ پہلے جاوینگے۔ بلکہ سچ پوچھو تو ہم اس زمانہ کو منتظر ہیں خداوند دن لائی تاکہ تو ناشر ان گیدڑوں کی چیر چھاڑ سے کسی طرح جا کر اودھوش نہ جاو۔ کیوں اسلئے مسلمان نہیں ہو۔ جن سے فرشتوں کے ذریعہ مدد دینے کا وعدہ

تھا۔ اے وہ مسلمان اللہ اللہ! یہ

منقطع

سب اسلام کے حکم بردار بندے	سب اسلامیوں کو مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے	یتیموں کے پیوں کو غمخوار بندے
رہ کفر و باطل سے بیزار سارے	نشے میں سے حق کے سرشار سارے
جہالت کی ریمیں مٹا دینے والے	کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سرا حاکم دین پر جھکا دینے والے	خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے	فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے
اگر اختلاف ان میں باہم ہو گیا تھا	تو با سکل مدار کا اندام بن رہا تھا
جنگ تو تھی لیکن نہ جنگوں میں شریک تھا	خلان - آشتی سے خوش آئند تر تھا
یہ تھی سوج بھسلی اس آزادگی کی	ہر اجس سے ہونے کو تھا بارغ گیت کی
نہ کہاؤں میں تھی وہاں کلفت کی کلفت	نہ پوشش سے مقصود تھی زیب زینت
ایر اور لشکر کی تھی ایک صورت	فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگا یا تھبامالی نے اک باغ الیا	نہ تھا جس میں جھوٹا بڑا کوئی پورا
خلیفے تھے امت کے الیے نگہاں	ہر گام کا جیسے نگہبان چوہاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو کیاں	نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کسی پر اور! نہ تھیں آپس میں ایسی	زمانہ میں ماں جالی بنیں سب حسدیا
روح حق میں تھی دو ڈر اور ہوا کچی	فقط حق پہ تھی جس کی تھی لاگ کچی
بگڑ کر تھی نہ تھی خود بخود آگ ان کی	شریت کی قبضہ میں تھی باگ کچی
جہاں کر دیا نرم زمانہ گئے وہ	جہاں کر دیا گرم گرمائے وہ
کونست جہاں پھاٹکوں کی کونست	سخت جہاں پھاٹکوں کی سخت
چوہی اور تھی نہ مست شنی اور محبت	نہ بے وجہ الفت نہ ہیوجہ نفرت

جھٹکا حق سے جو جھٹک گئی حق ہو وہ بھی
 رکھا حق سے جو رک گئے حق ہو وہ بھی
 سنو! قرآن شریف خود اس حکم کو رشید کرتا ہے۔ خود سے پڑھو!
 اَنْتُمْ الْاَعْلٰی اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ
 یعنی تم ہی غالب رہو گئے بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط ہو
 ہاں یاد آئے کہ وہ یہ ہیں تو یہ لکھا تھا کہ
 تم تمہاری ہتھیاری میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں بدکردار دشمنوں کی
 شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تمہاری فتح جو کہ گھڑاؤ نامی گرامی ہو تاکہ تمہاری
 عالمگیر حکومت روئ زمین پر قائم ہو

درگ دیدار سنگھ اہل و عیال سے ۳ درگ ۱۰۰ (مستری)

اب کیا بات ہے کہ روئی زمین کی بجائے دنیا کے چپے بھر ٹکڑی پر بھی دیک
 حکومت نہیں پائی جاتی۔ کما غازی حمزہ غزنوی یا احمد غوری نے وضو کر کے اس منتر پر
 پانی چھڑک دیا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسی رگوید میں لکھا ہے۔
 حینک لوگ دہم پر چلتے رہتے ہیں۔ تب تک سلطنت بڑھتی ہے اور حجب ابطال
 ہو جاتے ہیں۔ تو راج نیست و نہ اورد ہو جاتا ہے (مثلاً سوک ۳۹ ریتیرا)
 سنو! قرآن شریف بھی آیت مذکورہ میں یہی مطلب بتلاتا ہے کہ اگر تم ایمان
 میں کامل ہو گے۔ تو ہمیشہ غالب رہو گے نہیں تو نہیں
 ہاں اس سے مسلمانوں کی بد اسعالی کا ثبوت بیشک ملتا ہے۔ سو یہ ہمارا قصور ہے کہ
 ہم اپنے پڑوسی بندوؤں کی صحبت سے متاثر ہو کر خدا کے حکموں سے غافل ہو بیٹھے۔
 جھٹکا نتیجہ جھٹکا پڑا

ہر چہ براست از ماست

مگر آپ ایسے نہ ہو گئے! بلکہ اپنے باپ میاں جی سلطان محمد مرحوم کے سپوت
 بنے۔ چشم ہاروشن دل با شاد

۹۹
آرہ

قرآن کی تعلیم ہے کہ ذوالقرنین نے مغرب میں جبار دیکھا کہ سبوح ایک دلدل میں غروب ہوتا ہو۔ کیا خوب ! مگر

ذوالقرنینی دلدل کا جہاز راقوں کو نامنوریتہ نہیں ملا۔ امریکہ ملگیا۔ آسٹریلیا۔ بہت سے اویزیریو بھی مل گئے۔ ذوالقرنینی دلدل نہ ملی۔ کیا خٹک ہو گئی ہو؟ یا آسمان پر چڑھ گئی ہے۔ حاضرین! آیات معنی جغرافیہ دان بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ تو میں کیونکر کر سکتا ہوں (کہف - ۸۶) مان صاحب آپ تو بڑے دالہ ہیں۔

۹۹
مسلمان

وآہ ری بے علی اور مصدق اور کو راندہ تقلید! تیرا استیانس! تو انسان کو کیا دلیل کراتی ہو۔ اصول موضوعہ نمبر ۱ کہ بھی جانے نہ دیکھو

جس لفظ پر آپ کو شبہ ہو ہے۔ وہ وَجَدَ ہے جو وَجَدَ ان سے نکلا ہو۔ جو افعال قلوب سے ہے۔ چنانچہ عربی گرامر کی ایک جمعہ ہی کتاب شیخ میں ہے اس میں افعال قلوب کو شمار کیا ہے اسکا ایک بیت یہ ہے

خِلْتُ بِأَنَّكَ عِلْتُ لِي خَسِرْتُ بِأَنَّمَكْتُ لِي ظَنَنْتُ بِأَنَّكَ لَيْسَ وَجَدْتُ بِخِيَانَا

افعال قلوب بھی نہ جانتے ہوں۔ تو یوں سمجھئے کہ اُن فعلوں (اور دہا تووں) میں سے ہی جردل اور خیال سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس اب آیت کو الفاظ سنو!

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَقْرَبَ النَّمِيسِ وَجَدَهَا تُغْرِبُ فِي مَكِينٍ جَمَّةٍ (کہف)
یعنی ذوالقرنین جب بنو ملک کی مغربی سمت پر پہنچا۔ تو سمندر کے کنارے پر پہنچا کہ اسنو گمان کیا۔ کہ سبوح سمندر کو پانی میں ڈوبتا ہو۔

چنانچہ یہ ارشاد ہدی میں لکھتا ہو۔ اختیار نہ ہو۔ تو سمندر کو کنارے پر کھڑی ہو کر آزماؤ۔ یا مبدئی ہو کر انچی دلوں سے پوچھ لو۔ بعد اس تحقیق کے ہکو بتانا۔ کہ مشکلم کے خلاف منشا یہ کام کرنے والے کون ہوتے ہیں (دیباچہ اختیار تہہ پرکاش ص ۸)

۹۹
آرہ

ان کی تعلیم ہے۔ کہ ذوالقرنین نے باوجود باوجود کو آبائی دیوار اور سمندر کے بیچ میں قید کر دیا۔ اور عجیب الحقائق آدمی

قیامت کو دیاں سے نکلیں گے۔ افسوس کی بات ہو۔ کہ یورپ والوں نے چھپے

زمین تلاش کر ڈالی۔ اور روئے زمین کی آبادی معلوم کر لی۔ مگر یا جوج ماجوج ان کو کہیں نہ ملے۔ بعضے لوگوں نے یہ کہہ دیا شروع کیا کہ دیوار چین سے دست در پی ہے اور اہل منگو لیا یا جوج ماجوج ہیں (کہف آیت ۶۲)

مسلمان

وہ یہ ہے۔
قَالُوا يَا ذَا الْقُرْآنِ اَنْ يَّاجُوجُ وَمَاجُوجُ مُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ فَعَلَّ يَجْعَلُ
لَكَ خَرْجًا عَلٰى اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا قَالَ مَا مَلَكْتِيْ فَعْدُوِّيْ
خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا اَلْوَقْتُ زَيْلُ الْحَدِيْدِ
حَتّٰى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدِّقِيْنَ خَالَافْتَنِيْ حَتّٰى اِذَا جَعَلْتَنَّا نَارًا قَالَتْ لَوْ نَبِيٌّ
اَوْفِىْ عَلَيْنَا وَفَطْرًا فَمَا اسْتَطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا اَلَّا نَفْجَا فَاَلَّا
هَذَا رَجُلٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَاء وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا

(سورۃ کہف - ۹۲ - ۹۸)

ان آیتوں میں خدا تعالیٰ نے حسب درخواست یہودیوں کے ذوالقرنین
سکندر کا قصہ بیان فرمایا۔ ان آیات میں یا جوج ماجوج کا لفظ تحقیق طلب ہے کہ کون ہیں
کس قوم کے افراد ہیں۔ کس ملک کے باشندے ہیں؟ آیات مذکورہ بالا میں گواہی ہے
تہا ان کی کیفیت نہیں بتلائی۔ مگر ہاں ایک جامع لفظ فرمایا ہے جس سے سب اصل
طے ہو جاتے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

مُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ

یعنی فسادی اور امن میں خلل ڈالنے والے لوٹ گھسٹ کر نپالے۔
لُفْسَاکِی کہ لول میں بھی اس لفظ یا جوج ماجوج کو اچھ سے بتایا ہے۔
جس کے معنی کئے ہیں تلعب الذار یعنی آگ کا چرما اور شعلہ۔ (دیکھو صحیح جوہری
قاموس۔ صراح وغیرہ)

پس اس سبب سے ذوالقرنین درہ کرنا پڑا جب ایتر ملک کو کسی ایسے کمان

پر پہنچا۔ جہاں دو پہنچوں میں ایک درہ تھا۔ جیسا ہندوستان کی مغربی سرحد پر وہ
 خیبر اور بدخشان و غیرہ ہو جس کی مسافت اور چڑھائی ہشکل و تین گز کی ہوگی۔
 جیسی کہ درہ خیبر و غیرہ کی ہے۔ پس یا جوج باجوج جن کی صفت اور کیفیت مفسدین
 فی الارض تھی۔ اس دوسرے گزرتے اور سرحد سکندری میں آکر فساد اور لوٹ
 مچانے سرہنوں کی طرح چوتہ نہیں بلکہ سب کچھ لہجہ از آن سے تنگ آکر رعایا سلطانی
 سے ذوالقرنین کے پاس شکایت کی۔ جسکا ان آیات میں ذکر ہے۔ پس ابن
 آیات کا ترجمہ سنو!

جب ذوالقرنین اپنی سرحد پہنچا۔ لوگوں نے کہا اے بادشاہ یا جوج باجوج
 فساد ہی ہیں لینے ہمارے ملک میں فساد کر رہے ہیں۔ لوٹ مچاتے ہیں اگر حضور ان کا درہ
 ہماری جانب آنے سے بند کر دیں۔ تو ہم کچھ ٹیکس بھی ادا کر دیں گے۔ ذوالقرنین نے
 کہا۔ کہ مجھے نقد ٹیکس کی حاجت نہیں۔ جو کچھ مجھے خدا نے دیا ہے وہ تمہارے
 ٹیکس سے بہت اچھا ہے۔ پس تم اس کام میں قوت سیرمی مدد کرو۔ میں تم میں اور
 انہیں روک کر دینگا۔ تم میری پاس ہو سے کو ٹکڑی لاؤ (پس وہ لاؤ اس نے حکم دیا۔
 کہ انکو تہہ رکھو۔ اور تہہ میں ایک تہہ ٹکڑی کی رکھو۔ یہاں تک کہ لوہے کے ٹکڑے جب
 پیٹھ کی چوٹی تک پہنچ گئے۔ تو اندازہ لگا کر اسکو حکم دیا کہ ان میں آگ بھونک دو جب
 وہ بالکل آگ ہو گئے۔ تو اس نے کہا کہ تانبا لاؤ (جو اسی غرض سے گلا کر رکھا تھا)
 کہ میں اس پر اونٹیل دوں۔ پس (لوہا اور تانبا ملکر ایسی مضبوط دیوار بن گئی کہ) یا جوج
 باجوج اور سپر نہ چڑھ سکو۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکو۔ یہ دیکھ کر ذوالقرنین نے کہا کہ
 یہ میری پروردگار کی رحمت ہو کہ ایک آسان تجویز سے ایسے مفسدوں کی روک تھام
 ہو گئی۔ جب تک خدا چاہیگا۔ یہ دیوار رہیگی اور جب اسکا حکم اس کے کرنے کے
 متعلق آ پہنچے گا (جیسا کہ دنیا کی ہر ایک چیز کو اسطو قاعدہ پر) تو اس کو ٹکڑی ٹکڑی
 کر دیگا۔ اور میری پروردگار کا وعدہ یعنی حکم بالکل سچا ہے۔
 ان آیات سے کیا ثابت ہوتا ہو یہ کہ ذوالقرنین کی سرحد پار ایک مفسد

کی قوم تھی۔ جو پہاڑ کے درے سے آکر اُسکی رعایا کو ستارتے تھے رعایا کی فریاد پر سلطان نے اُس درے کے گوند کرادیا۔ اور بس جس سے مفسدوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ جس کی مثال کلبوں خدا نے ہماری مغربی سرحد پر درۂ خیبر پیدا کر رکھا ہو۔ اگر یہ درہ بند کر دیا جائے۔ تو آفریقہ کی آمدورفت بالکل بند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وزیر لیل کیساتھ سرکار انگریزی نے کئی دفعہ ایسا کیا اور کامیاب ہوئی۔ پس اس تصور اور معمولی واقع کی کج کاٹو کرنی کہ وہ دیوار کہنا ہے۔ اور وہ قوم کہاں؟ ایک فضول حرکت ہے۔ پہاڑی سلسلوں میں دو نہیں نہایت تین گز چوڑا درہ کیا نسبت رکھتا ہے۔ جس کی بندش ہی ایسے طریق سے کی گئی ہو جس کا ذکر آمت میں مذکور ہو ایسا ہی اُس مفسد کا پتہ تلاش کرنا توضیح اوقات اور دیوانہ پن نہیں تو کیسا ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کئی قومیں بنکر بگڑتی ہیں مفسد سے مصلح ہوتی ہیں۔ وورکیوں جاتے ہو۔ اپنی ہندوستان ہی کو لیجئے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں مرہٹوں کی قوم اعلیٰ درجہ کی یا جوج کی طرح مفسد تھی۔ اب آج کل کہاں؟ علیٰ ہذا القاسم کئی قوم اس وقت بھی ذوالقرنین کی طرح پر ایسی مفسد ہوئی۔ جو مرہٹوں کی طرح لوٹ مار کرتی ہوئی۔ جنگی روک تھام سلطان ذوالقرنین نے کر دی جس سے اُسکی رعایا کو امن نصیب ہو۔ بعد ازاں زمانہ کے انتصاب کے اُس قوم میں بھی تنزل آیا۔ یا تو ملیاٹ ہو گئے یا رو باصلاح آگئے۔ ہاں تعلیم قرآن ہم مانتے ہیں۔ کہ قریب قیامت کہ بھی یا جوج یا جوج ہو جائے جو اُسی قسم کے فساد اُٹھائیں گے۔ جیسے ذوالقرنین کے سرحدی مفسد فساد کرتے ہو اور دنیا کے امن میں خلل انداز ہوں گے۔ کہتے اسپر کیا اعتراض؟ اور جو حدیثوں میں آتا ہو۔ کہ یا جوج یا جوج دیوار کو چاٹتی ہیں۔ تھوڑا سا سوراخ اُس میں ہو گیا ہو۔ وہ آنحضرت کے ایک خواب کا بیان ہے۔ جس سے ملو ان مفسدوں کا قریب بتانا ہے۔ یعنی وہ زیادہ قریب ہے۔ کہ ایسے مفسد دنیا میں پیدا ہو گئے اور ضرور ہوں گے۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے آسمان بغیر ستونوں کے
 بنا دیا۔ آیت ہے۔ یٰٰذَا النّٰسِ انّٰی اُنشِیْہُمْ وَاَنْتُمْ اَعْمٰی۔ اور جب کوئی

شیطان چپ چاپ اور ہرجا کر فتنوں کی بات چیت سننے لگتا ہو۔ تو اس کے ستارے
تور کر مارے جاتے ہیں۔ اور شیطان اس آتش بازی سے ڈر کر بھاگ آتا ہو۔ بیشک اگر
شیطان اپنی شیطانی سے باز نہ آوی۔ تو اکدن آسمان ستاروں سے خالی ہو جائیگا۔
اور پھر چاند سورج تور کر مارنے کی نوبت آجائے گی۔ پھر کسی دن خود ساتوں آسمان بھی شیطان
کے سامنے جا ریگی (معاذ اللہ)۔ ۱۰۔ ۷۔

بَابُ رُوحَانِیَّہِ
مگر آپ انہی روحانی باب دیا تدریجی کے اثر سے ایسے متاثر نہیں۔
کہ ایسے مکرورہ کام سے بھی باز نہیں آتی۔ بھلا کس آیت کا ترجمہ ہو؟ کہ یہ ستارے
تور کر مارے جاتے ہیں، اصل لفظ یہ ہیں:-

فَانفَجَرْنَا سَحَابًا مِّنْ ثَاقِبٍ

جبکہ مطلب یہ ہے کہ شیطان جب روحانیات میں تجسس احوال کے لئے جاتا ہے
تو ستاروں کی تاثیر ان کو مان سہینے سے مانع ہوتی ہو۔ نہ یہ کہ ستارے تور کر انکو
مارے جاتے ہیں۔ اس کو مثال الہی ہے کہ نیز جلتی آگ کی طرف کوئی شخص زور سے
جاہلہ لپسے۔ مگر آگ کا سینک اور شعلہ اسکو رسائی سے مانع ہو۔ یا کوئی شخص بلندی
پر پہنچنا چاہتا ہو مگر کوئی غبار جبر کر دیکھا جاتا ہو۔ تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک اس طرح
شیطان کی ہمارے کی مثال ہے۔ کہ روحانیت میں ہوتا ہے۔ تو ستاروں
کی تاثیر سے ناکام واپس آتی ہیں سو قرآن بتلاتا ہے:-

وَلَقَدْ نَزَّلْنَا سَحَابًا مِّنْ ثَاقِبٍ مِّنْ ثَاقِبٍ مِّنْ ثَاقِبٍ مِّنْ ثَاقِبٍ

یعنی خدا فرما رہا ہے۔ ہم نے آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی ہو۔ احوال
ستاروں کو شیطان کے لئے دھماکا بنایا ہو گا

اگر تور کر گرائے جائیں۔ تو زینت کیسے رہے؟ پس مطلب وہ ہے۔

جو ہم نے بتلایا

آرہم

قرآن کی تعلیم ہے کہ روزوں کے دنوں میں اس وقت تک کھانا جائز ہے جب تک کہ صبح کی سفیدی اتنی نمودار نہ ہو جائے کہ سفید دھگے کو سیاہ دھگے سے تمیز کیا جاسکے۔ اس کے بعد تمام دن منہ بند رکھنا چاہیو۔ آدمی رات کو اٹھ کر کھانا کھانا خلاف قانون قدرت ہے۔ چنڈ۔ پرنڈ۔ درنڈ۔ کیڑی کوڑی بھی اکثر رات کو آرام کرتے ہیں مگر روزی دہ کو پیٹ کی پڑی ہوئی ہوئی ہو۔ عرب میں تو یہ قانون جیل کیا۔ مگر خدا کو یہ نہ سوچا کہ زمین کے شمالی اور جنوبی قطب کے رہنے والے کی طرح روزہ رکھا کریں گے۔ کیا چھ ماہ تک ان کو جھوکا رہنا پڑے گا۔ کتنی ادھبی تعلیم ہے (بقبرہ - ۱۸۷)

اگر آپ نے قرآن شریف پڑھا ہوتا۔ تو آپ کو یہ سوال کر دے کی نوبت نہ آتی۔

مسلمان

سینے اقرآن شریف کے متعدد مقامات پر یہ مضمون ملتا ہے :-

لَا يَكُفُّ اللَّهُ لَكُمْ إِلَّا وَصَحَّحَا

یعنی خدا کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیا کرتا۔ پس یہ تو عام اصول (جنرل رول) ہے تمام حکم اس کے ماتحت ہیں۔ پس جس قوم یا جس شخص سے یہ حکم برداشت نہ ہو سکو۔ اس کے لئے یہ حکم ہی نہیں۔

اور اگر آپ اسی آیت پر بھی جس میں روزہ رکھو کا حکم ہے غور کرتی ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس جگہ چھ مہینوں کا ایک دن ہو۔ وہاں کی بابت خدائے علام الغیوب نے اسی آیت میں ایک لفظ رکھا ہے۔ جو ان کو اس حکم سے رٹائی دلاتا ہو۔ کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے :-

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

یعنی جو کوئی رمضان کا مہینہ پاوے۔ وہ روزہ رکھے۔ حالانکہ چھ مہینوں کا دن ہو کر کیونکہ سے وہاں (شمالی اور جنوبی قطب میں) رمضان کا مہینہ ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں رات آسمان دیکھتے

پس پہلے آپ یا آپکا کوئی آریہ سماجی دوست ہمیں بتلا دیں۔ کہ وہاں مہینوں کا شمار کیونکر ہوتا ہے اور رمضان کا مہینا کس طرح ہے تو ہم بھی آپ کو آنت مرقومہ بالا سے روزہ کا حکم بتلا دیں گے۔

نہاں رات کی تکلیف کی بابت بھی خوب سوال کیا۔ اول تو یہ ضرور نہیں کہ رات کو کھاتے رہیں۔ بلکہ صرف آسانی کے لئے ہے اور نیز اس لئے کہ صبح سویرے اٹھ کر کچھ خدا کی یاد ہو۔ منو! قرآن شریف بتلاتا ہے:-

وَبِالْآنكِحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

یعنی خدا کے نیک بندے صبح سے پہلے اللہ سے بخشش مانگا کر رہیں کیونکہ تمام رات دن چڑھ کر رہنا۔ حیوانوں میں سے بدتر کتوں کا کام ہے خدا کو جنہوں کو ایسی عادت سے الگ رہنا چاہیو۔ یہی تو لطف ہے کہ اپنا آرام کو جب تک نہ کھوئیگا۔ سدا آرام کیسے پاویگا۔

بآزمواجب! آئیے ہم آپ کو یہاں ہی دیانتداری کا تمنا دکھاتا ہوں آپکو قطب شمالی کی سیر کی تکلیف نہیں دیتو۔ آپ کے گرد سوامی دیانتداری حسب علم وید دیانتداریوں کو حکم دیتے ہیں کہ ہر ایک آدمی کو ایہ ہو یا غریب۔ حتیٰ کہ طالب علم کو بھی ہوم کا کرنا فرض ہے۔ ہوم پر کتنا خرچ آتا ہے؟ اسکا اندازہ یہ ہے کہ ہوم کے پرتو نور منور کے علاوہ چندن۔ پلاس یا ام کی عمدہ عمدہ لکڑیاں جلانے کو اور سولہ آہنی گھسی جلانے آگ میں ڈالنا کہ جسکا اندازہ بقول دیانتداری آٹھ تولہ ہوتا ہے۔ اساکرنا تو مندر ہے۔ اس سے زیادہ کری۔ تو افضل ہے (مستیار پتہ صفحہ ۱۴۰)

آٹھ تولہ گھسی کی قیمت تخمیناً ڈیڑھ آنہ اور بالائی سامان ایندھن خوشبو وغیرہ کا اندازہ یہ ہے کہ سہی بتائیے یہ وہ آنہ کافی کس روزانہ خرچ۔ کیا پانچ روپیہ کا پیادہ یا نڈری یا کوئی اور کاروبار کرنے والا جسکی پوریتہ آمدنی ۲۳۳ روپیہ بلکہ روپیہ بھی ہو۔ اور اس کے گھر میں ایک بیوی اور ایک دو بچے ہوں۔ وہ فی کس ۲ روپیہ کے حساب سے ۸ روپیہ روزانہ خرچ کا اٹھل ہو سکتا ہے؟ اور اگر ہم گھریلو کی رشتہ داروں کی

مختلف قسم کے رہندوں کو ملحوظ رکھیں۔ تو میں کہیں کیا پچاس سو روپیہ یا سو رو رو لالہ بھی اپنے عیال کے لئے فی کس ہر کا الیاد زنی ٹیکس قبول نہیں کر سکتا اعتبار ہو۔ تو آریلز کی صحیح تعداد بتا دیں کہ پھر ان میں سے ہوم کرنوالوں کا حساب لگاویں۔ تو آپ معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارا بیان کھانسا تک صحیح ہے۔ کیا ہی نفاذی ہو اور کیا ہی نیک بات ہے کہ ایک ایسی معمولی غذا کے لئے تو یومیہ ارباڑ ڈیڑھ آنہ پر گزارہ کر سکتا ہو مگر ایک فضول کام ہوم کے لئے یومیہ فی کس ارباڑ ڈیڑھ آنہ پر گزارہ کر گا ڈاؤنڈ و فرنت۔

اتجالیسے بھی جاننے دیجئے! ایسے ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ دید کرانی کی خاطر ہی نہیں۔ کہ کل دنیا اس پر عمل کرے۔ نیٹے!

اگر تمام دنیا کے لوگ ایک مدت مدید تک وید کی ہدایتوں کے پابند ہو جاویں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ ہوگا کہ بوجہ نیک بختی اور صلاحیت کے یہ تو اس قابل ہوں گے کہ حیوانی قابلوں میں جائیں البتہ حیوانات اپنی اپنی مدت گزار کر حسب ہدایت وید انسانی قابلوں میں آجائیں گے۔ پھر یہاں پر وہ بھی بوجہ صلاحیت اور پابندی ہدایات وید کو حیوانی قابلوں میں نہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہ نوبت پہنچے گی۔ کہ سوکھ کر گھوڑا لگے نہ شہد کو مسکھی نہ دھندھ کو گھوٹ جھینس نہ ہل چلا نیکو مل لینگو گنان ہل چلا یٹنگو۔ تو آپ کھینچینگو۔ دھندھ کی حاجت ہوگی۔ تو اپنی عورت سے مانگیں گی۔ پس بھلا یہ ایسی مصیبت کا وقت جس کا قصہ کرنے ہی سے روٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں وید کی ہدایات اور احکامات کو تمام دنیا کے لئے قابل عمل ٹھہرا سکتا ہو کیوں بالخصوص ہندو ہاتھ لا اوستا دیوں کیسی کہی؟ (تفصیل ہمارے ساتھ الہامی کتاب میں دیں)

آرہنہ

قرآن کی تعلیم ہو کہ خدا نے آسمان کو ماٹوں کے بل سے بنایا اور خدا کو ذرا بھی تسکین نہ ہوئی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ مانتھ کے ساتھ آسمان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر کائنات کہ دنیا کافی تھا۔ آسمان بن گیا ہوتا۔ یہ مانا جاسکتا ہے کہ رب القرآن چونکہ بہت طاقتور اور زوردار ہو۔ اس لئے ہاتھ کے ساتھ کام کر کے عام مزدوروں کی طرح کچھ تسکین نہ ہوئی مگر وہ مگر کائنات کی بنیاد

مشائخ و ائمہ کی طاعت دکھانے کے لئے۔ افسوس نادان لوگوں نے کیا کو کیا بنادیا ہے۔ (ذابیات ۲۷)

مسلمان کیسا ضدی اور مسترد اور عقل کا دشمن ہے جو منکلم کے خلاف منشا کلام کے مننے کرتا ہو (دیباچہ ستیارتہ ص ۸)

اصل قرآنی الفاظ یہ ہیں:-

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُنْصِفُونَ

ایڈ جمع ید کی ہے جسکے معنی نفث عرب میں قوت اور قدرت کر بھی ہیں (دیکھو تاملو صراح وغیرہ) پس اُمت کے معنی یہ ہو چکا کہ ہم (خدا) نے آسمانوں کو اپنی قوت اور قدرت سے یعنی بلا کسی کی مدد کے پیدا کیا ہو۔ اور ہم بہت بڑی فراخی اور قوت والے ہیں۔
کہئے: کیا اعتراض ہو؟ ہائے کیسا بے سمجھ اور جاہل ہو جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھو (بہارِ حق) کتب کی تحقیق پہلے نمبروں میں ہو چکی ہو۔ علاوہ اسکو اصول موضوعہ نمبر ۱۲ کو دیکھو۔

نمبر ۸ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے زمین پر بہاڑ اس لئے رکھی ہیں کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جائے۔ افسوس ہو کہ

بھی زمین کی سرحد دی ہوئی اور برابر حکومت بھی ہو۔ اور اکثر مادی سردار کو کانپ اٹھی ہو کجا موجود روشنی اور کجا قرآن کی تعلیم۔ بھلا دونوں کا میل ہو سکتا ہو (انبیاء ص ۱۱)

مسلمان آپ نے جو حالہ اس مقام کا دیا ہو۔ وہ غلط ہو۔ اس مقام پر اسکا اشارہ بھی نہیں۔ ہاں ہم بغرض تحقیق اپنی عادت کے مطابق خود

ہی بتلا دیتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہ مضمون اس طرح ہو کہ بہاڑوں کو خدا نے زمین پر مثل سیخوں کے بڑ دیا ہو۔ تاکہ وہ ٹکونہ لے نہ گری۔ غور سے سنو!

الْقِيَامِ فِي الْأَرْضِ رَاقًا عَلَىٰ أَنْ يَتَذَكَّرَ

جبکہ فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں کیا ہو: انگلند بر زمین کوہ ہائے محکم برائے احتراز آنکہ بختباز نہ شمار آئے

اگر عربی گرامر کے قاعدے سے سمجھنا چاہو۔ تو بات صاف ہو تھیں فعل لازم ہو

کچھ کوٹب چارہ کے ساتھ دو مفعول بہ بنایا گیا ہے۔ پس آٹک کھٹنے یہ ہیں کہ
ہیاطوں کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زمین (در صورت نہ ہونی ہیاطوں
کے) بوجھ اپنے ہلکا پن کے تمکو اور کھتاری عمارتوں کو ہلاتی نہ رہی کہئے! اس پر کیا اعتراض
ہے؟ کوئٹی سائنس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کوئٹی گدہ کے سینک نکل آئو
ہاں! یہ خوب کہی کہ اب بھی گھومتی ہو با بوصاف معاف رکھینگا

تو آشتی و حقیقت نه خطا اینجا است

آپ کو ایسی کیا جلدی تھی کہ آپ نے کسی معقول لہد مولوی سے قرآن شریف کا ترجمہ نہ پڑھ لیا۔ تاکہ اس پیغمبری میں آپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ تھا۔“ اے کیسا پاپی ہو۔ جو مشکل کا مطلب نہ سمجھے۔ (دیباچہ ستیا رتنہ ص ۱۱)۔ ”ماں کو کیسا ناپاک ناٹن ہو جو اگرچہ کچھ کلام کو نہ دیکھے (بہو مکام ص ۱۵) سنئے! جس حرکت کا یہاں اس آیت میں انتظام بتلایا گیا ہو وہ ڈانٹاں ڈول حرکت ہے۔ جیسی بیٹری کو دریا میں ٹوٹان اور طغیانی کے وقت ہول ہے۔ جو بندوں کے کاروبار میں خلل انداز نہ رہے کہ باقاعدہ دولابی حرکت جو کیسے چلے ہے۔ بندوں کو مانع نہ ہو۔ پس اگر آپ کے پاس کوئی علمی دلیل اس دعویٰ پر ہو کہ زمین ٹھوس پتی ہے۔ تو لاؤ قرآن شریف لکھا کر کہہنا ہو۔

اِيتُونِي بِكَلَامٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَنَا زَوَّيْتُكَ عَلَيْهِمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (احقافہ)

یعنی اے قرآن کے مخالفو! عقل کو مدعو! الہام کے وعوید اردو! قرآن کو ضلالت کوئی
 سچی کتاب الٰہیہ۔ یا کوئی عقلی اور علمی دلیل پیش کر۔ اگر تم کو کچھ علم ہو تو سامنے آؤ۔

جب آپ ہیکو کی علی دلیل اور عقلی برہان سے زمین کی حرکت منوالینگو۔ تو ہم بھی آپ کے سامنے فوراً ایک قرآنی پیش کر کر دکھا دیں گے۔ بلکہ آپ ہی سے کہلا لیں گے کہ قرآن نے یہ افعال اس وقت سے بتلایا ہے جب دنیا پھر میں عموماً اور عرب میں خصوصاً کوئی بھی حرکت کا قائل نہ تھا جو سوت دنیا کے کئی ذماتوں پر اہل ایمان کے فلسفہ کا اثر تھا۔ کہ زمین نہیں بلکہ آسمان حرکت کرتا ہے اس وقت قرآن نے یہ بتلایا تھا۔
وَتَوَّاهُ الْجِبَالُ مَحْشَرًا جَاوِرَةً وَفِيهَا نُورٌ مِّنَ السَّجَابِ مَنَعَهُ السُّدُورُ الَّذِي فِيهَا

وَرَفَى الْجِبَالِ مَحْشَاهَا جَاوِرَةً وَفِي بَيْتِهِ مِثْقَالُ الذَّرَّةِ الْبَرِّ الْبَارِئُ الْكَافِرُ

مگر جب تک آپ یا اہل بیت سلج کا کوئی ممبر نہ آئے ہو یا آج آئے۔ کسی دلیل پر زمین کی حرکت ثابت نہ کر لے۔ ہم اس آیت کا ترجمہ کر کے مطلب نہ بتلا دیں گے فافہم ولا لعجل اگر وہ عالی باپ کی طرح زلزلوں کا شہر ہو تو یہ حق پر کاش۔ دیکھو۔

آیت نمبر ۱۱

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا آسمان اور زمین کو تھام رہا ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اپنی اپنی جگہ سے ادھر ادھر ہٹ جائیں۔ افسوس خدا کی قدرت کتنی کمزور ہے کہ زمین بنا کر اسکو تھامنا پڑا۔ شاید اسی لئے قرآن میں کہا ہے کہ لَا تَأْخُذْ بَعِثَةِ دُلاٰلِكُمْ۔ یعنی خدا کو نہ لو کہ یہی نیند آتی ہو۔ اور نہ ہی اونگہ بہلا اتنے بچہ پڑا ل کر خدا کو نیند کہاں نصیب۔ ذرا اونگہ پڑو۔ تو زمین ہاتھ سے گر پڑے یا آسمان جھوٹ جاوے اور سب کچھ کیا کر لیا خاک میں مل جاوے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہودی وغیرہ لوگوں نے کہا۔ کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے تو زمین اور آسمان اس کلمہ کفر کو سن کر بھٹنے ہی کو تھو۔ کہ خدا نے اسکو پکڑ لیا اور پھٹنے سے باز رکھا افسوس ہے ایسی روشنی پر (فاطر ۱۳)

مسلمان

کیا کہیں جبرائیل اور جبرائیل درجہاں باشند کسے بے زہنہ ماند۔ ہم نے اصول موضوعہ نمبر ۱۱ میں ایسے سوالات کی جڑ کاٹ دی۔ ہوئی ہے۔ ناظرین! ورق اللہ کی تکلیف گوارا کریں۔ تو بابو صاحب کی داد دیں پہلا دل نہیں جانتا۔ کہ اس موقع پر کچھ لکھیں۔ ہاں یہ خوب کہی کہ یہودیوں وغیرہ نے کہا تھا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے۔ بہت خوب اسے۔

چرخ گفت صحت سعدی در نیجا۔ الایا ایہا انسانی اور کاسا و ناولہا یہودی کہاں اور حضرت عیسیٰ کہاں اور خدا کا بیٹا کہاں۔ یہ باطل اسکی مانند جو کوئی یوں کہے کہ ہرم پال آمدیہ کی دوکان سے گائے کا گوشت لایا ہوں۔ قیامت آئے ہو، آج بابو صاحب کی کوشش سے یہودیوں نے بھی مسیح کو خدا کا بیٹا مان لیا۔ پس تم بابو صاحب کو اس شکریہ میں لندن ٹائپ کی انجیل مرقع جلد والی (روٹھینکس) تحفہ بھیجو۔ گھن نہ ہو۔ ایسے مصنف کو حمایتی ایسوی مفسر جملہ

ہیں۔ انہیں رقائق را بائد و صولے اینچنین
 یا صاحب! آپ ہمیشہ ایسے ہی مفسروں کا نام لیا کرتے ہیں سنو! ہم آپکو
 بتا رہے ہیں۔ گو یہ تو آپ کی معمولی گت ہے۔ مگر اس اتنا بتلاؤ ہیں کہ مفسرین مختلف
 طوائف کے ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہر ایک بات کو جانچ تول کر لیتے
 ہیں۔ ایک ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ سنا وہ کہہ دیا۔ جسکی مثال آپ کے دیکھنا ہوں
 میں ہی ملتی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ دیکھ کے عالموں میں بعض ایسے بزرگ بھی ہیں
 جنہوں نے لکھا ہے کہ وید میں حضرت محمد رسول اللہ کا نام بھی مرقوم ہے دیکھو سنیوں
 پر کاش ص ۲۹ علاوہ اس کو ہم مسلمانوں میں یہ سخت غریب ہے۔ کہ ہم کسی شری کی بات
 بلا دلیل نہیں مانتے کرتے۔ بس اس اصول کو یاد رکھو۔ اور آئندہ کو مفسروں کا نام ہٹا
 دیا کرو۔ اور معتبر غیر معتبر کی تمیز کیا کرو۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے مختلف کام کے انجام دینے
 کے لئے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان فرشتوں کو
 چار اور بعض کے دواو۔ اور بعض کو تین تین اور بعض کے چار
 چار اور بعض کو اس سے بھی زیادہ مقرر فرمایا ہے جو ہر بیان کے
 میں تھان لوگ تو یہاں تک پہنچا کر رہے ہیں۔ کہ جبرائیل کا ایک مشرق میں
 دوسرا مغرب میں پہنچتا ہے۔ اور فرشتوں کے متعلق عجیب گھڑنٹ بتائی ہوئی ہیں۔
 چنانچہ دو فرشتے ماروت و بازل کو کہیں میں تہمتور قید ہیں شاید بابل شہر کے
 گھڑنٹ کھودنے لگوں نے یہ فرشتے بھی مل جائیں۔ میں ان عجیب الخلق پر درجہ اول
 کی ہستی کا تسلیم نہیں کر سکتا (فاطر ۱)

مسلمان
 اسی لیاقت اور تحقیق پر تم اترا یا کرتے ہو۔
 ہاں صاحب! بیشک قرآن شریف میں فرشتوں کا ذکر
 ہے۔ مگر اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ نے احتیور وید پڑھا ہوتا
 تو قادم ہوتے۔ سنو!

یہ بتیقتیں دیوتا اس پر ہاتھ کے تقسیم کی ہوئی فرشتوں کو پورا کر رہی ہیں۔ یا انکی
قدت کے جزوی منظر ہاتھ ہیں۔ (کاٹڈ ۱۰۔ پر ہاتھ ۲۳۔ انوکا ۲۔ منتر ۲)

روحانیت کا سلسلہ جو خدا نے پیدا کیا ہے ان میں ایک نوع فرشتوں کی بھی ہو اور
ایک قسم جنوں کی۔ جنکی نفی کرنے سے روح کی نفی لازم آوے گی اور دہریت کی بنیاد مضبوط
ہے یہ آپ پر واضح ہو کہ ماروت ماروت فرشتے نہ تھے۔ اور نہ بابل کے کنوئیں میں قید
ہیں۔ آپ لے قرآن شریف غور سے نہیں پڑھا۔ نادانوں کی باتوں اور صحبت
آپ کو بھی نادان بنا دیا۔ تفسیر کبیر پڑھو یا تفسیر ثنائی جلد اول دیکھو۔ فرشتے چونکہ مجربات
ہیں۔ اس لئے ان کے پروں سے مراد ان کے تھکنے ہیں یا جس وقت وہ کھسی مانی شکل
سے متشکل ہوتے ہیں۔ اس وقت کے برابر ہیں والعم عند اللہ

قرآن کی تعلیم ہو۔ کہ خدا دوزخ کے دن قیامت سے پوچھینگا
ارہمہ کیا تو اتنے آدمی اور کچھ کھا کر سیر ہو گئی یا نہیں؟ بیٹو جہنم
بولیگی۔ کیا کچھ اور کچھ باقی ہے؟ یعنی اگر اور کچھ باقی ہو تو دیکھو۔ خدا اس کے پیچھے
کو دیکھ کر خاموش ہو جائیگا۔ اور کچھ جواب نہیں دیگا۔ بیشک خدا کا کچھ جواب دینا
تہذیب کے سرسرخ خلاف ہے۔ مفسر لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہو کہ خدا اپنے
دونوں ہاتھوں دوزخ میں ڈال دیگا اور جہنم کو سیر کرے گا۔ افسوس صد افسوس ایسی کٹاف
تعلیم پر (ق ۳۰)

یہ جو ایک ساندی اور ستر دیو جو کلام کا مطلب اٹا بیان کر رہے
(دیباچہ ستیا نند)

مسلمان

بابو صاحب! سنئے! خدا خاموش نہیں رہے گا۔ بلکہ باقاعدہ جواب دیگا مفسر
کا نام جو آپ نے لکھا ہے۔ یہ مضمون صحیح حدیثوں میں اس آیت کو متعلق یوں آیا ہو
حتیٰ یصیر رب العزۃ قینا قلام
یعنی دوزخ مانگتی رہے گی اور خدا، بیش کرتی رہے گی جب تک خدا اپنا قدم اس میں رکھے گا۔

لے بابو صاحب! دوزخ کا دن کون ہے؟ وہ تو نہیں جہنم سماج میں داخل ہو رہے تھے۔ (سند)

شاید آپ اور آریہ سماج کے کل ممبران خوش ہو گئے کہ خدا کا قدم تو ثابت ہوا۔ وہ بھی جہنم میں۔ میں چاہتا تھا۔ کہ سماج کو یہ خوشی خود دیر پا ہے۔ اور ایک دو روز بغلیں بجاتے ہیں اور اچھلتے کودتے بھلا نکمے چھلانگیں مار ڈالتے کسی پٹھان مولوی سے یہ سوال پیش کر کے ٹکڑے حاصل کریں۔ مگر مجھے خیال آتا ہے کہ اب جواب کے منتظر ہو گئے اس لئے بتلاتا ہوں۔ دیکھو قاموس جو عربی لغت (ڈکشنری) میں ٹیک معتبر اور مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے:-

یضع رب الغزت فیہا قدمای الذین قدموا الی الناس الا انہم قدموا للہ للندار
یعنی جو چیز طیار کر کے کسی مطلب کی واسطے بھیجی جاوے اسکو بھی قدم کہتے ہیں۔ جیسے
میل کے انجن کے لئے کوئلوں کے گٹھ یا لکڑیوں کو لگدے۔ تو اس مطلب یہ ہے۔
کہ دوزخ ہمیشہ زیادتی چاہیگی اور خواہش کرتی رہیگی۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ تمام مشرکوں
کافروں اور بدینوں ضدیوں اور سرکشوں شکر قبول کو اس میں نہ ڈالے گا جب
ڈال دیگا۔ تو وہ کہیں گے قطعاً پس بس (ایسا ہی لغت حدیث کی معتبر کتاب
مجموع البحار اور امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں بھی ہے۔ ایک
روایت میں قدم کی بجائے ریحل کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی بھی قاموس اور
مجموع میں طائفہ کے لئے ہیں یعنی وہ جماعت جو دوزخ کے لائق ہوگی۔ جب دوزخ
میں ڈالی جائے گی۔ تو دوزخ پس پس کرے گی۔ کہنے لگے بیچے کو نہ دیکھو
وہ لے کون ہوتے ہیں؟ (بھروسہ کاملہ)

آریہ سماج | قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا دوزخ کو آدمیوں جنوں اور پتھروں
سے بھریگا۔ معلوم نہیں جن کون ہو گئے۔ اور کون ہیں۔

بھوتے اور چڑیلوں کا ذکر تو چھوڑے ہوئے بنا کرتے ہو۔ مگر جنوں کا ذکر قرآن سورہ جن
اور دیگر آیات سے ہی پڑنے میں آیا ہے۔ بھلا پتھروں نے کیا گناہ کیا۔ کہ ان کو
دوزخ میں ڈالا جائیگا؟ یہ شاید اس لئے ہو کہ بدینی پوجکوں کو دماغی مورتی بنانے کے
لئے پتھروں کی تلاش میں آہر آہر نہ جانا پڑے بلکہ دوزخ میں سے ہی پتھر لے کر

مصدقی بنا کر پوجینے لگ جائیں اور یہ تو قرآن کا اصل شدہ مسئلہ ہو کہ تمام سورتی پوجک و ذبح میں ڈال جائینگے۔ کسی نے سچ کہا ہو۔ کہ خدا ہر ایک چیز کا سامان اس کے ساتھ رکھتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر موجودہ زمانے کی روشنی کے ساتھ خدا قرآن کو نہ رکھتا (بقرہ - ۲۲)

مسلمان

اے آگے پیچھے نہ دیکھنے والے کیسے بد باطن ہیں (ہو رکھا ص ۵۵)
قرآن کی دوسری آیت میں تفسیر موجود ہے غور سے سنو!

اِنَّكُمْ دَوَّمَا لَظُلُمٰتٍ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَقًّا مَّحْجَمًا

بچنے مشرک! تم اور تمہارے پتھروں کے معبود جہنم کا ایندھن ہو گئے پتھروں کو صرف پتھروں کے پجاریوں کی ذلت اور حقارت کے لئے ڈالا جائیگا۔ پتھروں کا گناہ تو جب پوچھئے۔ کہ پہلے یہ بتلائی کہ ان کو عذاب کی حس بھی ہوگی جسے حس چیز کو جبار چاہو۔ رکھ دو۔ گناہ کیا پوچھنا۔ سہا جن اینٹوں اور پتھروں پر آ یہ لوگ پیشاب اور پاخانہ پھرتے ہیں۔ انہوں نے کیا گناہ کیا؟ کیا کبھی نیوک سے پر نہیں کیا؟ کیسے دیوانے کی ٹہرو۔ مورتی پوجک ہندوؤں سے آکر بہت سخت مددہ ہو چکا ہو کہ خواہ مخواہ انکو حقارت آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیوں ہندو۔ وہ تو بڑی باپلی ہیں جہاں سن لیں۔ کہ آریہ سماج کا جلسہ ہو۔ وہاں فاتحوں سے لبر کر کے بھی پوچھتو ہیں۔ اور جا کر مورتی پوجا کا ثبوت جھٹلیدے سے نکال کر دکھادیتو ہیں۔ یہی وجہ تو ان کی مالی کمی ہے۔ جنہوں کا ثبوت لینا ہو۔ تو ہمارے پاس آؤ۔ ہم ایسے لوگ تمکو دکھادیں گے جو ایک حرف بھی نہیں جانتے۔ مگر جو وقت جن کا دخل ان کو جسم میں ہوتا ہے تو کوئی قرآن کوئی دوسری کتابوں کی عبارتیں فر فر پڑھتے جاتے ہیں۔ رومانیات کا سلسلہ نہانے پیدا کیا ہو جس میں جرن بھی ایک فہم ہو اور فرشتے ہی ایک نوع جو پچھو میں نہیں آتے۔ لیکن کسی چیز کے نہ دیکھو ماہنے سے ان کا نہ ہونا ثابت ہو سکتا ہے؟ تو بس دہریوں کا قول درست ہے۔ کہ روح بھی کوئی چیز نہیں۔ مددہ دکھاؤ! لالہ صاحب! ہر چیز اپنے اثر اور نشان سے ثابت ہوا کرتی ہو بلا دلیل

جنوں کا الکار کرتا مجنوں کا کام ہے۔

آرٹیکل نمبر ۸۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کو خوب قرض دو۔ وہ دگنا دلا کر دے گا۔ افسوس ہے کہ خدا سو دو کو قرآن میں حرام ٹھیکر دے گا۔

اور خود دگنے سو دو پر قرض ملے۔ پہلا خدا کو قرض کی کیا ضرورت۔ کیا اس نے کسی بیٹی بیٹے کا بیاد رچانا تھا مسکن بنوانا تھا۔ کہ لوگوں سے قرض لینے کی ضرورت پڑی۔ بہتر ہوتا۔ اگر کہنے والا کہتا۔ "خدا کے نام پر مجھے قرض دو" جیسا کہ آجکل اکثر بھیک منگو گلی بازاروں میں کہا کرتے ہیں۔ "بابا خدا کے نام کا ٹکڑا دلا" مگر یہ کوئی گستاخی نہیں کرتا۔ کہ "بابا خدا کو ٹکڑا دلا" افسوس ہے ایسی گستاخانہ اور بیجا تعلیم ہے۔ حقیقت ہے آدمی یہ کہ اس نے خدا کو کیا کیا بنا دیا۔ کہ دوکانداروں اور شاہوکاروں کو یہی زہر کر دیا (حدیدہ - ۱۱ - ۱۸)

باب کے سپوت ہوں۔ تو ایسے ہی ہوں۔ دیا تہجی نے ہی یہی راگ الاپا ہے یا درکھو!

مسلمان

آگے پیچھے کلام کو دیکھ کر مطلب سمجھنا چاہئے (محبوس کا ص ۵۲)
سنو! قرض سے مراد اس جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ مت سمجھو کہ ضائع جائیگا۔ بلکہ یہ سمجھو کہ اس کا عوض ملیگا۔ کتنا ملیگا؟ دگنا۔ تگنا۔ چوگنا۔ ست گونہ تک۔ یہی حسبِ اہل اس تک ملیگا۔ اس مطلب کو واضح کر دیکھو خدا کی علامت الغیب ہے جہاں قرض دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کو متعل ہی فرمایا ہو کان لگا کر سنو اور اینٹ کی ٹینک لگا کر دیکھو!

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ

يَقْبِضُ وَيَكْسِبُ وَاللَّهُ يَرْجِعُ حَتَّىٰ (البقرہ - ۲۴۵)

یعنی کون سے کہ اللہ کو نیک نیتی سے قرض دو (یعنی اس کی راہ میں خیرات کرو) پھر اللہ کئی گنا تم کو دے گا اور یاد رکھو کہ خدا ہی رزق تنگ کر دیتا ہے اور وہی فراخ کرتا ہے۔ اور اس کی طرف تم پھر کر جاؤ گے

اس آیت نے مطلب صاف کر دیا۔ کہ قرض دینے کا حکم جو قرآن مجید میں آیا ہے

وہ قرض نہیں جو بھوکے یا تنگ دست آدمی دولت مندوں سے مانگا کرتا ہے۔ بلکہ ایک مجاز اور بندوں کا دل پہلانی کا استعارہ ہے۔ ورنہ اگر بھوکوں کی طرح قرض مانگتا تو یہ نہ کہتا کہ اللہ ہی تنگ اور فراخ کرتا ہوگا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو یہ غرض ہے کہ خدا کی حکومت اور مالکی تبار کو بچھڑھوکا کیونکر ہوا؟ یا افسوس منوں تو صاف ہے مگر ناپاک باطن والے جاہلوں کو علم نہیں (محبوب کا حصہ ۵۲)

بالوصاحب! اصول موضوعہ نمبر ۷۰ دیکھو اور بتلائیں کہ مشکل کے خلاف منشا کلام کے معنی کرنیوالے کون ہوتے ہیں؟ (زرہ) دیا چہ ستیا تہ صٹ دیکھ کر جو بدینا قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر خدا چاہتا۔ تو سب کو ایک دین پر کر دیتا مگر بوجھے۔ کہ اُس نے ایسا کیوں نہیں کیا اور ایسا کیوں نہیں کر دیتا۔ کیا مذہب کی خاطر لوگوں کا خن بہتا ہوا دیکھنا آسکوزیادہ خوش کرتا ہو کیا وہ اہل روم کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر بیٹھ کر شیریں اور بھٹیڑیوں کو آدمیوں کیساتھ لڑتی ہوئی اور لہو لہان ہوتی دیکھ کر اپنی خوشخواری کو سیر کرتی ہوئی (مائدہ - ۲۵)

افسوس ایسی سمجھ پر جو اصول موضوعہ نمبر ۷۰ کو بھی نہ سمجھو! آپ کا حوالہ تو غلط ہے۔ ہم بتلاتے ہیں عربی الفاظ سنو!

منشأ

لَنَشْأَنَّكَ لَا تَلِيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هَلَّا هَا

اس جگہ پر جو منشأ کا لفظ ہے اس کا مصدر شئیت ہو اور مشئیت اللہ کی بابت ہم منسبہ میں بتلا آئی ہیں کہ جہاں قرآن شریف میں آتا ہو اس سے مراد قانون الہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ طریق اور دستور جو خدا نے اپنی مخلوق کو متعلق جاری کر رکھا ہے۔ کہ یوں کام کریں گے۔ تو کامیاب ہو جائیں گے اور یوں کریں گے تو ناکام رہیں گے مثلاً میدان جنگ میں باہتیار جائیں گے۔ تو فتح پائیں گے۔ خالی ہاتھ جائیں گے تو شکست کھائیں گے۔ تو بھوک کر وقت پیٹ میں خدا ڈالیں گے تو زندہ رہیں گے۔ نہیں تو مر جائیں گے۔ اس قانون کو قرآن شریف میں مشئیت اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے شاذ نشأ ماننی اور مضارع نکلے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کا قانون یہ

ہوتا کہ ہر ایک شخص ہر ایک کوشش سے (خواہ مطلوب کی موافق ہو یا ناموافق) کھڑا ہو جاوے تو سب لوگ ہدایت پا جلتے۔ کیونکہ ان میں بعض لوگ تہدات کی خواہش کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں اور جو کام رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ کچھ دیر کرتے ہیں۔ جو طریق خدا نے ہدایت پر پہنچنے کا مقرر کیا ہے اس پر نہیں چلتے لیکن کام رہتے ہیں۔ یہی معنی ان آیات کے ہیں۔ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ ان کو دلوں پر ٹھہر کر دی ہے۔ اللہ نے ان کو اندھا کر رکھا ہے۔ پس یہ ہدایت نہیں پاؤں گے یعنی کچھ دیر پس نا کام رہیں گے۔ اگر ان معنی کی اور واضح دلیل قرآن شریف سے چاہو۔ تو سنو!

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَلَكُمُ الَّذِينَ يُعْلِمُونَ الْغَيْبُ مَا جَاءَ نَهُمُ الْبَيِّنَاتُ
وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فِيهِمْ مَنْ آمَنَ وَكَفَرَ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَفْتَلَكُمُ
وَلَكِنَّ اللَّهَ يُفَعِّلُ مَا يُرِيدُ

پہلی قوموں کا بیان ہے کہ وہ آپس میں لڑ رہے اگر خدا چاہتا۔ تو دلائل پہنچ کر کے بعد نہ لڑتے۔ لیکن وہ آپس میں مختلف ہو گئے۔ کوئی تو ان میں سے ایمان پر رہا۔ کوئی کافر رہا۔ پس اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آپس میں ان کی خوب چلی۔ یہ بھی اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جبار و دہکرا ہو۔ وہی کرتا ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے پہلے کلام شرطیہ فرمایا۔ پھر اس سے استثناء کیا یعنی پہلے اپنی مشیت سے ان کی لڑائیوں کا نہ ہونا متعلق فرمایا۔ پھر اس لڑائی کے اسباب پر اطلاع و بیکرا اس امر کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اگر اللہ کی مشیت یعنی قانون بین الخلق یہ ہوتا۔ کہ باوجود اختلاف کے بھی لوگ نہ لڑیں۔ تو البتہ وہ وہ لوگ باوجود اختلاف کے ہی نہ لڑتے۔ مگر چونکہ یہ قانون نہ تھا بلکہ قانون یہ تھا کہ اختلاف موجب قتل و قتال ہوتا ہو۔ پس چونکہ وہ آپس میں مختلف ہوئے۔ اس لئے ان کی لڑائیاں بھی ہوئیں نتیجہ صاف ہے کہ مشیت اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام ہے۔ انہی معنی سے قرآن شریف میں متعدد مقام پر لڑنے کا استعمال آتا ہے۔ جس سے نادانوں کو اکثر شبہات پڑا کرتے ہیں۔ مثلاً بت پرستی

بابت فرمایا: **لَا تُشَآءُ رَبُّكَ مَا فَعَلُوا**۔ اگر تیرا پروردگار چاہتا تو بت پرستی نہ کر لے یعنی جن اسباب (بد محبت وغیرہ) سے بت پرستی پر پہنچے ہیں اگر قانونِ الہی یہ بتاتا کہ ان سے بت پرستی کا اثر نہ ہوتا۔ تو یہ بھی ایسے کام نہ کرتے۔

ہاں اگر یہ شبہ ہو کہ جب بت پرستی بھی اُسی کے قانون اور مشیت پر چل کر ان سے ہوئی تو پھر موانع اور عذاب کیوں؟ تو اس کے جواب کیلئے ہم اصول موضوعہ نمبر ۱ کی طرف توجہ دلاؤ ہیں۔ کہ خدائی قانون اُسکی مرضی کو مستلزم نہیں۔ ناظرین درقِ اٹک کے ملاحظہ فرمادیں۔

مشرکین عرب نے مشیت پر خدا کو لازم سمجھا تھا اور کہا تھا کہ

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا بَنَيْنَا وَلَا خَرَجْنَا مِنْ شَيْءٍ (سورہ الفلم ح)

یعنی اگر خدا چاہتا۔ تو ہم شرک نہ کرتے جس سے مطلب انکا یہ تھا کہ چونکہ اُس نے

چاہا ہے۔ اس لئے وہ راضی بھی ہے۔ تو ان کے جواب میں فرمایا۔

كَذَٰلِكَ كَتَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اُسی طرح پہلے بیوقوفوں نے جھٹلایا تھا۔ یعنی انہوں نے بھی مشیتِ الہی کو اس کی

رضا اور خوشنودی سمجھی اور اصول موضوعہ نمبر ۴ پر غور نہ کیا۔ کیلئے اسکا مطلب اسچھنے والی کوئی چیز

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور

جسکو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے۔ بھلا پہر آدمیوں کو کیوں

دور رخ ہیں ڈالا جائے۔ جبکہ انہوں نے جو کہیم کیا وہ خدا کی مرضی ہی سے کیا خدا

خود ہی دور رخ میں جاوے نادان لوگ اس غلط کاری پر تدبیر اور تقدیر قسمت اور

آزمائش کی لٹکڑی تعلیم کا خول چڑھتے ہیں۔ سگر فضول (ماہدہ۔ ۴۵)

ایک جواب تو اس کا وہی جو اوپر کے نمبر میں گذرا۔ دوسرا جواب

اس کا یہ ہے۔ کہ خدا نے خود بتلایا ہے۔ کہ میں کن کو گمراہ کرتا

ہوں۔ اور کن کو ہدایت کرتا ہوں۔ غور سے سنو!

وَمَا يَفْضِلُ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّ الْوَصَلَ وَالْفَيْدُونَ فِي الْأَرْضِ أُنْزِلَتْ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ (نور)
یعنی بدکاروں کے لیے ایمانوں کو گرا دکر تلے سے جو خدا سے بندگی کے وعدے مضبوط کر کے
بھی ٹوڑ دیئے ہیں اور جن تعلقات کے تلاب کر سکا درستی طور پر حکم ہے۔ اُن کو ٹوڑ دیا
ہیں اور ملک میں ناحق فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ٹوٹا پانیو الیہیں
یہ وہی مضمون ہے جو دید میں پر مشور نے شہل بتلایا ہو کہ:-

میں بدکاروں کو کبھی شیر باد نہیں دیتا (رگوید اشک)۔ اویسا سرک انتہا
قرآن شریف کی محاوروں میں ایسے لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا جنکو وہی کے
میں الشیرا شیر باد نہیں دیتا۔ اور ہدایت کن کو کرتا ہو غور سے سنو!
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا

جواں کی طرف دل سے آتا ہے اس کو ہدایت کرتا ہے یا دوسری لفظوں میں
یوں سمجھو کہ جو قرآن شریف کو خوف خدا سے تعصب چھوڑ کر پڑھتی ہیں اُن کو ہدایت
ہوتی ہے۔ اور جویسا نہیں کرتے وہ گمراہ ہوتے ہیں اپنے روحانی باپ کو دستخط
مانگو۔ نو سنو! اسوامی جی اپنی کتاب کی نسبت لکھتے ہیں:-

”ان چودہ سلاسون کو جو شخص تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے دیکھے گا۔

اُس کے دل میں کچے مضمون میں روشنی سے راحت پیدا ہوگی اور جو شخص

فدا و تعصب سو دیکھو گا۔ پھر اس کتاب کا مطلب ٹھیک ٹھیک واضح ہوا

بہت مشکل ہے۔“ استیارتہ پرکاش (۳۱)

سنو! قرآن شریف بتلانا ہے:-

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْفَ السَّمِيعِ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورہ بقرہ)

یعنی قرآن شریف میں ہدایت اُن لوگوں کے لئے ہے جنکو عقل ہو یا دل سے

متوجہ ہو کر نیک نیتی سے سنتے ہیں۔ کیا سچ ہے

ہاں کہ در لطافت طبعش خلایق نیست

وہ باغ لالہ روید و در شورہ بوم حسن

آریہ نمبر ۹۲ { قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا شرک کو سوا باقی تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ کو یہ سورتی پوجا کو جس نے کبھی شراب نوشی، زنا کاری، چوری، ٹہنگی نہیں کی۔ اور ہمیشہ اپنے دیوتا کی کرپلی سے ڈرتا رہا۔ دوزخ میں ڈالا جائے اور دوسری طرف ایک شرابی کہا جی زانی جو رب معاش شخص اپنے تمام گناہوں کو معاف کر اگر بیشک کے غمرو لوٹے (نمبر ۱۱۶) }

مسلمان نمبر ۹۳ { تو اُن کے حقیقت نہ خطا انجام است آپ کو کیا معلوم شرک کیا بلا ہے۔ اور کس درجہ کا گناہ عظیم ہے آج سوامی دیانند جی ہوتے۔ تو اُن سے ہم پوچھتے کہ شرک کون ہوتا ہے۔ وہ جھوٹ سے شت چھہ براہمن کا مذہب ۱۴۔ اذہمیا سے ۴ سے تباہ آ۔ کہ شرک توحید ان ہوتا ہے (مجموعہ مکالمات) سنئے! سوامی جی لکھتے ہیں :-

”پیشور ہی کی عبادت کرنی چاہو۔ اور جو یہ کہے کہ پیشور رکھو جو کہ کسی دوسری عبادت کرنی چاہئے اسکو جواب دینا چاہو کہ تو دیکھ میں پڑیگا“ (حوالہ ذکر) اللہ اکبر! آیہ بکر بت پرستی اور شرک کی برحمت کہ قرآن شریف مشرکوں کو نجات سے محروم کرے۔ تو لالہ دھرم پال جی بکر بیٹھیں کیوں ہو۔ حق سے عداوت کی یہی مغویں ہاں یہ خوب کہی کہ شرکی۔ زانی جھوٹ جاویں۔ باوجود یہ! قرآن شریف کو دیکھئے کسی کو نہیں جھوٹا۔ غور سے سنو!

فَمَنْ لَّيْلٌ مُّشْقَالٌ ذَرْنُوهُ خَلَا وَقَدْ نَزَّلَ لَيْلٌ مُّشْقَالٌ ذَرْنُوهُ شَرَّائِرٌ رَّا لَعَالَهُ شَرًّا یعنی جو کوئی دن پہنچی کر گیا وہ بھی پا لیا اور جو کوئی ذر و بھر برائی کر گیا۔ وہ بھی پا لیا۔ مگر چونکہ قرآن شریف کے نزدیک بلکہ دنیا کی کل اہل توحید غموں کو نزدیک شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔ اسلئے اس کی نجات کسی طرح نہ ہوگی۔ البتہ باقی گناہوں کی کسی قدر سزا دیکر بوجہ دیکر نیک عملوں کے یا توحید کامل کو یا خدا کو حکم سے ایسا دیکھیں سلام کی شفاعت پر نجات ممکن ہے۔

سماحہ اقرآن پاک کی عداوت میں بدترین مخلوق (مشرکوں اور حوالموں) کی

کیوں حمایت کرتے ہو؟

آرہین ۹۳

قرآن کی تعلیم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان خدا ایک پردہ ڈال دیتا ہے تاکہ کافر قرآن

کو نہ سن سکیں اور نہ سمجھ سکیں یہ اس لئے کہ خدا نے ان کے دلوں پر پھر لگا دی ہو اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو یہ پہلا اگر بھی بات تھی تو کافر وہی کو تلقین کرنے کیلئے تھی کیوں کہ جو کافر لوگ راہ راست پر نہ آویں قرآن کا قصور ہی کیا؟ حاضرین یا کافر اسکو کہتے ہیں کہ جو لالچی بالوں کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے اور خلاف از عقل اور خلاف ان قانون قدرت مسکوں اور معجز و غیر متصور کر دین شجر تو نہیں کرتا ہوں مگر اپنے سہمان بیانیوں کیلئے عقل اور تمیز کی دعا کرتا ہوں (اسرائیل ۲۵)

مسلمان ۹۳

کافروہ ہوتے ہیں جو محض بد معاشرتی بدینتی اور لیے انجالی سے بغیر سمجھتے مطلب کے اعتراض کریں (دیباچہ ستیا رہمد)

بابو صاحب کو بار بار یہی سوچتی ہو کہ خدا ایسا کیوں کرتا ہے۔ مگر اصول یہ ہے کہ تجربہ ملاحظہ نہیں کرتے۔ ناظرین تکلیف گوارا کریں کہ ورق الٹ کر اصول مذکورہ کو مطالعہ فرمادیں۔ ماشے کیسا جاہل اور نابھار ہے یہ کلام کو آگے بچھنے ربط دیگر سے نہ سمجھو (جھوٹا ص ۵۲) تفصیل تحقیق پہلے ہو چکی ہو کہ خدا کون کو گمراہ کرتا ہو۔

آرہین ۹۴

قرآن کی تعلیم ہے کہ مشرک اور کافر ناپاک ہیں ان سے دوستی امت رکھو۔ کافر سے جو کوئی دوستی لگاؤ گا۔ وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

نکار اور سخت عذاب الہی ہو گا۔ کافر کی تعریف اور پر تبا چکا ہوں افسوس ہو کہ الیو عاقل اور ذہنی شعور لوگوں کو ناپاک سمجھا جاوے اور جینگل کے اکثر خانہ بدوش وحشی اور بد مذہب لوگ جو عقل اور دانش سے ان کی طرح سیے بہرہ ہو کر ہر ایک گمراہ کو منجانب اللہ تسلیم کر لیں ان کو بہت پاکیزہ تصور کیا جائے۔ قرآن کی اس تعلیم کے مطابق تمام عیسائی۔ آریہ۔ یوہو مذہب۔ سکھ وغیرہ لوگ جنہیں سے اول تشریف کو مانتے ہیں اور ساری کوسا

سہ سماجیو دعا سے ہی مطلب برائی ہو سکتی ہے؟ (مذکر)

ہی قرآن سے منکر ہیں ناپاک ٹھہرتے ہیں اور دوزخی بنتو ہیں فقط چند کروڑ اہل قتل
 ہی بہشت کے ٹھیکہ دار ہوئے۔ گویا سیالی یا آریہ وغیرہ ایسے بہشت کے بہو کو نہیں
 ہیں۔ مگر قرآن کی یہ تعلیم کیا کبھی اصول صلح کل کو لاسکتی ہو؟ ہرگز نہیں (توبہ ۲۸)
 بابو صاحب! سچ کہنا۔ من گہڑت لگانا کس سے سیکھا ہو؟
مسلمان ہمارا قیادہ اگر غلطی پر نہیں۔ تو سوامی دیاتندجی کی روح کفایت
 وجہ سے تم میں حلول کر گئی ہے۔ اُن کی من گہڑت باتیں بیکہنی ہوں تو ہمارا رسالہ
 دیاتندجی کا علم و عقل دیکھو جس لفظ پر آپ کو شبہ ہے وہ یہ ہو:-

لَا تَمْنَا الْغَنَىٰ كُنْ تَجِدْ

یعنی جو لوگ خدا کے ساتھ اسکی مخلوق کو ساجھی بناتے ہیں۔ اُن کو اندو نہ لپاک
 ہیں دل سیاہ ہیں، اس آیت کو معنی میں نہ ہو دل اور اندو نہ لپاک کی لکھی ہو
 ظاہری لپاک کی مراد نہیں لی اس واسطے کہ خداوند عالم نے دوسری آیت میں فرمایا:-
 كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

یعنی بیشک اُن کی بد اعمالیوں نے اُن کے دلوں پر رنگ کر دیا ہو، اس آیت
 صاف ثابت ہو کہ انسان کی نیکی و بدی کا اثر اس کے دل پر ہوتا ہے۔ ان معنی کی
 تائید آپ کے روحانی باپ دیاتندجی نے بھی کی ہو۔ ناظرین نمبر ۹۲ یا خطہ فرماویں
 مگر افسوس آپ قرآن اور سچی تعلیم سے ایسے متنفر ہیں۔ کہ ہر بات میں گویا انکار
 کر نیک ٹھیکہ لے رکھا ہے۔

ہائے کیسا کپوت ہو کہ جسکو باپ تو حیوان اور خدا کا مستوجب بتلا ہو۔ مگر بیٹیا
 اُسکو دانا سمجھے۔ بابو صاحب! آپ کو معلوم نہیں کہ نیک نبی کسی سرسبز ملک یا بیرون
 شہروں کی آبادی پر موقوف اور منحصر نہیں۔ بلکہ وہ تو دل کی صفائی اور خدا سے تعلق
 پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہو کیا آپو اپنی روحانی باپ دیاتندجی کا قول نہیں سنا؟ کہ:-
 سادجو اور برہمن نیک لکال ہو تو ہیں۔ ماں باپ اور گروئے نہیں! (ستید تھکت)

ہاں قرآن شریف کی صلح کلی دیکھو کہ صاف لفظوں میں فرمایا:-

یَا اِهْلَ الْاِسْلَامِ وَجِبَتْ عَلَیْکُمْ فَلَا اَجْرَ عِنْدَ رَبِّهِ (سورہ بقرہ ص ۳۰)
یعنی جو کوئی اپنی پروردگار کے حکم کے تابع ہو اور نیک کام کرے۔ تو اس کا بدلہ اور ثواب
اپنے پروردگار کے ہاں سے پاویگا۔

اس کے مقابلہ پر سوامی دیا منہجی کا پرمان بھی بیٹھے بلکہ
یہ دیکھ کر ناسک (دھری) ہے، (زید ستیارتھ ۱۹۰۷ء ملاحظہ ہو)

کہئے! تمام دنیا کا کیا حال ہو؟ یورپ اور امریکا اور افریقہ کے تو کان بھی وید کو
آشنا نہیں۔ ماننا تو کہاں۔ ایشیا میں ہندوستان کے اندر ویدک مت کو دو گروہ
حامی ہیں۔ یعنی ہندو اور آریہ۔ سو ہندوؤں کو تو سوامی جی بوجہ بت پرستی اور پانڈو
کے انوکھے مشرک اور حیوان کہتے ہیں۔ رہو آریہ سو ان میں بھی ایک پارٹی بوجہ
(گوشت) خوری کے نجات کے حقدار نہیں ہو سکتی۔ گندو لکڑی مٹاؤں کی بوجہ بتائی
یعنی آریہ گھاس پارٹی کی جو صرف سنہری خور ہیں۔ جنگی تعداد ہوں کی اونگھیں
پر ہو سکتی ہو اگر ہم ان کے اندرونی ساز بھی کھولیں۔ تو شاید تمام ہندوستان بلکہ تمام
جہاں میں مشکل ۲۵۔ ۲۶ گھنٹی بھی سخت نجات ہو سکتی ہیں۔ پس بتائیے! یہ بچل کس
صبح کلی پرستی ہو؟ کیا مسلمان، عیسائی، یہودی، بدھ، سکھ۔ جیتی وغیرہ تو میں
جو کل دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نجات کا استحقاق رکھتی ہیں؟ اس صلح کلی کو علاوہ
اور سنو! مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام سے ایسی نفرت کہ ان کو ہاتھ کا کھانا
بھی نہ کھایا جاوے (ستیا رتھ ص ۲۵) ایسی صلح کلی بالیسی؟ کیا کہنے حضرت مسیح کا قول
بالکل سچ ہے۔ کہ ظالم کو دوسرے کی آنکھ کا نشا کا نظر ٹپ جاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ
کا شہتیر بھی نہیں دیکھتا۔

مگر اصل میں وید کا مستحق بھی دانستے۔ اس نے سوچا کہ پریشوری حقیقت اور
بائیتہ تو میں نے صرف اپنی ہی بتائی ہو۔ کہ رعوں کو جو انکی مخلوق نہیں اور مادہ اور
روح کہ جوڑ جاؤ کہ بقول شخصے تم کون؟ ہم خواہ مخواہ۔ بادشاہ اور حاکم بن بیٹھا۔
پھر اگر وہ ہر ایک روح کو خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا ہوتھی یا آریہ نجات دینا چاہو۔

تو ایک نہ ایک دن یہ شیر خانہ روجوں کا خالی ہو جائیگا پہ تو لالہ صاحب (پیشوا صاحب) کو
چھوڑ چاؤ کر مکتیاں بھٹکتے دوکان پر بیٹھے لوگوں کا منہ ماکڑ ہیں گر۔ سچو کوئی ان کی نہ
سنیگا۔ جیسے کسی معزول حاکم کی کوئی نہیں سنتا۔ اس لئے اس نے پیش بندی کر دی
کہ سوائے آریوں کے (بقبر لیکہ گوشت نہ کھاؤ ہوں) کسی کی نجات نہ ہوگی۔ قربان
ایسی دوراندیشی پر۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ کیونکہ قتل
آرہ ۹۵ { سے کفر بڑا ہے۔ افسوس ہو۔ اس قسم کی تعلیم امن و چین
کا کس قدر خون کرنے والی ہے ماسی تعلیم نے تو محمد کو امین اللہ بنایا۔

مسلک ۹۵ { بیشک بنایا۔ امین اللہ۔ ارشی۔ تہرشی۔ سورما وغیرہ القاب بھی
دلاؤ۔ ماکو کیسا بد باطن ہے۔ جو آگے کیچھے کلام کو نہ دیکھو (بہو سکاٹک)
ہم تو سمجھے ہو۔ کہ بابو صاحب اس مسئلہ کو تقلید رومانی باوا کے سب سے پہلو
لکھینگے۔ کیونکہ دینا ندجی نے نمبر ۲ میں یہ سوال کیا تھا۔ نہیں معلوم بابو صاحب کو اتنی
دیر چین کبھل بڑی ہوگی۔ کہ نمبر ۹۵ تک اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ خیر جو کچھ کیا
اچھا کیا۔ پس پہلے وہی آئت سنئے۔ جبکہ بابو صاحب نے حوالہ دیا ہو یعنی سورہ
احزاب کی ۶۱ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَلِأَن كُفِرُوا فِي الْمَلِئَةِ
لَتَغِيْرَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا لَّعَلَّ يَنْزِلُ إِلَيْكُمُ الْيَهُودُ
أَوْ قَتَلُوا الْقَسِيْلًا (سورہ احزاب)

اس آئت میں باغیوں اور مفسدوں کا ذکر ہے۔ جو ملک میں خلافت امن ہمیشہ فساد
و النہی کی کوشش کر رہے ہوں۔ ان کی بابت ارشاد ہے۔ کہ منافق (یعنی دوزخ جو ایک طرف
جائیں۔ تو ان کو نجائیں دوسری طرف جائیں تو انکی ہاں میں ہاں ملائیں) اور بدعت
فسادی اور شہرِ مدینہ (دارالسلطنت) میں جمہور خلافت امن انہیں اڑائیوا اپنی
ان بشارتوں سے باز نہ آؤ تو ہم (خدا) تمہارے (امور رسول) کسی روز ان پر آساؤنگو

یعنے اُن کی سرکوبی پر آمادہ کرینگے۔ پھر وہ تیری پاس بہت ہی تھوڑی مدت ٹھہر سکیں گے
 ہر طرف سے اُن کو پھٹکے مار ہوگی۔ جہاں رہینگے پکڑی جاویں گے اور قتل ہو جائیں گے۔
 اس آیت کا ترجمہ ہی بتا رہا ہوں کہ یہ سزا اُن باغیوں کی ہے۔ جن کو سزا دے دہلی
 میں ملی تھی۔ جو کیسی بھی رحیم کریم سلطنت ہو۔ بغیر اس سزا کے کبھی مجبور ہو یہ نہیں کہ
 کافروں کو خواہ مخواہ تنگ کرو۔ مارو۔ قتل کرو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ منافق تو بظاہر
 مسلمان تھے۔ مگر فساد کرتے تھے۔ جن کے فساد کی سزا اس آیت میں مذکور ہے۔ اگر قرآن
 شریف میں یہ حکم نہ ہوتا۔ کہ کافروں کو محض کفر کی وجہ سے خواہ وہ امن سے بھی رہنا پسند
 کریں۔ تو بھی بارڈالو۔ تو سچ کہنا کہ آج آپ کے جواب میں یہ رسالہ بازی نہ ہوتی
 بلکہ یوں کہتے کہ آپ آریہ سماج میں نہ جاتے۔ بلکہ آریہ سماج ہی کا وجود نہ ہوتا۔ ہندوستان
 میں نہراہال سے زائد مسلمانوں کی حکومت رہی۔ کسی بادشاہ نے بھی کسی ایک
 متنفذ کو محض اُس کے کفر کی وجہ سے قتل کیا ہے؟ آپ لوں کو سینو پر بڑی مونگ
 دینے والے غازی اور ننگ زیب ہیں انکی بابت ہی کوئی شخص ہکوتا بت کر دے کہ کسی
 کافر کو کفر کی وجہ سے قتل کیا ہے۔ تو ہم سے مبلغ صدر رویہ انعام یاد دے۔ ایسے بکے مسلمان
 بادشاہ کی نسبت مٹرا رنڈ صاحب سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور لکھتے ہیں کہ
 اُن کے خزانے پر دو بارسی آتش پرست خزانچی تھے۔ مسلمانوں نے اُن سے تکلیف
 اُٹھا کر ایک عرضی میں شکایت کی کہ حضور زکافروں کو خزانے پر رکھا ہے۔ حالانکہ خدا
 نے کافروں سے دوستی لگانا اور محبت کرنا منع فرمایا ہے۔ تو اور ننگ زیب نے
 اس عرضی پر جواب لکھا۔ کہ یہ حکم خداوندی دینی معاملات کے متعلق ہے جس کام پر میں
 اُن کو رکھا ہے یہ دنیاوی کام ہے۔ اس کی اُن کو خاصی لیاقت ہے۔ اسلویہ اسی کام
 پر رہیں گے۔ اور تمہاری شکایت نہ سنی جاوے گی (دعوت اسلام)

ہندوستان کی حکومت کو بھی جاؤ دیجیو۔ مشائخ آپ کہیں گے۔ کہ یہ بادشاہ دین
 کے پابند نہ تھے بلکہ ہندوؤں کی محبت سے متاثر تھے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو دیکھو
 کہ انہوں نے یہی کفار کو رعیت بنا کر انہیں برابر حقوق دیے۔ کبھی کسی نے ایسا کیا بھی؟

قرآن شریف میں صاف حکم ہے کہ جن لوگوں کا تم سے صلح اور امن کا وعدہ ہے۔ اُن سے لڑنا تو منع ہی تھا۔ بڑی بات یہ ہے کہ جو اِن (تمہاری مصالحین) سے صلح رکھیں۔ اُن سے بھی مت لڑو۔ غور سے سنو!

اَلَا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیِّنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّمْنٰتٌ (مزدناہ)

”یعنی جو لوگ تمہاری مصالحین سے صلح اور وعدہ امن رکھتے ہیں اُن سے بھی نہ لڑو“ اور سنئے! ایک مقام پر ارشاد ہے۔ کہ مسلمانوں کی کوئی قوم اگر کافروں سے تنگ آکر تم سے امداد چاہیں۔ تو اُن کی مدد کرو۔ لیکن ایسی قوم کے مقابلہ پر پد نہ کرنا جو تمہاری ساتھ صلح رکھتی ہوں۔ غور سے پڑھو۔ اور سنو!

اِنَّ اَسْتَفْسِفُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلٰیکُمْ اَلْقَضٰی قَوْمَکُمْ بَیِّنًا وَبَیْنَهُمْ

مِیْمَنًا وَّ اَللّٰهُ بِصِیِّئٍۭ بِمَا تَعْلَمُوْنَ (انفال ۷)

بلکہ اس سے بڑھ کر سنئے! قرآن شریف نے کافروں اور غیر قوموں کو وہ حقوق دئے ہیں۔ جو آج تک باوجود دعوائی تہذیب اور ترقی کے کسی مذہب سلطنت نے بھی اپنی رعایا کو نہیں دئے۔ غور سے سنئے! خدا فرماتا ہے:-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَا فَتَحَۡہٗ رَقَبَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ وَّ ذِیۡۃٌ مُّسْلِمَۃٌ اِلٰی اٰہِلِہَا

وَ اِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ مُّیْمَنَۃٍ وَّ بَیْنَهُمْ مِّمْنٰتٌ فِیۡ ذِیۡۃٍ مُّسْلِمَۃٍ اِلٰی اٰہِلِہَا وَ حَرِّیۡۃٌ

رَقَبَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ (سورہ نساء ۷۲)

یعنی اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو بھول کر قتل کرے تو اس پر فرض ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے عارفوں کو اس کا خون بہا (عوض) دیوے اور اگر کسی غیر قوم (کافروں) کے آدمی قتل کرے۔ جن سے تمہارا معاہدہ ہے۔ تو بھی یہی حکم ہے! بابو صاحب! کیسے یہ انصاف اور مروت اور مساوات اور سلوک کسی قوم کو غیر قوموں سے کئے ہیں۔ کہ فاتح مفتوح میں تمیز ہی نہیں اللہ اللہ! کس زور اور دباؤ سے کافروں کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ مگر وادری نامشکری پر استیانا من۔ کیا سچ ہے

نگوئی بایبداں کردن چنانست
کہ بد کردن بیکے نیکی کرداں
آب ذرہ ویدکی ہدایات بھی سینے ! اور نور سے سینے ! کہ کس زور شور سے
اپنے متقدموں کو حکم دیا جاتا ہو۔ کہ مخالفوں کو تہ تیغ کرو۔ یوں کرو۔ توں کرو۔
پس سینے !

یہ اوشمنوں کے مدبروں کے اصول جنگ ہیں ماہر بے خوف دہاں بر جاہ و جلال
عزیزو ! اور جو اندر و باہر سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔ پریشور کے حکم پر چلو
اور یہ فرجام دشمنی کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سر انجام کرو۔ تم نے یہ سید الفلا
میں دشمنوں کی فوج کو جیت ہے۔ تم نے جو اس کو مغلوب اور دغورمین کو فتح کیا ہے تم
دشمن بن اور فوٹو لاد باتو ہو۔ اپنی زور شجاعت کو دشمنوں کو تہ تیغ کرو۔ تاکہ تمہاری زور
باند اور الشور کے لطف ذکر سے ہماری ہمیشہ فتح ہو
(اسمیر وید کاٹھ ۲۔ از دوک ۱۰۔ ورل ۶۰ متر ۲)

اور سینے !

یہ اوشناں ! تمہاری آتشگیر اسلحہ اور تیر و کمان تلواری وغیرہ اختیار میری عزت کو مضبوط
اور فتح نصیب ہیں۔ بد کردہ دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم مضبوط
طاقتور اور کار نمایاں کرنیوالی ہو۔ تم دشمنوں کی فوج کو تہ تیغ دیکھو تمہیں کر دلا
ولیں پا کرو۔ تمہاری فوج جو لڑکار اور ناہی گرامی ہو۔ تاکہ تمہاری مالگیر حکومت رونو
زمین پر قائم ہو۔ اور تمہارا حریف نہ ہیڈ شکست یاب ہو اور تمہارا بیچو
(روگیدہ شک اول اور حیات ۳۔ ورل ۶۰ متر ۲)

اور لیجئے !

ہیں اس حفاظت کائنات۔ پریشور کو جس کے آگے تمام زیر دست ہوا دربر لائے
تم کرواؤ اور جو انسان سے مخلوقات کی حفاظت کرنیوالا اندر رہے برصا میں

لے جیو صاحب باب ۱۰ جیو محمد دغور فنی دھنہ دیکھا (چینا)

فتح پانے کے لٹو معورتا ہیں اور پناہ لیتا ہوں (دیگر وید ۲۰ اشٹ ۲۰)

اور سنو!

میں نے فرما کر دیا کہ لوگو! تمہاری اسلمہ آتشیں مخالفوں کو غلبہ کرزا اور ان کے دلوں کو گھبراہٹ
قابل تعریف اور باستحکام ہوں۔ تمہاری فرج ستوجب توصیف ہو۔ تاکہ تم لوگ ہمیشہ
فتحیاب ہوتے رہو (رگ وید منڈل اول سوکت ۲۱ اشٹ ۲۱)

باجو صاحب! ان مشروں میں جو دشمنوں کو مارنے اور قتل کرنے میں تین گونے
کے احکام صادر ہوئے ہیں۔ ان دشمنوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ کچھ شک نہیں
کہ مذہبی کتابوں میں جو اس قسم کے احکام ہوتے ہیں۔ وہ ان کے ماتھے والوں کو کہتے
ہیں۔ اور جن کا نام ان کتابوں میں دشمن یا مخالف رکھا جاتا ہے وہ وہ لوگ ہوتے
ہیں جو ان کتابوں سے منکر یا دوسرے غفلوں میں کافر ہوتے ہیں۔ پس یہ بھی اگر مذہبی
کتاب ہے۔ تو وید کے مذکورہ بالا اور انہی جیسے اور کئی ایک مشروں میں صاف
حکم ہے کہ کافروں کو تین گونے (آریوں کی) حکومت تمام روئے زمین پر قائم
کرو (انسوس! کبھی ہوئی تھی)

سماجیو! وید کی تابع داری کے پیشے اکس وقت کا انتظار کرتے ہو؟
نیشنل کانگریس اور سودیشی تحریک کی کامیابی کو مت دیکھو۔ محض ہوس
اور خام خیالی ہے۔ اٹھو۔ ہٹ کرو۔ تم روئین تین ہو۔ فولاد بازو ہو۔ تم نے پہلے
میدانوں میں دشمنوں کو جیتا ہے۔

وینا مذہبی! سوامی جی کا قول بھول گئے ہو۔ کہ:-

”جب برہمن آتے ہیں۔ تب ملک کے رہنماؤں کو کسی طرح کی تکلیف بھگوانی
پڑتی ہو۔ کوئی کتا ہی کری۔ لیکن جوانیوں ملک کا راج ہوتا ہو۔ وہ سب سے افضل ہوتا
ہے“ (ستیا رہتہ پرکاش مش ۲۹)

سماجی ووستو! سوچو نہیں ہو۔ کہ سوامی دیانند جی نے تم کو کیسے ایک بار ایک
راز پر مطلع کیا ہو۔ مگر تم ابھی تک بدستور غافل ہو۔ اس اور گھاس اور گر وکل

اور کالج کئے دہندوں میں پڑ کر ناحق روپیہ اور وقت ضائع کرتے ہو۔ اسی
تمہاری غفلت کو تمہارے گرد جی نے پہلے سے جان کر تنکو ہدایت کی تھی اور اسی کو
تنکو اس ہی اختلاف سے روکنے کو فرمایا تھا۔ مگر

ناب اور بخت۔ آریوں کی سستی، غفلت اور باہمی نفات کی وجہ سے دوسرو
ملکوں میں راج کر نیکانہ ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ملت میں بھی اس وقت آریوں کا
سال آزاد۔ خود مختار اور بیخوف راج نہیں۔ (حوالہ مذکور)

دیانتدلو! ایسی مخفی متانتیں اور ملک گیر مہمیں اور سلطنت کی انگلیں دل
و دماغ میں رکھ کر ہی اسلامی جہاد کام منہ پر لاؤ گے۔ سنو! ہم ٹکے کی چوٹ اور
بلند آواز سے کہتے دیتے ہیں۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَكْفُرُونَ لَكُمْ دَوْلًا تَعْتَدُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (سورہ بقرہ: ۱۹۰)

لیجئے جہم سے لڑیں۔ ان سے لڑو۔ اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنے والوں
سے محبت نہیں کرتا۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ لوٹ کا مال خدا اور اُس کے رسول کا حق
ہے اور خدا کو لوٹ کے مال کا پانچواں حصہ ملنا چاہئے
بہلا جب خدا ہی لوٹ مار کرنے کے لئے وحی بھیجے۔ تو پھر محمد کا کیا قصور ہو سکتا
ہو! تو! میں اس تعلیم کو بہت خوفناک اور غارت گرد تصور کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک شخص کو
اس سے بچائے (انفال ۲۱)

مسلمان! جس لفظ پر آپ کو سوال ہو وہ انفال ہے۔ چنانچہ قرآن شریف

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل اُس مال کو کہتے ہیں جو بڑائی میں مغلوب سے غائب
کے ہاتھ آتا ہو۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد (جو اسلام میں پہلی جنگ ہے۔ جس میں مسلمانوں
کو نمایاں فتح ہوئی تھی) مسلمانوں میں اُس مال کی بابت (جو بعد فتح ہاتھ آیا تھا)

نکار ہوئی۔ تو سرور کائنات کے حضور تک ہی بات پہنچی۔ جس پر آنت مرقومہ بالا
 نازل ہوئی۔ ”مال غنیمت اللہ کے احتیاج میں ہو۔ اور اس کے رسول کی پیروی میں ہو۔
 تم کو حکم دیں۔ ویسا کرو۔ چنانچہ اس آیت سے آگے چل کر وہ حکم بتلایا۔ کہ مال غنیمت کو
 کس طرح تقسیم کیا جائے غور سے سنو!

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَأُولَئِكَ هُمُ الرِّسَالُ (النحل: ۱۶۱)

یعنی جو کچھ تم کو مال غنیمت ملتا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ کو دو۔ پھر اس کی تفسیر تو
 کر دی۔ کہ اللہ کو کس طرح دو۔ اس طرح دو۔ کہ اللہ کے رسول کو یا جو کوئی بادشاہ
 وقت ہو۔ اور قرابت داروں کو اور یتیموں اور مسکینوں اور غریب مسافروں کو دو۔ باقی
 چار حصے فوج میں تقسیم کرو۔

پورا مطلب اس آیت کا منوجی مہاراج کے پران میں ادا کرتا ہوں۔ پس غور سے
 سنو!

مذہب (راجہ) اس آیت کو کبھی نہ دیکھا کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھڑا
 مانتی۔ چھتر۔ دولت۔ رستہ۔ گائے۔ وغیرہ جانور۔ نیز عورات اور دیگر قسم کا
 مال و شمع اور گھی اور تیل وغیرہ کس کسے فتح کئے ہیں۔ وہی اسکو لیو۔ لیکن فوج
 کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں میں سے سوٹھواں حصہ راجہ کو دیں۔

(مذہب ستیا رتبہ ۱۶۶)

منوجی نے راجہ کو سوٹھواں حصہ دلا یا ہی اور قرآن شریف کو پانچواں حصہ
 دے دیا۔ مگر اس پانچویں حصے میں پانچ کو شریک کر کے ایسے المومنین (بادشاہ)
 کے لئے پچیسواں حصہ رکھا ہی۔ پھر وہ پچیسواں حصہ بھی انتظام ملک ہی پر صرف
 ہوتا ہے۔

بالوصاحب نے سمجھا۔ کہ خدا خود اس مال میں سے حصہ لینے آتا ہے
 لیکن یہ نہیں سمجھے کہ عربی زبان میں واو عطف تفسیر کے لئے ہی ہوتا ہے

خدا کی سچائی اور عقل کا دشمن ہو۔ جو مستحکم کی حیثیت اور پوزیشن کا اعلازہ نہ کرے۔

(دیباچہ سنیارتہ ص ۵)

سچا جیو! یاد رکھو قرآن شریف میں افعال (مال غنیمت) سے وہی مراد ہے۔ جو منہجی کے قریب میں ملا ہے۔ نہ کہ ڈاکہ زلوں کی غامت گری جو تم اور تمہارا رگڑا اپنی خوش فہمی سے سمجھے ہو۔

آرٹیکل نمبر ۹۳ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ دین اسلام خدا کی طرف سے ہے جس میں اس طرح تو اسلام اور قرآن کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جس طرح تمام برائیاں قرآنی خدا کی طرف سے ہیں۔ وہی اُن کا خالق ہے۔ تمام گمراہی قرآنی خدا کی طرف سے ہے۔ وہی گمراہ کتہہ ہو۔ تمام چیزوں کا حستہ کہ شیطان کا بھی وہی خالق ہے۔ گویا شیطان بھی منجانب اللہ ہو۔ ان معنوں میں دین اسلام بھی بیشک خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن مذکورہ بالا تعلیم کو دیکھ کر میں اسلام کو سچا مذہب نہیں کہہ سکتا۔ اگر میں ایسا کہوں تو صداقت۔ انصاف۔ حق پسندی کے گلے پر چھری بھیر دینگا (آل عمران - ۱۹ ع)

مستطابان بدم گفتی و ضرر مندم جزاک اللہ کو گفتی
کلام تلخے تریب دلب بالو بخش خارا

اس نمبر میں تو آپ نے بہت سی سطح طریاں (طعن) دی ہیں۔ بالو صاحب ایسے کہیں بدکتو ہیں۔ سب باتوں کے جواب پہلے ہو چکے ہیں۔ اصول و فہم نمبر کو دیکھئے۔ ہاں ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ کہ اسلام ہاں خدا کا سچا دین اسلام کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سنئے! اسلام میں سچی اور کامل توحید ہے۔ صفات خداوندی کا ثبوت جیسا چاہئے ملتا ہے۔ معاملات میں کمال صفائی ہے۔ بت پرستی۔ الگنی اور عناصر پرستی وغیرہ سے خالی ہے۔ ہاں برسی بات قرآن کی صداقت کی یہ ہے کہ شیوگ جیسا حیا موز حکم اس میں نہیں ہو۔ مفصل بحث کتاب ہذا کی شروع اور اخیر میں دیکھو۔

آئینہ نمبر ۹۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ عورتیں منہاں ہی کھیتی ہیں۔ جاؤ ان کو پاس جوت اور جس طرف سے جا ہو۔ کھیتی کسانوں اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے۔ عورتوں کو ملکیت کہا گیا ہے اور محض خیرہ مخصوص کی سیری کا سامان تصور کیا گیا ہے آدمیوں کے برابر ان کو کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ (البقرہ - ۲۱۶)

مسلمان } کیا کہتے ہیں۔ قرآن الہی سمجھ پر۔ جس آیت پر بالوصاحب کو تفسیر
اپنے روحانی باپ کے شبہ ہو۔ وہ یہ ہو :
نِسَاءَ کُمْ حُرَّتٌ لَّکُمْ فَاَوْفُوا بِعَقْدِہُنَّ اِذَا یَسْتَمِعْنَ اِلَیْہِ
جس کا مطلب آپ کے روحانی باپ دیانند جی کے الفاظ میں بتلا ناہوں۔ پس غور
فرمائیے !

یہ عورت اور مرد کو دیکھان رکھنا چاہئے۔ کہ دیہ اور برج (مرد اور عورت کی ہنسی) کو بے بہا سمجھیں جو کوئی اس پیش قیمت چیز کو بیگانہ عورت - زندگی یا بڑی مردوں کی محبت میں کھولتے ہیں۔ وہ بڑے عقل ہوتے ہیں کیونکہ گسان یا مالی ہو کر ہی اپنے کھیت یا باغیچے کے سوا اور کہیں بیج نہیں بوتا جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا الیاد مستعد ہو۔ تو جو شخص سب اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کی بیج کو بڑھتیت میں بوتا ہو۔ وہ پیاری بے حقوق کہلاتا ہو۔ کیونکہ اس کا پہلا ٹکڑا نہیں ملتا" (سیا م تہہ ۱۵۶)

بابو صاحب! انصاف سے کہتا ہوں کہ کوئی سوامی دیانند جی کے اس حکم پر
 عمل کر کے اپنی منکوحہ عورت کے پاس جائے۔ تو اس نے کس کے کھیت میں
 بیج ڈالا؟ یہ بھی بتلانا کہ کھیت میں بیج ڈالا۔ یا پانچاد میں ضائع کیا۔ جائے
 افسوس کیا بیچیا اور عقل کا دشمن ہے۔ جو شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں
 پر پتھر برساتا ہے۔

ماظہرین ایسی آیت کے معنی ہیں کہ اپنی عورتوں کو اپنی اولاد کیلئے

کھیت سمجھو۔ چونکہ قرآن شریف ہر ایک مجلس (مردوں اور عورتوں کا) میں
 اہم مومنوں کے اجتماع میں پڑا جاتا تھا۔ اس لئے نہایت ہی شہسہ عبارت
 میں اعلیٰ درجہ کی بلاغت سے مضمون ادا کر کے اس طرف اشارہ کیا ہو کہ عورت
 کے فرج یعنی سامنے کے سوراخ میں دخول کیا کرو۔ نہ کہ پچھلے میں کیونکہ سامنے
 کا سوراخ بیج کا محل ہے پچھلا نہیں۔ نیز اس طرف اشارہ تھا کہ ایام حیض میں
 جماع نہ کیا کرو۔ کیونکہ رحم بوجہ جوش خون کے لطفہ قبول نہیں کرتا۔
 سچا چھو! یہی تمہاری چوتھی اصول کی پابندی ہو کہ حق کے قبول کرنے کو طیارہ
 کرو۔ جو مضمون تمہاری گرد و پیشوں سے اخذ کر کے تمکو تعلیم کر چکے ہیں۔ اسی
 مضمون پر جب قرآن شریف میں نکاح نظر پڑ جائے۔ تو بڑی بڑے دانت نکالکر
 اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔

ہاں یاد آیا۔ کہ ناراضگی کی اصل وجہ ایک مخفی راز ہو جو بقول شخصے یہ گونگے
 کی نارسا گونگی کی ناں سمجھے، ہم ہی اس راز کو جانیں اور کون جانے۔ وہ
 ہم بتلاتے ہیں:-

سچا چھو! اگر وہ غلط ہو۔ تو نہیں اطلاع دینا۔ ہم اپنی راز کو واپس لیں گے
 اور تمہاری طرح ہرگز ضد نہ کریں گے۔ سنو! اصل ناراضگی یہ ہو کہ دیدار (بقول مہاتجی)
 عورت کو ایسی کھیتی بنایا تھا۔ کہ مرد کے لطفہ میں ضعف ہو۔ یا پیداوار کے قابل نہ ہو
 یا سفری میں مدت دلازما ہو۔ تو اس کی کھیتی (عورت منکوتہ) کو دوسرا شخص آباد
 کہہ کے ہری بہری کر سکتا ہے۔ یعنی اس کی عورت دوسرے لطفہ ڈلو کر اپنی
 خاندانہ کھیلے بچہ پیدا کر سکتی ہو۔

وہاں شدیو! عمل کرو۔ تو جانیں۔ کیوں نہ ہو۔ دانائی یہی تو اس کا نام ہو کہ نیز
 کو خان رکھنے سے جو نقصان ہو معاملہ سرکاری دینا یعنی عورت کو نان نفقہ کا تحمل
 ہونا۔ بے فائدہ نہ کیا۔ سود خواروں کے ایسے ہی دور اندیش خیالات
 ہوئے ہیں۔

سما جیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے کہنا۔ یہی منچرل
تعلیم پیچیدگیاں تم لوگ دعویٰ کیا کرتے ہو؟ کیا بتلا سکتے ہو۔ کہ دوسرے کے لطف
سے پیدا شدہ کجہ عورت کے اصلی خاوند کا کیونکہ کہلا سکتا ہے۔ بتلاتے ہوئے
یہ بھی سوچ لینا۔ کہ اگر برہمن کھتری کی لڑکی سے شادی کر لے۔ تو جو اولاد پیدا ہوگی
وہ برہمن کہلائیکگی یا کھتری؟ ضرور برہمن ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ باپ کا
لطف جس سے کجہ پیدا ہوا ہے۔ اصل ہے وہی تمام کام کا مدار ہو۔ یہ یہ کیا
انصاف اور نیچہ ہو۔ کہ لطف تو کسی کا ہو۔ اور بیٹا کسی کا کہلاؤ اور باتوں میں تو تم
جواب دی ہی دیا کرتے ہو۔ اور بہت سے حوالہ جات سے ہندوؤں کے بزرگوں کو ٹھوک
کی اولاد ثابت کی کرتے ہو۔ کبھی بائبل کا کوئی درس چڑھ دیا کرتے ہو۔ مگر ہمارا سوال
تو تم سے بحیثیت ایک نیچہ سری پارٹی ہونے کے ہے۔ کہ نسا منچرل رول ہو
کہ لطف کسی کا اور کجہ کسی کا؟ آہ

نظم

حیاد و کا گھر بار سارا نیوگ
دکھا دیکھا آخر خسار نیوگ
ہے بیٹوں کا کرتا اجار نیوگ
جدہ پر کر رہا ہے اشار نیوگ
ہے برعکس فطرت تمہارا نیوگ
ہو زبڈوں کا بھاری ہمارا نیوگ
پہران کے لٹو ہو دل آرا نیوگ
نئے سے نیا اک نظار نیوگ
تپ بیگی کا بھپا را نیوگ
کر کے پر نہ ہرگز کتو را نیوگ
مہاششی کر و شکارا نیوگ

ہے بے غیرتی کا شرار نیوگ
ڈوبو دیکھا اک دن شاد نیوگ
جوہوں باخوبہ بھی تیری خواہ پتر
کوئی یہ بھی ہیں کیا شہری کم
کہ یک جائیں تختہ دی تو روٹیاں
اگریں دوسرے بیاہ پھر کس لٹو
کریں ایک ہی بار شادی فریج
کہاں میاہ میں وہ دکھائیں گاجو
شری بیاس جی ڈیو سمجھایا خوب
سہاگن تو بہتر غریب ہو
اجی دھرم کی بات میں شرم کیوں

اگر وہی تو ہو ورنہ آپس میں کیا
 ہو نہ نیست ایتک بہت خاندان
 دیانت جی کو نسبت ہے کہو
 ز اولاد خالی نہ ماند نہ ہے
 گر اند ہر دو یک بد کلامی کند
 چلو آری مل گئے دھرم پال
 اگر وہ کل کا مندر ہے دھرم کو
 جو بیٹا نہ حاصل ہوا اک بار سو
 کہو محنت اور بھیل نہ پاؤ تو کیوں
 پہلا نہرشی جی کو سونا کہاں
 کوئی کیا کرو اس میں غیرت نہ ہو
 عناصر بنا جو سب الیور کے نام
 ہوئی ان کی تاویل و تحریف نرم
 نہیں گھری کی بیوی ہوا کی کام
 نہ روٹی نہ کپڑا نہ فکریں کہاں
 زناں راہیوں ست جائے زنا
 لئے زن بد لہا حمیت نہ ماند
 جب آنکھوں سے شرم دھیا اٹھ گئی
 مسلمان سے بگڑا عبت آریہ
 نیاری جواب سخن جسنے دروغ

مہارانیوں اور ہارانیوں
 یہ بحث ہے بشیر خارا نیوں
 مہاروں لئے کیا آہا نیوں
 کند جالے شوہر ہارانیوں
 و گرد و ساز و دستارانیوں
 بی رنگ و بد میں سو پکارانیوں
 کہ گندہ رہے اینٹ کا لانیوں
 کراؤ دوبارہ سہ بارہ نیوں
 کہو کوئی قیمت کا لانیوں
 کہو جب کوئی سیم بارانیوں
 مہاشے ہی کو گوارانیوں
 نہ کچھہ بن سکا استعارانیوں
 ولے بن گیا سنگ خارا نیوں
 کہ ہے سب کا خاصہ گداریوں
 یہ اڑیاں بنہو کیسے پیارانیوں
 کہ برداشت فعل نہا نیوں
 از دنیا خوش آمد شمانیوں
 ہوا آنکھ تیری کا تارانیوں
 نہ کیوں تو نے اپنا سنواریوں
 کہ گداز استم ہیچ یارانیوں

(نور علی نور)

عورتوں کے حقوق کی بابت سفیہ اصف ارشاد ہے۔

وَلَيْسَ بِمَثَلِ الَّذِي عَلَيْكَ بِالْمَعْرُوفِ

یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی حقوق میں مساوات ہو۔ مگر چونکہ قرآن میں شریف و نجیب (قدس) کتاب ہے۔ اس لئے مردوں کو چونکہ فطرتاً فضیلت ہو لہذا اسی آیت کے متصل ہی فرمایا۔
 وَلِلرِّجَالِ عَظِيمَةُ الْحَقِّ

یعنی مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے جس کا کسی کو انکار نہیں پس کہو!
 بابو صاحب! ایسا جھوٹ بولنا کہ عورتوں کے حقوق برابر نہیں ہیں۔

کچھ جی کون وہم ہے؟
 قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اگر عورت بدکاری کرے تو اسکو خوب بیڑ
 اور گھر میں قید رکھو۔ حتیٰ کہ مجاہدی۔ افسوس عورت بدکاری
 کرو۔ تو اس کو خاندان باری۔ اگر خاندان بدکاری کرے۔ تو اسکو عورت کسوں نہ جو تو لگاؤ
 اور گھر میں تاحیات قید رکھو۔ یہ شخص اس لئے کہ عورت غلاموں کی طرح لکھتے پھرتی ہو
 مسلمان لوگ عورت کو طلاق نہ دی سکتے ہیں۔ افسوس ہو۔ عورت بد صورت متبہ
 لڑکیاں پیدا کرے یا خراب ہو۔ تو اسکو طلاق دی جائے لیکن اگر آدمی بد صورت ہو
 لڑکیاں پیدا کرے یا خراب ہو۔ تو اسکو طلاق نہ دی جائے۔ طلاق کا مسئلہ جہاں بذات
 خود قبیح ہو وہاں اپنے نتائج کے لحاظ سے بھی مذموم ہو۔ طلاق کا مسئلہ خاندان اور
 بیوی کے درمیان سچی محبت پیدا نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ عورت ہمیشہ غائب
 رہتی ہو۔ معلوم نہیں۔ اسکو کس جرم پر طلاق دیدی جاوے۔ طلاق کا مسئلہ خاندان
 عورتوں کی تعداد کو بڑھانا اور طلاق کا مسئلہ عورتوں کو سبقت دینا ہمارے لئے نا

ہے

مسلمان لوگ ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین۔ تین۔ چار بیویاں کر سکتے
 ہیں۔ پہلا یہ عورتیں ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین۔ تین چار خاندانوں میں نہ کریں!
 کاش قرآن کو بانہی والی کوئی عورت ہوتی۔ تو ہم دیکھتے۔ کہ عورتیں مردوں کو طلاق
 دیتیں۔ گھر میں قید رکھیں۔ ایک ہی وقت میں چار چار خاندان کر لیں۔ وہ زار و بار

ہو گا۔ جبکہ اہل اسلام کی عورتیں تعلیم یافتہ ہو کر غلامی سے آزاد ہو جاوے گی۔ اور مردوں کی طرح تمام حقوق طلب کریں گی۔ اسوقت یا تو قرآن کو بند کر کے طاق میں رکھنا پڑے گا۔ یا چار چار خاندانوں کی نوبت آئے گی۔

نمبر (۹۹-۱۰۰-۱۰۱) نیچرل سائنس کے جاننے والوں یا مدعیوں! ان تینوں سوالوں کا مسلمان { مطلب سمجھے ہو؟ تینوں اعتراضوں کی بنا ایک ہی ہے۔ یعنی نیچرل سائنس (قدرتی فلسفہ) سے ناواقفی۔ اس لٹوہم پہلے آپ لوگوں کو اصولی موضوع نمبر ۹ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ پھر بتلاتے ہیں کہ شیخ تو آٹھائے حقیقت نہ خطا انجام دے! پس غور سے سنو!

کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا کی مخلوقات میں گوشتا ہی اختلاف ہو۔ مگر ایک نسبت ان میں ضرور ہو۔ یعنی یہ کہ بعض مخلوق تو مستعمل (استعمال میں لائیوالی) ہو اور بعض مستعملہ (قابل استعمال) بے جان چیزوں میں تو کسی کو شک ہی نہیں کہ جانداروں کے استعمال کو پیدا ہوئی ہیں جانداروں میں حیوانات کو دیکھا جاوے تو اس میں شک نہیں ہوتا۔ کہ یہ سب حیوانات حضرت انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوئی ہیں۔ کوئی اسکا ہل چلاتا ہو۔ تو کوئی اسکی سواری بنتا ہو۔ کوئی اس کو دودھ دیتا ہو۔ تو کوئی اسکو شہد پلاتا ہو۔ گو ان کی خدمت انسان بھی کرتا ہو۔ مگر حقیقت میں وہ خدمت نہیں۔ بلکہ حق الخدمت ادا کرتا ہے۔ حیوانات سے اگر بڑھو خود انسان کے صنفوں (مرد و عورت) میں بھی یہ نسبت ہو؟ بیشک اور ضروری ہے و مستعمل ہو اور عورت مستعملہ جس کے ثبوت کو لٹو ہمارے پس فطرتی۔ عرقی اور مذہبی ہر طرح کے دلائل موجود ہیں۔ پس پہلے فطرتی (قدرتی) دلائل سنو!

دلائل فطرتی

غرض ترویج میں و مستعمل اور عورت مستعملہ ہو۔ کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے۔ عورت اس سے جبراً نہیں کوا سکتی۔ ہاں اگر مرد جب آ کر چاہے

(۳) تو کر سکتا ہے جس سے صاف ثابت ہو کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہو کہ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے۔ تو بچہ مرد کے مستعمل ہو نہیں سکتا شک ہو؟

(۴) مرد عورت کی ظاہری شکل اور ہیئت بھی اس نسبت کو ظاہر کرتی ہو مرد کے چہرہ پر عموماً وقت بلوغت بالوں کا نکلتا اور عورت کا منہ ہمیشہ کیلئے صاف رہتا جو اس کے مرغوب الطبع ہو نیکو ایک قوی ذریعہ ہی اس نسبت کی قوی دلیل ہے۔

(۵) اولاد کے حق میں ماں کا مشقت اور تکلیف شائد اٹھانا۔ حالانکہ وہ لطفہ یقیناً مرد کا ہو۔ اس امر کو ثابت کرتا ہو۔ کہ عورت مثل ایک مرد مرد کے مستعمل ہے اور مرد اس کا مستعمل۔

(۶) مرد کا عموماً تنومند اور طاقتور ہونا یہاں تک کہ تمام طاقت کے کاموں کا مثل جنگ وغیرہ سب کا مشغول ہونا اور عورت کا اس سے بالکل سبکدوش رہنا بھی اس امر کی دلیل یا قرینہ ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہو۔

دلائل عرفی

یعنی وہ دلائل جن پر کل بنی آدم بلا سحاظ مذہب عمل کرتے ہیں

۱۔ سنی مذہب اسلام میں داڑھی رکھنا عین حکم ہو۔ کہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو (منہ) ۲۔ اس رخصتی کے زمانہ میں بھی اس مسئلہ کے مخالفوں سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ اپنی عورتوں کو اس قابل بنادیں۔ کہ وہ بھی مردوں کی طرح میدان جنگ میں آسکیں افسوس ہو۔ پورپ کے پادریوں پر جو عورتوں کو مساوی حقوق دانی کے اور خواہش مند ہیں۔ وہ بھی اس کام کا طرف فوج نہیں کرتے۔ کہ عورتوں کو طہری (جنگی محکمہ) میں داخل کرا دیں بہلا کریں کیسے؟ قانون اللہ سے مقابلہ نہ ہوا خالہ جی کا حلو املا۔ کا جیو! تم ہی کرد (منہ)

(۱) عموماً شادی کر کے غاوند کا عورت کو اپنے گھر میں لے جانا اور وقت نکاح اس کو کچھ دینا اور گھر میں لیجا کر آپس میں سب حکمرانی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ محمد مابنی آدم عورت کو مستعملہ جانتی ہیں۔

(۲) عموماً بازاروں میں عورتوں کا زنا کے لٹو مٹو ہونا اور مردوں سے عوض لیکر ان سے زنا کرنا اور مردوں کا عوض سے کرنا ہی فعلی کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ عورت بھی مشعل دیگر اشیاء خریدنی و فروختنی کے ہے۔

(۳) عموماً ہر قوم کا عورتوں کو زینب و زینت سے مزین کرنا اور اس زینت کو میوے نہ سمجھنا۔ بلکہ عورتوں کا بھی طبعی طور سے اس طرف مائل رہنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ کل قومیں عورت کو مستعملہ جانتی ہیں۔

(۴) عورت کا حل کیوہ سے تکلیف آتا ہے ہر قوم میں بچہ کا باپ کی نسل سے ہونا بھی اس امر کا قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ عورت مستعملہ ہے۔

دلائل مذہبی

تمام مذاہب کے رسم و رواج کا بیان کرنا تو شاید بے سود ہوگا۔ خاص آریوں ہی کا بیان سنئے! سو اسی دیا تبھی عورت کی فرائض لکھتی ہیں کہ:-

۱۔ ایک مرتبہ بات ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زنا جائز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہمتو اس نسل کو دلائل منطقی یا مذہبی میں بیان نہیں کیا۔ (مذکر)

۲۔ اس کا زیادہ بڑھاپا ہو۔ تو ہمدی ملک کو بندوں کی چال دیکھو کہ کس طرح عورتوں کو زینت لٹا کر بازاروں پر گشت کرنا کرتے ہیں اور کس طرح سے عورتوں کو عورتوں میں عیسا بٹن کی عورتیں ہی مردوں کی نسبت بہت کم کر دے دیگر زمانہ مذہب سے مزین ہوتی ہیں۔

۳۔ یہ دلیل اور دلائل فطریہ کی بہت دلیل آپس میں الگ الگ ہیں کیونکہ وہاں فعلی عورت کے عمل کا ہی ظہور اور اس جنگ ہیکل نسبت مذہب کی طرف برعکاس ذکر ہو دینا

ننگر کے کاموں میں ہوشیاری سے ہو۔ سب چیزوں کو مددگی سے بنا دو۔ گھر کا
مٹائی رکھو اور خرچ میں بہت پرواہی نہ کرو۔ کوئی مناسب خرچ کرو سب چیزیں
صاف رکھو۔ اور خوراک اس طرح بنائے۔ کہ جو دوائی بہت کر جسم باریک
میں بیماری کو نہ اُٹنے دے۔ جو خرچ ہو۔ اس کا حساب ٹھیک ٹھیک رکھ کر
خود بخود کو مٹا دیا کرتے تھے (استیانتہ مسئلہ ۱۷)
اور سنئے!

۱۱ اولاد دینے کے لئے عورت سے شوگ کرادے (محدثا)

عبارت مذکورہ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت مرد کی بی بی بننے کے لئے خادم اور
اور کھیتی کے ہے۔ سو یہی معنی اس کے مستعمل یا ماتحت ہونے کے ہیں ایسی
قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کا ارشاد ہے۔

الرَّجَالُ اَوْقَاتُومُونَ عَلَى النَّسَاءِ وَيَا فَضْلَ اللَّهِ بَعْضُهُمْ عَلَى الْآخَرِ فَمَا الْفُقَرَاءُ رِءَاءُ

یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہیں و دوجہ سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردوں
کو دی ہے۔ دوم اسوجہ سے کہ مرد اپنی مال انبیر خرچ کرتے ہیں۔

پس اس نسبت کو (جو قدرت نے مرد و عورت میں بنائی ہے) ملحوظ رکھ کر اس
کے یہ سوالات آسکتے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ بیٹا حاکم کا کام
ہے محکوم کا نہیں۔ رعیت کا کیا حق ہے؟ کہ حاکم کو اسی قسم کی سزا دے۔ جو
حاکم اُن کو دی۔ پھر حکومت میں مساوت ہو گئی۔ جو اس کے سوا کوئی بھی نہ کہہ سکا۔

تو اس بات کا اظہار کر بغیر ہی نہیں رہ سکتے۔ کہ آئٹ کا مطلب یہ نہیں
کہ عورت کا ناؤ خدا سے سزا دی بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ عورت کو خاوند یا کوئی مختبر عورت
کی بی بی یعنی زنا کار کی کسی بزرگ وقت کو کرے۔ تو بود بہت لینے کے حاکم یہ سزا دیگا۔
اسی طرح عورت سزا دہ کی مشابہت کر کے سزا دے سکتی ہے۔

اُن متوجی جہاں کا پرمان (فرمان) بیشک سننے کے قابل ہے ہر ایسا
آگیا (حکم) لیتے ہیں۔

استری (عورت) تیا۔ غلام۔ شاگرد اور برادر حقیقی ان سے جہم نہ رہو۔ تونی اور
بالس کے جہڑی سے ان کو نارینا پنا ہو۔ (نومرتی۔ ادیبیاء مشکوک ۱۹۹)

سماجیو! استری (عورت) نیوگ کر لئے پر راضی ہو۔ تو جب بھی بالس ہی سے
شرادیا بجائیگی؟ یا کسی اور لبنی پیڑ سے؟ ہماری رائی میں بالس بہت مناسب ہے اُسے
اختیار بدست مختارے محاسب رادروں جانہ جہ کار؟

طلاق کے مسئلہ کو قیج کہنا ہی نیچرل فلاسفی کے خلاف ہے اگر اصل موضوعہ نمبر ۳
کو ملحوظ رکھتے تو کبھی یہ سوال نہ کرتے۔ بالوصاحب! اگر آپ جھوٹے ہوں تو سنو
قدرتی تعلقات تو کبھی نہیں ٹوٹ سکتے۔ مگر مصنوعی تعلقات سب کے سب
قابل انفصال ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ آپ اگرچہ دوسرے مذہب میں
جیلے گئے ہیں۔ مگر ولایت لکھائے وقت آپ ولد میاں جی سلطان محمد مرحوم ہی
انکھائیئے۔ باپ کے بیٹے۔ بہائی کے بہائی۔ مگر اتنی عمر میں آپ تہا اسکوتو نیز
کہ کتنی ہم محبتوں سے آپ کی دوستی اور محبت ہوئی۔ جن کو آپ اور وہ آپکو دوست
کہہ کر لکھتے رہے۔ مگر آج ان میں سے ایک بھی دوست نہوگا۔ بلکہ نئی پارٹی نئے
تعلقات پس بتلائیے اگر قدرتی اور مصنوعی تعلقات یکساں طاقت اور اتصال رکھتے ہیں
تو ان دونوں نسبتوں میں سے کیوں پہلی نسبت کو ہنوز متصل اور دوسری کو منفصل
باتو ہیں؟ اسی طرح نکاح بھی چونکہ انسانی تعلقات میں سے ایک مصنوعی تعلق ہے
ابتداء ہی قابل انفصال ہے۔ یعنی وقت ضرورت مرد عورت کو طلاق دی سکتا
ہے۔ یہ سوال کہ عورت مرد کو کیسے طلاق نہیں دی سکتی؟ یہ نیچرل فلاسفی
کے خلاف ہے۔ جب حاکم اور محکوم دونوں میں نسبت مساوات کی ہوگی۔ تب یہ
بے اصل۔ اور ہو سکتا ہے۔ فرد قدرتی فلاسفی کو غور سے دیکھ کر مرد و عورت کی نسبت کو
یاد دیتے۔ تاکہ آپ کو آپ کے سوال کی قدر معلوم ہو۔ ہاں ہم اس امر کی شکایت کچھ
بذیر نہیں کرتے۔ گو یہ شکایت نئی ہی نہیں کہ آپ نے قرآن شریف پر ناحق
پہتان لگا یا ہو۔ کہ عورت کی بدشعورگی۔ لڑکیاں پیدا کرنے یا خواب پریشی صورتیں

طلاق دی جاوے۔“

اگر آپ یا کوئی آریہ اس مضمون کی آنت دکھا دی۔ تو مبلغ پانچ سو روپے چھوڑ دے

ہم سے الغام یاد رکھو

قرآن شریف خود آپ کے اس خیال غلط مقال کا رد کرتا ہے سنو!

عَائِشَةُ مَوْحِقٌ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ سَكَرَ فَهَمْزُوهُنْ نَعَسَى أَنْ تَأْكُلَ أَرْضُكُمْ وَاشْتِئَاءُ وَفَحْلًا

اللَّهُ فِيهِ ذِكْرٌ لَّكُمُ أَنْ تَنْزِلُوا (نہج)

یعنی عورتوں کے ساتھ نیک دستور سے نباہ لیا کر۔ اگر انکو بوجہ بد صورتی یا کسی اور

بات کے ناپسند کرو۔ تو تو بھی نباہ کرتے رہو۔ کیونکہ امید ہو کہ کسی خیر کو تم ناپسند مجھو اور

خدا اسی میں بہت بڑی بہلائی پیدا کر دے!

تو بالکل غلط ہے۔ کہ طلاق کے مسئلہ کی وجہ سے خاوند بیوی میں محبت نہیں کر سکتی

بہلا محبت بھی کوئی اختیاری فعل ہے؟ سنو!

کالے گورے پر کچھ نہیں موقوف نہ دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہو

مسلمانوں کی عورتیں خدا کے فضل سے خاوندوں پر نڈا اور دل و جان سے نباہ

کرتی ہیں۔ کسی دوسرے مرد کی طرف نہیں دیکھتیں۔ بخلاف ہندوؤں اور آریوں

کی استریوں (عورتوں) کے۔ کیونکہ بے پردگی کی رسم نے انکی نگاہوں کو ایسا

آنا دکر رکھا ہے۔ کہ برائے نام خاوند ایک ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی حد ہی نہیں بالوجہ

ہم سے بلیں تو شمار اور اعداء کے حساب سے ان کو یقین دلا سکتے ہیں خیر اسلام پر

تو آپ کا بیان محض بہتان ہے۔ ذرہ اپنی سوامی دیا متدجی کا پرمان بھی سنئے

کہ کس قسم کی عورت کو پسند کرتے ہیں۔ سنو! فرما رہے ہیں:-

اِس قسم کی عورت سے شادی نہ کریں۔ نہ نہ رنگ والی۔ نہ مرد سے لہجی چوڑی نہ

زیادہ طاقتور نہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں۔ نہ بہت بال والی۔ بلکہ اس

کو بنالی اور نہ بیوری آنکھ والی! (ستیا رتھ پرکاش ص ۱۱۱)

کوئی پوچھو؟ کہ ان میں کیا عیب ہو اور کون سے عیب ستر سے آپ پرمان دیتے ہیں

ایسی معقول پسند بائی اور یہ سوال؟ اور سنئے! ان میں تو بھلا کوئی بد صورتی یا بد شائی ہوگی۔ جس کی وجہ سے اس قسم کی عورتیں سوامی جی کو پسند نہ آئیں آپ تو یہاں تک بڑھ ہی ہوئے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل باتوں والی عورتیں ہی پسند نہیں کرتے۔

۱۔ منجوس نام والی عورت سے بھی شادی نہ کریں (منجوس ناموں کی تفصیل یہ ہے)

رکش یعنی اٹولی بہری۔ روٹنی دئی۔ یلونی ہائی۔ چڑی وغیرہ سندن کے نام ملی

نکسہ۔ گیندا۔ گھٹائی۔ چمپے۔ چنبیلی وغیرہ بوندوں کے نام والی۔ گنگا۔ جتا

وغیرہ دی نام والی۔ چانڈالی وغیرہ بیچ نام والی۔ بندھیا۔ ہمالیہ۔ بارہتی وغیرہ

پہاڑ نام والی۔ کوکھامینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی بھونگا وغیرہ سانپ نام والی

۲۔ ہروسی۔ میراں واسی وغیرہ جنگ نام والی اور بھسبیم کماں۔ چنڈا۔

کائی وغیرہ ٹورائے والی راکھوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہیو کیونکہ یہ

نام منجوس اور دیگر اشیاء کے بھی ہیں (وضاحت)

(کہا ہی فلاسفی ہو؟ کیوں نہ تو انہ میں کتنا ہے)

سواچیو! انصاف سے بتلانا۔ اگر کوئی آریہ سپہو وین یا کسی کے دھرم کو

ان اقسام کی عورتوں میں سے کسی عورت کیساتھ شادی کر لے۔ تو کیا کرے؟ تمام

عمر سینے پر مونگ دلو اگر اسی سے بنایا ہو اور یہ قبر و دریش بجان دریش کا مصداق

بتا ہے؟ یا کوئی صورت علیحدگی کی بھی ہو؟ انصاف سے کہنا۔ بالو صاحب کا اصرار

اسلام پیو یا خود ویدک دھرم اور اپنے روحانی باب سوامی جی ہت راج

پوشی ۱۰۰ پر؟ سچ کہتے ہو تو کسی رور وایت نہ کرنا۔ مدد تمہارا چوتھا اصول

نسخ ہو کر رومی کے صندوق میں ڈالا جائیگا۔

تقدار و نواج کا مسئلہ بھی اسی قدر پیچیدہ اور پیچل مسئلہ پر مبنی ہو۔ کہ کوئی

قدرت نے مردوں کو مستعمل (استعمال کرنا) لایا ہو اور عورت کو مستعمل

(قابل استعمال) پہر کون کہہ سکتا ہو۔ کہ جس مستعمل کو اپنی مستعمل اشیاء کی جتنی ضرورت

ہوگی۔ وہ اسی قدر اپنے پاس رکھیگا۔ ہاں ان معنی سے قرآن شریف کا یہ قصہ

ہے کہ اس نے بیشمار کشتیاں میں محدود کر دیا۔

اور سنئے! تمام دنیا کو اولاد کی خواہش ہو۔ آریو! تھکو تو ایسی ہے کہ دوسرے کے نظفے سو لینے میں بھی تنگو بہرین نہیں (الہی تو بہ!) پھر ذہ انصاف سے تو کہئے کہ اگر آج کسی کی جو رو کو حل ہوا۔ نو مہینے تک تو رحم کا منہ ہی بند رہیگا۔ اس سے بعد دو سال تک عورت کو بچے کے دودھ پلانے پر درش کرنے سے فراغت نہیں ایسے وقت میں عورت سے جماع کرنا اولاد کی غرض سے بالکل بے سود امد بے معنی ہے۔ کیونکہ ایک تو جماع کرنے سے دودھ میں حرارت پیدا ہو کر بچے کو ضرر ہوتا ہے۔ دوسرے اگر حل ہوا تو دودھ بالکل خراب ہو جاتا ہے۔ پہلا بچہ جس کو قدرت نے دو سال تک دودھ پینے کی اجازت دی تھی۔ پھر نہ ملنے دودھ کے کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ مر جانے کا ہی احتمال ہے۔ علاوہ اس کے اتنے عرصہ میں دوسرا بچہ پیدا ہونے پر عورت کو جو تکلیف ہوتی ہے انکو وہی جان سکتے ہیں بیکو گھر میں ایسا واقعہ تھا ہو۔ کہ سال سال دو دو سال میں بچے پیدا ہوتے ہوں۔ پس ایک دفعہ جماع کر کے تین سال تک مرد عورت کے پاس بطرف اولاد نہیں جاسکتا۔ اگر کسی کو اپنے بھولنے سے یہ خیال پیدا ہو کہ اتنی تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بچے کے ٹیو دایرہ کھ سکتے ہیں جو اس کو دودھ پلانے امد ہم مزے سے بچو پیدا کریں۔ تو ایسے بھولے لوگوں کو سمجھنا بجا نہ لگتا کہ یہاں قدرت کا ذکر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت نے بچہ کی بال ہی کو بچے کی پردش کے لئے طیار کیا ہے۔ اس لئے اس کے پستانوں میں بغیر کسی تجویز امد تمبر کے دودھ اُتر آتا ہے علاوہ اس کے دایہ کا مکنا ہر ایک آدمی کا کام نہیں۔ بلکہ خاص اُمیرن ہی کا کام ہے۔

پس بتلائے! ان تین سال کے عرصہ میں اگر اس بیماری کو جسکی عمر شباب بوائی پر ہے اگر خواہش نفسانی ہو تو کیا کرے؟ کس جگہ اپنی حاجت مالدی کرے؟ مگر ایسی طہ سے کہ اس کا نتیجہ بھی پیدا ہو۔

اتجھا اسے پڑی جانے دیجئے اور بتلائے کسی مرد میں تو بلی طور طاقت زیادہ ہے قوت باہر بلکہ ہے۔ جو ایک عورت پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یا اس کی عورت کسی خاص بیماری سے ناقابل یا کمزور یا بقل سوامی دیا تند جی بد شکل یا منہوس نامہ والی ہے۔ تو

مرد مذکور کیا کرے؟ اس یاد آیا کہ اگر یہ سماج تو اس کا علاج پہل ہی بتلا دیکھا۔
 کہ عام اشتہار دیسے کہ جس نے نیوگ کرنا ہو۔ مجھ سے کر لے۔ میں بے کسوں کی
 فریاد کسی کو رویرج داتا، حاضر ہوں۔ مگر اس پر بھی سوال یہ ہے کہ آیوں کے سوا دوسری
 قومیں جو نیوگ کو شل زنا کے جانتی ہیں۔ وہ کیا کریں؟ غلا وہ اس کے اس صورت
 میں کہ وہ نیوگ کا اشتہار دیکر ویرج داتا بنے تو اُسے کیا فائدہ؟ اولاد تو عورت
 والے کی کہلائیگی۔ یہ بھی تو نہیں کہ بموجب قاعدہ مزارعان نصف بٹائی کا مالک ہو۔
 بلیق یہ ضرورت ہے جس کی وجہ سے تعدد ازواج کا مسئلہ قرآن شریف
 نے جائز بتلایا ہے۔

دیا مندیو! دیہ کے حامیو! دید کہ جس مسئلہ علوم کا مخزن بتلانے والو! کوئی دید
 منتر اس منٹوں کا دکھلا سکے ہو۔ کہ تعدد ازواج منہ ہے؟ دکھاؤ۔ تو اسی کتاب کا
 ایک نسخہ ہم سے انعام ہو۔ اور اپنے دعوؤ کا ثبوت دو۔ سچ یا در ہے کہ تم تو
 کیا بتلاؤ گے۔ بتاؤ گے سوامی سوامی دیا مندیو سے بھی تو نہ ہو سکا۔ کہ کوئی منتر میرے اس
 حکم کا دکھا دیتے۔ ناحق کی کہنیتان کرتے کرتے جیسی کہ ان کی عادت شریف ہے
 اس کٹھن۔ مر کو ثابت کر سنے بیٹھے ہیں۔ سنو، تمہیں ارمان نہ ہو کہ سوامی جی نے کیا
 نقل کھلائے ہیں۔ ہم ہی تھکو بتلاتے ہیں۔ دیا مندیو نے پہلے مذکورہ ذیل منتر نقل کیا ہو۔
 یہ ایون و مرد اقم دونوں اس دنیا میں خانہ داری میں داخل ہو کر ہمیشہ سکے
 کے ساتھ رہو اور کبھی باہم نفاق نہ کرو اور سفر میں باہر جانے کے وقت یا
 اور کسی طرح کبھی باہم جلا نہ ہو۔ در گوید شک ۸۔ اویام ۴۔ ورگ ۸۸ منتر ۱
 اس پر سوامی جی اپنا فاشیہ چڑھاتے ہیں کہ:-

یہ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ایک ہی خاوند ہونا چاہئے اور اسی طرح
 ایک مرد کو ایک ہی عورت سے بیاہ کرنا چاہئے۔ زمین میں یہ دلیل ہے
 کہ دید منٹوں میں مرد اور عورت کا لفظ واحد میں آیا ہو۔ رہو نکال ۱۳
 ہمارے دیانندی دوست تو بہت خوش ہو گئے۔ کہ سوامی جی نے بہت اچھا استدلال

کیا ہے۔ ان کی ہلاکت معلوم کہ ایسے مفامین میں بلکہ ہمارے روزمرہ کے محاوروں میں بھی ایسے کلام ملے سے مرد اور عورت جو تثنیہ (دو) کے صنف میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک مرد اور ایک ہی عورت بلکہ اس تثنیہ کے صنف سے دو صنف مراد ہوتے ہیں یعنی مرد اور عورت جو ایک نوع کی دو صنفیں ہیں انکو عام طور پر خطاب کیا گیا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں بھی محاورہ ہے کہ برات یا کسی عام دعوت میں کہا جاتا ہے جو کہ یہ مرد و عورت دونوں کھا چکے ہیں، تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک مرد اور ایک ہی عورت کھا چکے ہیں۔ ٹھیک اسی مرتبہ منتر مذکور کا مطلب ہے کہ مرد و عورت کے دو صنف، تم آپس میں آرام سے جاؤ۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ایک مرد کے لیے ایک ہی عورت چاہئے۔ بلکہ یہاں تو دو صنفوں کا ذکر ہے اگر ایک مرد کے پاس چار عورتیں ہیں تب بھی وہ دو صنف ہیں اسی لئے تو ہم نے کہا ہے کہ سو امی جی ناحق کی دہنگا دہنگی کر کے وید کو بدنام کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مرد کو چونکہ قدرت نے مستقل اور عالم بنایا ہے جیسا کہ دلائل مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے اور عورت کو مستعد اور محکوم اس لئے جس مرد کو متعدد عورتوں کی حاجت ہوگی وہ متعدد کرے گا۔ مگر حاجت سے مراد اصل حاجت ہے نہ بادی۔

اب شریف نے اس بارہ میں کیا تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوا۔

فَإِنْ حَبِطَتْ أَلْفُ نَفْسٍ فَلَا تَوَاحِدٌ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكُمْ أَكْبَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ

یعنی اگر تم متعدد عورتیں کرو۔ تو ان میں عدل اور انصاف کیا کرو۔ اور اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی منکوم یا اپنی مخلوق کو بڑی پر قانع رہو۔ پھر فرمایا کہ یہ کچھ بڑی حدت بہت مناسب ہے تاکہ تم جو روزِ ظلم میں نہ پھنسو پس آپ کا یہ کہنا کہ ایک عورت کو بھی متعدد خاندانوں کی اجازت ہونی چاہئے۔ بالکل نچلے بدل اور قدرتی اصول کے خلاف ہو گا۔ تو اس کے معنی ہیں کہ ایک مزاج اگر دو چار قطعاً ارضی میں مل جاتا ہے۔ تو ایک قطعاً ارضی میں دو چار مزاج کچھ بد دیگر کیوں نہ مل جائیں؟ تو ایسی فصول اور فوہرکت کو کون پسند کرے گا۔

پس دبا خدیو! قصہ دزد و لوط کے منع پر یہ منتر اگر نہیں دکھا سکتے ہو۔ تو اپنے استاد سے عیسائیل ہی سے دیو لو۔ کہ وہی بائبل کا کوئی درس دکھا دیں۔ یا در کھو کہ یہی نہ رکھا سکو گے۔

ذَنِّقُكُمْ فَأَقْبُوا النَّارَ الَّتِي دُخِّلَ فِيهَا النَّاسُ لِيُجَازَاةَ

قد دوزخ کی مزید تحقیق تفسیر ثنائی جلد دوم حاشیہ نمبر ۱۰۲ دیکھو۔

۱۰۲
بزرگ اسلام

قرآن کی تعلیم ہو کہ مسلمان عورتیں پردہ کریں اور چادر سے اپنے چہرہ کو
مٹانے کے لیے ہاتھ یا دھوپ نہ لگیں۔ یا وہ کسی غیر آدمی
کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ کوئی وجہ تو نہیں معلوم ہوتی کہ مسلمان آدمی کیوں نہ چادروں سے منہ چھپا کر باہر
نکلے۔ تاکہ کوئی غیر عورت ان کو نہ دیکھ سکے۔ یا وہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ کیا منہ کے چھپانے
سے پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اٹھ گیا ہو۔ علاوہ ازیں منہ کو کپڑے سے چھپا کر
سونا۔ چلنا۔ پھرنا صحت کے لیے بہت مضر ہے۔ اس لیے جو کہ آدمی آپ تو کھلے منہ تازہ ہوا لکھا
اور عورت کو بل کی طرح منہ پر نقاب ڈالنے کے لیے مجبور کرے۔ (احزاب - ۵۹)

۱۰۳
بزرگ اسلام

۱۰۳۔ وہ۔ سے سوای تیرے کیا کہنے! سلجھ کر ایسی چڑ بولی کہ کسی طرح اُترتی ہی
نہیں کیا عقل سبق پڑا یا کہ قرآن کے مقابلے پر دو دوسے چار بھی غلط
سمجھو۔ سنئے! قرآن شریف دید کی طرح کسی ایسی غیرے تہذیب کے محتاج نہیں۔ وہ تو ایک
نیچرل کتاب ہے۔ ہر ایک حکم کی بنا مضبوط رکھا ہے۔ اور اس کا ہر ایک حکم ایک نیچرل فعل پر
مبنی ہے۔ مرد و عورت کی باہمی نسبت جو پہلے غبروں میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے سمجھو ہی
سے آپ کا یہ سوال بیچ دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ یاد نہ ہو تو سنو! عورت مرد کی ایک متعلقہ چیز
ہے کس نے بنائی؟ اسی پیدا کر۔ نہا کار۔ رحمت اللہ علیہ کا ہونے کے دلائل سابقہ نمبروں میں
دیکھو۔ پس جس چیز کے برہنہ کھنڈے سے گڑنے کا خطرہ ہو۔ اس کو محفوظ رکھنا فانی ہے۔
اس مضمون پر اگر اپنے روحانی باپ دیا بندگی کے دستخط چاہو۔ تو سنو! تمہارے
گروہی آگیا (حکم) دیتے ہیں۔

یہ پڑانے کا مکان کسی تنہا موقع پر ہونا چاہئے۔ اور لوگوں اور لڑکیوں کی
اللہ شانہ ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہئے۔ جو معتد یا مستقیم یا تو اگر
جا کر ہوں۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں سب محبتیں اور مردانہ مدرسے میں سب
مرد ہوں۔ نہ نہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ مدرسے میں پانچ برس

کی لڑکی نہ جانے پاویں (مستعارتہ ص ۱۷)

کوئی پوچھو کہ ایسی پابندی کیوں ہے کہ پانچ پانچ برس کے لڑکے لڑکیاں بھی ایسے الگ رہیں کہ وہ دو کس تک ایک کے دوسرو کو دیکھنے نہ پاویں۔ تو سماجی جمی یا ان کی طرف سے ہمارے برہمنوں کا بابو صاحب جنکو کہ سختی اور صداقت سے سخت عداوت اور دشمنی ہو۔ جو عیسائیوں کی طرح ہر ایک بات دل ہی سے متعلق کرنا چاہتے ہیں۔ صاف کہہ دیں گے۔ کہ مولوی صاحب یہ بڑی سائنس فلاسفی ہے۔ آپ نے کسی آت کا شعر نہیں سنا؟

یہ سب کہوں کی باتیں ہیں ہم انکو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

جب آئیں گے چار چلتی ہیں محبت آہی جاتی ہے

چنانچہ سماجی جمی نے اس مفہوم کو کہ ہرے لفظوں میں صاف صاف اور کلمہ کلمہ لفظوں میں ادا کر ہی دیا ہے۔ بابو صاحب کو اختیار ہے مائیں یا نہ مائیں۔ دیا مندی ہندوؤں کو منہ دلوں میں اور بدعت خانوں میں جانے سے روکتے ہوئے کہتے ہیں۔

اور عورت مردوں کا منہ دلوں میں مل جوتے سے زنا کاری سڑائی۔ بکیرے

اور بیاریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں (مستعارتہ ص ۱۸)

اب سنو! قرآن کی آیت جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ یہ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِالْحَقِّ يُدْعَى الْيَوْمَ لِلَّهِ الْإِسْلَامُ

جَلَّ جَلَالُهُ ذَلِكُمْ آدْنَىٰ آتٍ يَتَذَكَّرُ لَكُمْ يَوْمَ الْيَوْمِ ذَلِكُمْ يَوْمَ الْحُجَّةِ (احزاب ۵۱)

یعنی ای پیغمبر! تم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیدو کہ بازاروں اور راستوں چلتی چھٹیں اپنے چہرے پر نقاب رکھا کریں۔ اس شریفانہ بتاؤ سے شریف معلوم ہوگی تو ان کو کوئی بدعاش چھیڑ چھا کر نہ سے ستایا نہیں؟

کہئے! بالبعاب: پانچ برس کی لڑکی اور پانچ برس کے لڑکے کو علیحدہ رکھنے

سے بالغلل اور جانوں کو آئندہ طائفے سے باز رکھنا کہیں زیادہ بڑھ کر ضروری ہے انہیں؟

ہاں یہ خوب کہی کہ مسلمان آدمی کیوں نہ چاندلوں سے منہ پھیرے؟ ہاؤ مندی

سے وہ دیکھ لی اور تیری اور مردانہ آج تک تمہیں وہ عداوت ہر گز یہاں لگے اور دیکھ سے باز

ہیں ہکتو۔ آدمی اور عورت کا مقابلہ کیا کہوں ہیں! (ن)

کیسے عقل کو نکل کر لیتے ہیں (دیباچہ ستیا تھ سٹ) آپ کو معلوم نہیں کہ شریعت اسلامی چونکہ بانی
 عظمت اور عظیم حکیم کی طرف سے ہے۔ جو انسان بلکہ جملہ حیوانات بلکہ تمام اشیاء کی حاجات کو جانتا
 ہے۔ اس لئے ہر ایک صودت اور ہر ایک پہلو کو جیسا مناسب ہو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ پردہ کی
 سے چونکہ اتنی ہی غرض تھی کہ زنا کاری بند یا کم از کم۔ کم ہو۔ اور زنا کاری کی واسطی یہ بڑا مقدم سبب
 ہے کہ مرد کی نظروں پر پڑتی ہے اور وہ چونکہ مستعمل ہے اسلئے خواہش کرتا ہے اور اسکو بھندو
 میں لالنے کے خدایں پیدا کرتا ہے۔ اس لئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے چہروں کو چھپا دیں۔
 مردوں کے متعلق چونکہ دیگر ضروریات مناش اور انتظام دیا متعلق ہیں۔ پس ہنکو اگر چھپے
 چھپائے کو حکم دیا تو کاروبار انتظام دنیا میں عظیم غفل آتا۔ اسلئے ایسا نہیں کیا گیا۔

مفسرین صاف ہو لیکن آپ شاید اپنی مدعا کی ناپ دیا منجی کا منہ تلکتے ہو گئے کہ کیا
 فرماتے ہیں۔ پس اُن کے دستخط ہی آپ کی خاطر کراؤ دیتے ہیں۔
 سنئے! سنا جن کہتے ہیں۔

دو اندریوں کو بڑی قاعدے سے قابو رکھنا چاہئے۔ اندریوں کو کشش باہمی قلعی
 سے مہلتی ہے۔ منجی نے فرمایا ہے کہ اندریاں اس قدر درست ہیں کہ
 ماں۔ ساس اور ریکی (ٹانگی تو یہ) وغیرہ کے ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا
 چاہئے۔ (دوسروں کا تو کیا کہنا ہے) (پیش منجی صفحہ ۵۷)

باپ و صاحب! غم سے دیکھو! سوائی جی اور منجی نے کیا اصول بانڈا ہے۔ ایک تو کشش
 باہمی قلعی سے ہوتی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔

یہ سب کہتے کی باتیں ہیں ہم اُن کو چھٹ بیٹھے ہیں
 جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت تو ہی جاتی ہے

قدیم یہ کہ خوف سادہ مرد کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سمجھا ہے کہ ماں۔ ساس۔ ریکی وغیرہ
 کے ساتھ ہی ہوشیاری کے ساتھ رہنا چاہئے۔ یہ نہیں سمجھا کہ بیٹو۔ داماد اور باپ کے
 ساتھ ہی ہوشیاری سے رہنا چاہئے۔ گو یہ ٹھیک ہے کہ دونوں کی طبیعت منجی سے کام ہوتا ہے
 مگر چونکہ اُن دلائل کے جو سابقہ نبروں میں ہم بتلا آئے ہیں۔ مرد کی طرف سے اقد اور کھڑ ہوتی ہے

جس کو دوسرے منظور میں یوں کہو کہ مرد مستعمل ہے اور عورت مستعملہ۔

سنا جیو! سچ بتانا۔ اپنی چوتھی ہول کو یاد کر کے بتلانا۔ بندوں۔ سوردوں اور کتوں کی جڑوں سے ڈر کر بتلانا کہ جب تم کسی خوبصورت ماہ جین استری دعوت کو دیکھتے ہو تو تمہارے دل پر کیا گذرتی ہے۔ کیا تم بے ساختہ اس وقت یہ نہیں کہا کرتے؟

کون رکھتا ہو جھلا ایسا جگر دیکھیں تو؟ یار ہوسا منے دیکھو نہ اُدھر دیکھیں تو آواز اگر اس وقت کوئی تم سے کہو کہ لالہ صاحب! اپنی اندریوں لاکھوں کو قابو رکھو۔ دیکھو! سوانی جی اور منوجی کیا فرماتے ہیں۔ تو تم صاف اور کھلے الفاظ میں ایک ہی سناتے ہو

بل بے خود بیٹی زادہ کہ تری دیکھو کو + منع کرتے ہو لویہ اور تماشہ دیکھو۔

یہ بھی ایک ہی کہی کہ منہ کسے چھپانے سے پاکیزگی قائم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اٹھ گیا کیا ہی نئی منطلق ہے! قربان! ایسے بی اتے پر۔ بابو صاحب! یہ کون کہتا ہے کہ دل کے گندوں کے لئے ظاہری پردہ کامل روک ہو؟ ہاں یہ بیشک ہو کہ دل کا گندہ کتنا بھی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ پردہ دار عورت کو دیکھیں گے۔ تو انکی گندگی کا اظہار اس قدر نہ ہو گا جتنا کہ برہنہ عورت کو دیکھ کر ہو گا۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پردہ داری زنا کاری کے لئے رکاوٹ ہے۔

آخر میں ہم اپنے ناظرین کو تکلیف دیتی ہیں کہ پردہ دار اور بے پردہ قوموں کی شرم و عیا کا خود ہی اندازہ کریں۔ اوما کر کسی کو یہ موقع تحقیق دل سکے تو ہمارے پاس آؤ سے ہم انکو اپنے شہر کی ہندو استریوں کو نہ کر کے تین (دھریں گردش) کرتی ہمیں دکھا دیں گے۔ جو اسکو پوری تحقیق کا موقع ملے گا۔ یا ہمارا سالہ حق پر کاش! بجواب تیار تھ پر کاش کا نمبر ۱۲ ملاحظہ فرمادیں۔

۱۰۳ | قرآن کی تعلیم ہو کہ جتنے یعنی بے پالک بیٹوں کی بیوی تمہاری لئے سلال ہے۔ یہ بات کتنی قابل اعتراض۔ مانا کہ جتنے اعلیٰ بیٹیاں ہیں مگر ہر بی بی عام شوش میل ملاپ کے لحاظ سے فرض کردہ بیٹے کی عورت ہو شادی کرنا کس قدر معیوب ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص کا دل کسی شخص کی عورت پر زہریلے ہو جائے اور وہ اس عورت کو قابو میں نہ لاسکے۔ تو اس کے خاوند کو یہ لالچ دیکر کہ ہم تم کو اپنی تمام جائیداد کا مالک بنا دیں گے۔ جتنے بٹلے۔ اور پھر آہستہ آہستہ بڑے بڑے عورت کو ڈرا لیا جائے۔ اگر عورت آگے سے اعتراض کرے

کہ جس تمہارے لڑکے کی بیوی ہوں تم مجھ پر نیکاح اور نذر گواہ کیوں اپنے تصرف میں لیتے ہو تو خود
درا آئی زیت پیش کر دینا ہو کہ وہ بیچو تم میرے لئے طلال ہو اور قاضی دگلاہ کی ضرورت نہیں۔ خدا
نے خود میرا تمہارا نکاح کر دیا ہے۔ صد حیف است بریں تعلیم و تفتین رہنرا حیف است بریں فہم و

یقین۔ (توک) (احزاب - ۳۶)

صد حیف بلکہ ہزار لعنت کا مستحق ہے وہ شقی انبی اور بدود و ایزدی جو تم کو کی ہر دو
نہ سمجھو اور انکی حیثیت اور قدشن کے خلاف کلام و کٹاؤ۔ (دینا پر سنا ہوا)

تنبہ (لے پاگ) کی رسم عرب میں قدیم سے چلی آئی تھی چنانچہ ہندوؤں اور آریوں میں بھی
ہے۔ مگر چونکہ تنبہ (لے پاگ) بنانا وہ اصل گواہت سے متباد کرتا ہے کہ خدائے تو سے اطاد
نہ تھی اور یہ ناحق دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد بناتا ہے۔ تو ان معنی سے تنبہ بنانا گمراہی و گم
کی ایک مثال ہے۔ مگر چونکہ حکم مصلیٰ موضوعہ نمبر ۳۰ یہ تعلق بہی قابل الفصل ہے بلکہ یوں کہئے کہ
واجب الفصل ہے۔ اس کو شریعت اسلامی نے جہاں اور خرابیاں دنیا سے دور کیں۔ اس پر ہر وہ
رسم کو بھی یلایا میٹ کر دیا۔ جس کو لئے خدائے دو طریق اختیار کئے۔ ایک تو یہ کہ اس بد رسم کو فرع سے
کاٹا۔ یعنی اس رسم کے قیود کو پا مال کیا کہ عرب میں تنبہ کو بالکل حقیقی نہ کہ طے سمجھا جاتا تھا اور انکی بیوی کو
مثل حقیقی بہو کے خیال کیا جاتا تھا۔ پہلے تو اس خیال کی تفسیل کی تنبہ کی بیوی نہ تھیں۔ پھر اس کو نہایت
ہی حکیمانہ دلیل سے ثابت کرنے کو فرمایا۔

ادھر سے بچا ہوا

یعنی لے پاگوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کیا کہ وہ جو نطفے سے وہ پیدا ہوئے ہیں یعنی ولادت
بلکے تھے ہوئے ان کے بیٹے کہا کرو۔ ہم سے ان کا تعلق نطفے کا نہیں۔ بلکہ وہ تمہارے
دینی اور دینی بہائی ہیں۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَتُكَ أَمَّا طَرَاسُ فَتَحَا لَكُمْ فِي الْإِيمَانِ وَمَا لَكُمْ

یعنی اگر تم ان کے باپوں کے نام نہیں جانتے ہو۔ تو تمہاری دینی بہائی اور دوست ہیں یعنی انکو بہائی
لے ہمارے شہر کے ایک ہندو کیل کھل پاگ رسنے پر لگ کر تہنیت کو گئے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ خدا
بغیر ناراض تھا کہ جس نے تو انکو بیٹا نہیں دیا۔ تو نے کیوں بنایا؟ کیا ہی دانائی کی بات ہو دینا

اور دوست کہا کرو بیچو نہ کہا کرو۔ مطلب یہ کہ بیٹا بیٹی ہونا قدرتی جوڑ ہیں جب قدر مٹنے تھا راکھا
جوڑ نہیں بنایا تو تم کیوں غلط گوئی کرتے ہو؟

غور سے سنو!

فَاعْجَلْ اٰذِیْنَآءُکُمْ اَبْنَآءُکُمْ ذٰلِکُمْ ذِکْرٌ لَّکُمْ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَلَا یَعْلَمُ الَّذِیْ یُفْثِنُ اَلْمَوْتَ وَ یُخَوِّ

یَلِیْهِذِی السَّیْئِلَ (احزاب - ح ۱)

یعنی بے پالک خدا نے تمہاری بیٹی نہیں بنائی۔ یہ تو صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ سبح ہوتا ہے
اور وہی سید ہی راہ بتلاتا ہے۔

پس اس رسم کے مٹانے میں جیسا کہ ایک فطرتی غریب کا فرض تھا۔ سید الا پیما علیہ السلام
نے مقدور بھر کوشش کی جو خدا کے فضل سے کامیاب ہوئی۔ اس لحاظ سے اگر یہ سماج جیسے آزاد اور
نیچرل فلاسفی کے ماحول کا فرض تھا کہ اس بدرسم کے مٹانے میں اسلام کا ماتھ بٹاتا۔ گو اسلام خدا کو
فضل سے انکی امداد کا کبھی طرح محتاج نہیں۔ مگر انکو تو یہی حکم تھا کہ :-

یہ بہت گوڈوں کا ساتھ دیا کرو اور تمہاری پسند دل کی کچھ نہ کرو۔ (متیانہ مسئلہ ۴)

محض باقی کے دانت دکھانے کے اور۔ کھانے کے اور۔

لیکن واہ رہی مذہبی ضد اور عداوت! تیرا ستیا ناس! تو انسان کی عقل اور سمجھ کو کیسا نابل اور تباہ
کر دیتی ہے (دیباچہ ستیا رتھ ص ۸)

اب سنئے! اہل قصہ! جسکی طرف بابو صاحب نے کمال ایمان داری اور دل آزادی سے
اشارہ کیا ہے۔ زید ولد عارثہ کو جو غلام تھا۔ آنحضرت نے تربیت کیا اور ملک کے دستہ کے
مطابق لوگ اسکو تہنیکہ لگ گئی۔ عوام ہونے پر انکی شادی اپنے قریبی رشتہ میں زینب کے
ساتھ کر دی۔ باوجودیکہ انکی غلامی کی وجہ سے زینب کے رشتہ داروں نے کچھ انکار سنبھلیا۔ مگر
منشا نبوی کے سامنے دم نہ مار سکی۔ اتفاقاً دونوں میاں بیوی میں کچھ رنجش ہوئی۔ تو زید اسکو طلاق دیتو
پر آمادہ ہوا۔ آپ نے بہت سنجایا کہ ایسا مت کر۔ اس نے نہ مانا۔ اسی اثنا میں آپ کے دل میں
خیال آیا کہ میں ہی نے انکا نکاح زور دیکر کرایا تھا۔ زینب اور زینب کے رشتہ دار ایک تو
اسوقت اپنی ہنسک سمجھتے تھے۔ ایک اب طلاق ہونے پر ہو گئی۔ اسکا تدارک کیا کیا جائے۔ اسی پر

نہ کہ کو تو اس میں اپنے استاد جیسا یوں کو بھی ملاو۔ کہ وہی بائبل کا کوئی دوسرا منہ نہیں کھاتا کہ وہ ایسی بے نیکی اور بے نیکی کہنے سے باز آؤ۔

عیسائیو! تمہیں تو خاص طور سے شرم چاہئے کہ تم رومیوں کے باب کی پندہ کو بھی نہیں دیکھتو کہ یہ جہاں شریعت نہیں دکن نافرمانی بھی نہیں۔

یہ کیسی فضول گئی! اور دل آزاری ہی جو آپ نے کی ہے کہ مسلمان آیت مناکر اپنی بہو کہ لیا۔ کیا آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہو کہ مسلمان اپنی بہو کو بے نکاح رکھ سکتے ہیں؟ یا کسی مسلمان کا یہ مذہب اور خیال ہے کہ پیغمبر صاحب کی طرح محمد پرہی قرآن نازل ہوتا ہے؟ نہ تو کیا پاپی اور بے حیا۔ اور بد لگام ہے جو مہکم کا مطلب بگاڑی۔ (دیباچہ متیار تھوٹ)

بالو صاحب! لیجئے! ہم آپ کی طرح پھکڑا بازی سے بے ثبوت بات تو نہیں کہتے بلکہ صحیح حقائق اور سچے مسائل آپ کو سناتے ہیں۔

فرمانے! ایک شخص نے لڑکے کی شادی کی۔ بہو نہایت حسین اور جمیلہ تھی۔ پرورد کی رسم بنونے سے اس پر فریفتہ ہو۔ اتفاقاً بیٹے کے نطفہ میں صنف تھا کہ سال دو سال تک بچہ سچ پیدا نہ ہو تو بیٹے کو وید مقدس کا پران دھکم، دیانند جی کی متیار تھوٹ پر کاش ملا۔ اسے نکاح کر کے لڑکے اور اپنی بہو سے خود شینگ کرنے۔ کوئی حرج تو نہیں؟ کہو جی کون دھرم ہے؟

اچھا بھلا اسے ہی جانے دیجو! کسی لالہ صاحب کی اپنی ہی لڑکی اس آیت کا لیں امداد کی مستحق ہے اور بالو (باپ) جی کا نطفہ بڑا مضبوط ہے ایسا کہ کہی دماغی نہیں جاسکتا تو اگر بالو جی اس میں نہ داپنی بیٹی، کو لڑا دے تو دیکھی آگیا دھکم، کے خلاف تو نہیں؟ نہ تو توبہ!

سنا جیو! نہ چھپاؤ۔ ہوا کیا؟ صاف کہہ دو کہ چونکہ ہمارے سب بزرگ اور پیشوا اسی نیوک کے سچے شاگرد ہیں لہذا کر لے متیار تھوٹ ۱۵۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ غریبی سے مت ڈرو۔ نکاح ضرور کرو۔ خدا تمہیں امیر کر دیگا۔ مانا کہ ایک خاص شخص ایک خاص مالدار محنت کے ساتھ نکاح کر کے مالدار ہو گیا۔ مگر کیا یہ حق اتفاق ہر ایک شخص کو ملتا ہے؟ نہیں۔ پھر خدا کا غریبی کی حالت میں نکاح کا حکم چھ منہ وار؟

سنا آریں! ایک نیوک کہ آیت کا لہجہ میں یعنی منیہ سے گزرا نہ۔

اگر اس پر مبنی کا یہ خدائی نسخہ ہے۔ تب تو بہت اچھا آسان طریقہ ہے۔ مگر میں اہل اسلام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسا نہ کریں۔ جس صورت میں خود ہی لنگڑی ہوں۔ دوسرے لنگڑی کو سر پر نہ اٹھالیں۔

(دوسرے نور - ۲۲)

مذہب
مسلمان

جس آیت کا آپ نے سوال دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ غور سے سنو!
وَاتَّخِذُوا لَهَا يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ حِجَابًا لِّمَن كَانَ يَأْكُلُ مِنْ ثَمَرِهِ لَا يَكُونُ كَالَّذِينَ

تَقْرَأُونَ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَفِيًّا (نور - ۲۲)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بیوگان کا دیہہ بواہ (نکاح کر دیا کرو۔ اور جو تمہاری غلام اور لونڈیاں نیک چلن ہوں۔ انکا جوڑا دیا کرو۔ یہ خیال مت کیا کرو۔ کہ انکا کنارہ کیسے ہوگا۔ خدا سب کار دہی کرتا ہے۔ چونکہ عورت ہونے سے دوسری سخت نقصانات (فحش زنا کاری وغیرہ) کا خطرہ ہے اس لڑکی اس بڑائی کی بندش کرنے کو نکاح ضرور کر دیا کرو۔ اللہ انکو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا۔

یہ ایک قسم کی تسلی ہے کہ خدا پر بھروسہ کر کے یہ کام کر لو۔ یہ مطلب نہیں کہ نکاح کرنا سب سے اچھے تحصیل دولت کا ایک ذریعہ ہے۔ سنو! آپ کے اس غلط گمان کو خدا نے اسی آیت کے متصل ہی رد فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینی قرآن شریف عالم الغیب کا اتارا ہوا ہے۔ سنو!

وَلَا تَسْتَفِيزُوا فِيهَا الَّذِينَ لَا يُحِبُّونَ لَكُمْ أَخَا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورة نور - ۲۳)

یعنی جن لوگوں کے پاس شادی کے اخراجات کی محنت اور وسعت نہ ہو۔ وہ نکاح نہ کریں اور جس طرح ہو جائے سے بچو تب ہی۔ جتنا کہ خدا انکو وسعت عطا کرے۔

کہئے! اگر آپ کا مطلب ہوتا کہ غریبی سے مت ڈرو۔ نکاح ضرور کر لو۔ خدا تمہیں امیر کر دیگا۔ تو اس آیت میں ایسی جرأت کرنے سے منع کیوں کیا جاتا ہے؟ مگر کیا بد باطن اور جاہل ہی جو کلام کو آگے چھپے نہیں دیکھتا دیہہ کا مٹاؤ۔

بابو صاحب! اگر آپ آریہ ہوتے تو اس آیت کی قدر کرتے کہ اس میں بد بواہ اور انڈوں کے نکاح کا میری حکم ہے۔ مگر اے کیسا منہ دی اور متعجب ہے جو مذہب کی تاریکی میں ہنسکر عقل کو خیر باد کہہ دو (دیباچہ ستیارتھ مٹ)

قرآن شریف کا مطلب تو سن چکی ہو۔ اب نور، دیہہ پران بھی سنو! ابشر آنا دیکھو! دیکھو!

یہ اور گہرا شرم دقانہ داری، کی خواہش رکھنے والے انسانوں، باہمی پسند و نیا مندی سے بیاہ کر کے گھر بناؤ اور گہرا شرم دقانہ داری، میں داخل ہونے سے خوف مت کرو۔ اور اس سو محنت کا پتہ نہ کو قوت اور وصلہ کے ساتھ یہ ارادہ رکھنا پڑے کہ جہاں سامان راحت کو مل کر میں نہ کو کل سامان راحت عطا کروں گا۔ یہ خبر دے

(ادبیات ۳۵ نمبر ۱۲۱)

اب اگر انصاف ہو تو اپنی تمام تک بندی اور منہ زوری اس شتر میں ہی تو کیجیو! مثل بات یہ ہو کہ آپ جیسو قرآن شریف سے بے خبر ہیں ایسے ہی دید سے بھی اجنبی۔ خدا معلوم! یہ بخیر آپ کو کہاں کہاں تک پہنچا دیں گی۔ کچھ عجیب نہیں کہ آپ دید کے مسلمان پر اطلاع پاکر بہت جلد ایک رسالہ ترک دید بھی شائع کریں گے۔

یہ میں نے مانا کہ آج خبر مرا گلو ہی نہیں رہے گی۔
کر یہ قاتل کے اوستہ ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گی

قرآن کی تعلیم ہو کہ چچا۔ ماموں وغیرہ نزدیک رشتہ کی لڑکیاں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس قدر نزدیک رشتہ میں شادی کرنا میں معیوب سمجھتا

نمبر ۱۰۵
اسلام

ہوں۔ سبھی بہائی بہنوں کی اولاد ایک دوسرے کو بہائی ہیں کہتی پھر اور پھر فاس وقت آجائے پر وہ میاں بیوی بن جاویں۔ اہل عرب آپس میں ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنی رکھنے کے سبب سے اپنے ہی گنہگار رہتے تھے۔ اور دشمن کے قبیلے میں لڑکی دینا کشتن مجھے نعوں مگر ہندوستان میں جہاں عرب کے فائدہ بدوشوں کی طرح چند آدمیوں کی تہذیب پڑیاں علیحدہ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ عالیشان شہروں میں جو مختلف کنبوں اور قبیلوں اور گوتوں کے آدمیوں سے معمور ہیں آباد ہیں۔ اس قاعدی کا جاری رکھنا شایاں نہیں ہو۔ میں اسکو معیوب سمجھتا ہوں۔ (احزاب - ۵۰)

بھلے آدمی! بلا سے کہی اپنی دعوئی کو کسی دلیل سے بھی مدلل کیا ہوتا۔ یا یہی بات

نمبر ۱۰۵
مسلمان

جب کہا کرتا ہوں وہ بونے مراسم کاٹ کر
چوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جا

سچا جیو! کوئی دید منتر دکھا سکتے ہو کہ فلاں فلاں عورت سے شادی کرو۔ اور

فلاں عصمت سو مت کہ تفصیل بتلاؤ تو بات کرو اور اسی کتاب کا ایک نسخہ انعام پاؤ۔
 مستثنیٰ! نہ نکاح کرنے سے دونوں دیاں بڑی، اے جوڑکے علاوہ دونوں خاندانوں
 کا جوڑ ہو جاتا ہے۔ چونکہ چچا ماموں کی اولادیں بہ نسبت دو حقیقی بہن بھائیوں کے دوری آجاتی
 ہے اسلئے اس دونوں کو نزدیک کرنے اور قانڈان کو بڑھو دینا اور ایک دوسرے کے جھڑپانے
 کی غرض سے اس قسم کے رشتے نہایت ضروری ہیں۔ قرآن شریف چونکہ بانی فطرت کی کتاب
 ہے اسلئے وہ انسان کی سب ضرورتوں کو پوری طور سے ملحوظ رکھا ہے۔ اور یہی قرآن شریف کا اہل
 معجزہ ہے۔ باقی رہا ایسے نزدیک رشتوں کو آپ کا ناپسند کرنا۔ سو یہ ویسی ہی بات ہے جو بعض مفرد
 آدمی۔ باندھوں (جولہاؤں) سے رشتہ داری ناپسند کرتے ہیں (پھر عز)

یہی غلط ہے کہ عرب کے قبیلے جو بد دشمنی کے ایک دوسرے سے شادیاں نہ کرتے
 تھے۔ آپ ان کے دیوان اور مقام اور حالات قبل از اسلام کو پڑھتے تو یہ کبھی نہ کہتے۔ مگر میں اس
 سے مطلب نہیں۔

قرآن کی تعلیم ہے کہ اہل اسلام یا اہل قرآن چار سے زیادہ عورتیں ایک وقت
 میں نہیں کر سکتی۔ مگر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو شخص قانون بنا دے وہ
 اپنے آپ کو یوں مستثنیٰ سمجھے اور عورتیں کہے۔ میں اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ قانون
 بنانے والا ہی قانون کو توڑ دے۔ اگر قرآن خدا کی طرف سے ہے تو کیا وجہ کہ ایک آدمی کو اس سے
 مستثنیٰ کر دیا جائے؟ (دعا ۳)

نمبر ۱۰۶
مسلمان
 جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ گو اس سے یہ حکم ثابت کرنا کہ چار عورتوں
 سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا منع ہے ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ مگر نصیر ہم مسلمانوں
 چونکہ یہ مذہب ہے۔ خواہ اس کی دلیل یہ آیت ہو یا کوئی حدیث یا اجتماع امت اس لئے ہم
 آپ کو مل مطلب بتلاتے ہیں۔

اہل بات یہ ہے کہ جب یہ آیت اتری تھی۔ جس میں ابول آپ کے چار سے زیادہ نکاح
 کرنے سے منع ہے۔ اس وقت ایک اور آیت بھی نازل ہوئی تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا

لے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر کتاب ہذا۔

مکان میں نازل ہوئی تھی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

لَا يَحِلُّ لَكَ الْإِنْسَانُ مِنْ بَعْدِ وَكَانَ قَبْلَكَ بَيِّنًا مِّنْ رَّبِّكَ إِذْ فَاجِحًا وَكَانَ الْإِنْسَانُ حَسْبًا

(احزاب - ۶۷)

یعنی انہی ہی سبب سے بعد کوئی اور عورت حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ تو ان میں سے کسی ایک کو چھو کر اور
کو کرے اگرچہ تجھ پر یہ مظلوم ہو۔

اس آیت نے آپ کو موجودہ عورتوں کے رکھنے کی اجازت دیکر آئندہ کو منع کر دیا۔ پس ان
دولوں آیتوں پر عمل ایسی طرح ہوتا تھا کہ آئندہ کو آپ کوئی نکاح نہ کرتے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جو
دولوں آیتوں کے ملانے سے مطلب ثابت ہوتا تھا۔ اسکا خلاف نہ تو آپ نے کیا اور نہ کوئی قانون ٹوٹا۔ مگر
بقول سدی دیانند جی محل کے اندہ ہے کہ آپ نے دیکھنے والے بد باطن ایسے مازوں سے نگاہ بندوں
تو قصور کس کا؟ (دیکھو کا مٹا)

نہم | **قرآن کی تعلیم** ہو کہ از رسول! خطاب از جانب خدا ہم تکویر نہیں غیب کی کتاب
ہیں۔ تو اذ تیری قوم اس سے بالکل بے خبر تھے۔ حاسنین! اس وحی سے
پہلے مختلف قصے نوح۔ ابراہیم وغیرہ کے بیان کئے گئے ہیں۔ اور انکو غیب کی بات کہا گیا ہے۔ کیا جبکہ
اہل عرب پہلے نہیں مانتے تھے۔ بائبل کے پڑھنے والے دوسرے لوگ بھی ان سے بے خبر تھے؟ پرچ
ہے کہ قرآن کا وجود ہونے سے پہلے ابراہیم۔ نوح۔ موسیٰ وغیرہ کے منسلق قصے بائبل میں موجود تھے
پھر اسکو غیب کی بات کہنا اور الہام کا دم بھڑنا۔ سرا غلطی ہے۔ معلوم نہیں خدا کا بائبل کا خلاصہ
بنانے کے لئے جبرائیل بھیجنے کی ضرورت پڑی؟ میں بائبل کو قرآن سے زیادہ مستند سمجھتا ہوں
مگر دونوں کو ہی پائیدار الہام سے ساقط تصور کرتا ہوں (دہرہ - ۲۹)

نہم | **قرآن شریف** کے الہامی ہونے کا مطلب آپ کے گرو جی نے نہیں سمجھا تو آپ
سے کیا شکایت؟ قرآن شریف کے الہامی ہونے کے یہ سننے جی کہ قرآن کے موجود
الفاظ خدا اقلانے کے الہام اور وحی سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی گئے۔ اور انہوں نے وحی الفاظ
اپنی است کو پہنچائی ہے۔ نیز اُس سے پہلے ہی قصے اور احکام اس فرید سے منزلتے اپنی رسول کو پہنچائی
تو یہی الہامی اور وحی اور نشینی سمجھے گئے۔ کیونکہ یہ جبرائیل جو کہ پہنچائی ہیں۔ انکی مثال اگر اپنے حمار سے میں

سُخنی پڑ جو۔ تو مٹو جس طرح موجودہ دین سے پہلے ہی ردِ قبول آریہ سماج۔ یہی مضامین پہلی دنیا میں بھی موجود تھے۔ کیرا ایند آریہ سماج ویدوں کو الہامی دانتا ہے۔ تو کیا کوئی ایسی چیز کہہ سکتا ہے کہ موجودہ وید سے پہلے ہی تو یہ مضامین پہلی دنیا میں تھے۔ پھر یہ الہامی کیونکر مٹاؤ
لالہ صاحب! تمہیک ہی طرح قرآن شریف کی مثال ہو۔ قرآن خود کہتا ہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ (سورۃ شوریٰ ۱۱)

یعنی قرآن شریف پہلی میزوں کی کتابوں میں ہے۔ قرآن شریف خود بتاتا ہے کہ میں پہلی کتابوں کے سچے مضامین کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی انکی تعلیموں پر مٹا دیتا ہوں۔ مٹو!

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرًا لِلْمُحْسِنِينَ (سورۃ مائدہ ۷۷)

یعنی قرآن اپنے سے پہلے مضامین کی تصدیق کرتا ہے اور انپر گنجان بھی ہے کہ جو مضامین غلط گوئوں کی غلط گوئی سے انہیں آگے ہیں۔ انکی چھانٹ کر تا ہے۔ چنانچہ بتاتا ہے:-

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ

یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں۔ وہ کافر ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا بیان بعض مواقع پر کتب سابقہ سے مخالف ہوتا ہے جس کو عیسائی اپنی غلط فہمی سے قرآن کی تکذیب کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ مخالف ان کتب کی کذب کی وجہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کتابوں کو ابھی یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا کہ وہ قرآن شریف جیسی کتاب سے مقابلہ کر سکیں۔ ان کے مصنف خود بتاتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ ہے سننا کر کچھ ہے یہی مصنفین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بہت سے واقعات ہم نے نہیں کچھ۔ بلکہ اگر تمام کچھ جانتے تو ان کے کہنے سے جو کتابیں نہیں وہ تمام دنیا میں نہ مل سکتیں۔ دیکھا یہ الہامی جالغہ ہو یا وہی ہے؟ (مذ)

علامہ اس کے انوس تو یہ ہے کہ آریہ سماج کیا اور عیسائی یہودی کیا۔ سب کے سب قرآن شریف کی غرض و غایت سے بالکل بے خبر ہیں۔ وہ اتنا بھی جانتے ہیں کہ قرآن صرف قصوں کا ایک مجموعہ ہے پس انکی کیا ضرورت ہو۔ ایسے عقل کے بتوں کو اسی کتاب کا آخری حصہ بغور دیکھنا چاہیے۔

نمبر ۱۰۸-۱۰۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اس کو بند رہیہ وحی پسند بندہ پر نازل کیا ہو۔ بخیر کیا خدا اور اس کا جبرائیل محمد بن موسیٰ علیہ السلام۔ ابراہیم۔ نوح۔ نوح وغیرہ باپ بیٹوں سے ہی واقف تھے۔ کہ ان کو ہندوستان کے رشی رشی۔ پانڈو کو روم۔ رام چندر اور سیتا۔ بکرابیت گوتم بدھ کنادینچل وغیرہ کے نام نہیں آتے تھے۔ اور گمیا یہ سب کے سب بھٹی موسیٰ سے کچھ کم تھے۔ پھر وحی شریف اور قرآن شریف میں انکا نام نہیں نہ آیا۔ قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ اہل کتاب نے جن سے ملادیہودی اور نصارا وغیرہ لوگ ہیں۔ انجیل اور توریت میں کچھ اول بدل کر دیا ہے۔ انجیل اور توریت کے علاوہ زبور اور دیگر صحائف انصاریہ کا بھی نہیں۔ ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ مگر اس میں ویدیشاشر۔ زند۔ اوستھ وغیرہ کو بن کا کہیں نام نہیں آیا۔

ہمارے کوئی ادا ان کی بندہ ہو جیسا کہ کسی طرح سے تو مٹ جائیو اور دل کا

نمبر ۱۰۸-۱۰۹
مسلمان

ان دونوں نمبروں کا خلاصہ ایک ہی فقرہ میں ہے کہ ہندو مسلمان بننے کے برگزیدہ ہیں اور عاقبات کا ذکر قرآن شریف میں کیوں نہیں ہے۔ سوائے یہ ہے کہ ان کے ذکر کرنے کا مستفی اور سبب نہ تھا۔ اس قسم کے سوالات شکر میا ختم ہوتی آتی ہے کہ نادانوں کو خدا کی کتاب (قرآن شریف) کو مٹائی آف ورلڈ دنیا کی تاریخ سمجھ رکھا ہو۔ وید کو تمام علوم اور سائنس کی کان کہا جاتا ہو مگر جب یہ سوال ہو کہ بتلاؤ۔ آدمی کے پیشاب کے کتنے اجزاء دید (بھلائی) ہیں تو اتنا ہی کہہ کر جان چھڑائی جاتی ہے کہ دید میں التفصیل نہیں بالاجمال سب کچھ ہے۔ اس اجمال سے ہی سوال ہوتا تو امیر خسرو کے بڑی گائے کی طرح بتلا دیا

امیر خسرو ایک دندیک سرای میں تھے تو وہاں کی بھٹی کی بابت لوگوں نے شکایت کی کہ بھٹی بڑی آلودہ زبان ہے۔ امیر خسرو نے دریافت کیا تو زبان تو بڑی مہذب تو نہیں

ہے کہ دیکھو! بیماری میں برتر کر نیک حکم ہے۔ تو یہ عالم طب کو اصل میں دیکھ کر کاٹا
 سنو! قرآن شریف ایک مذہبی لکچر ہے کیا معنی؟ جس طرح لکچر ارا بنو
 مخاطبوں کو سمجھاتا ہوا کہیں کوئی تشبیل دیتا ہو۔ کہیں کوئی قصہ اور حکایت بھی بتلاتا
 ہے۔ کہیں اجمال سے تو کہیں تفصیل سے۔ قصے بتلانے سے چونکہ اس کی غرض
 یہ ہوتی ہے کہ حاضرین میری لکچر کا مضمون بخوبی سمجھ لیں۔ اس لکچر کا قصہ
 بتلاتا ہے۔ جن سے وہ مالوس ہوں۔ جن لوگوں کے ناموں سے اُن کے کان
 آشنا ہوں۔ یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کے سمجھانے کو انگلیں دکھائیں اُن لوگوں کے
 واقعات سنادیں۔ جن کو جانتے ہی نہیں۔ لکچر اسی طرح قرآن شریف کی روش
 ہے کہ چونکہ اول مخاطب اس کو عرب کے لوگ تھے۔ اسی لئے اُن کو سمجھانے کیلئے
 اچھی قوموں اور قبیلوں کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ جن کے ناموں سے اُن کو
 کان آشنا تھے۔ اس باقی دنیا کی نسبت اُسی واعظانہ طرز سے بالا جال اتنا کہنا
 جاتا ہے۔ کہ

اِنْ مِنْ قَوْمٍ اِلَّا خَلٰی فَبِمَا نَذٰرَکَ اَعْرَضُوْا ۝۱۴ اٰیٰتِنا آتٰتُکُمْ مِّنْ حٰوِرٍ

یعنی ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی خدا کو عذاب سے ڈرانے والا ہو گا۔ اور
 تو اے نبی لوگوں کو خدا سے ڈرانے والا ہو۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی
 ہمارا کرتے ہیں۔

کس بابو صاحب! اپنے سوال کی اس عبارت کو ذکر کیا خدا اور اس کا جبرائیل
 موسیٰ۔ عیسیٰ وغیرہ ناموں سے واقف تھے۔ اُن کو ہندوستان کے رشیوں

سے لوگوں نے کہا نہیں کہا ہر تو میں اس سے دیتا نہیں۔ صبح اٹھتے ہی بیٹھاری صاحب محل لڑائی
 شروع کی تو ایسے خسر و گھا۔ دیکھو! جو گالی بردہ نہ بیچو! اس نے کہا اچھا۔ ایسے خسر و گھا شروع
 آخر پیچیم کی تمام گالیوں کا ایک ہی کالہ بنا کر میں نے خیر کیا۔ بھٹیاری جو جس میں آکر لٹی بنا کر بکے۔ جو گالی
 دیتی ایسے خسر و گھا سے کہتی کہ گالی بھی میری اس گالیوں کی جو وہ خدائی اچھی نہیں۔ آخر
 بھٹیاری بیچارے تنگ آکر چپکے ہو گئی۔ اسی قصہ کی طرف اشارہ ہو رہا (منا)

کے نام نہ آتے ہتے؟) اس طرح صحیح کیجئے! کہ کیا عرب کے لوگ موسیٰ عیسیٰ وغیرہ نبیوں کو جانتے تھے۔ ہندوستان کے رشیوں کو نہ جانتے تھے؟ تو اس کا جواب میں ہم بالکل بے ہال کہہ دیتے کہ بیشک نہ جانتے تھے خدا کے جانتے کی نسبت قرآن خود بتلانا ہے۔ کہ

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِّنْهُمْ مَّن قَعَقْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّن لَّمْ يَلْقَ أَكْثَرُ

عَلَيْكَ (سورہ یونس - ۱۰)

”یعنی ہم نے تجھے پہلے کئی ایک رسول بھیجے ہیں جن میں بعض کو قے سے بہت بڑا ٹکڑا بتلائی ہیں۔ اور بعض کے نہیں“
کہئے! عقل بڑی یا بھینس؟

آر ممبر ۱۱۰ | قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ قسم مت کھاؤ۔ مگر خدا نے بذریعہ وحی کیا وجہ کہ خدا نے ہمارے۔ ایلیس۔ وندھیا چل پھاڑوں اور ہندوستان کے آڑو۔ آوجہل۔ سنگتوں اور بھینس۔ مانتی وغیرہ کی کہیں قسم نہ کھائی۔

ممبر ۱۱۱ | آج تک تو ہم پرنسپل شاہی کرتے تھے۔ کہ۔ دروغ گوئم بروٹو“
مسلمان | مگر بابو صاحب اور بابو صاحب کے روحانی باپ رشی ہرشی وغیرہ کے ذریعہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو منہ پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ چونکہ یہی دعویٰ بابو صاحب نے نمبر ۱۱۰ میں بھی کیا تھا۔ اس لئے اسی نمبر میں اس کا جواب مل چکا ہے۔

آر ممبر ۱۱۲ | قرآن رشیہ ایف کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ان بڑے ہند میں ان بڑے رسول بھیجا۔ تو کیا بڑے ہے لکھے۔ عالم فاضل لوگوں کیسے

ایک ان بڑے کی بات اہل تسلیم ہو سکتی ہے؟ (مجموعہ ۱۲)
ممبر ۱۱۳ | کیا یہی اچھا اصول ہے۔ مگر افسوس۔ جی نے ہو کر انگلیش سے مطابقت جاہل۔ مار دو۔ فارسی۔ عربی سے محض پیچہ دیا تدجی کی تکیوں

چاہتی؟ اور انہوں نے باوجود سنسکرت کے ودوان (عالم) ہونے کے الگنی - وایو وغیرہ ان بڑھوں کی پروردی اور غلامی کیوں اختیار کی؟ اگر کہہ سکیں کہ ان کو الیشور نے الہام سے سب کچھ پڑا دیا تھا۔ تو سنیں! تمہاری پاس تو اس دعویٰ کا کوئی ثبوت نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ دید سے بھی اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ قرآن ہی سنیو! ادا فرماتا ہو:-

عَلَّمَكَ مَا تَتْلُو تَتْلُو وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (نساء، ۵)

یعنی ایسی ہی جو کچھ تو نے جانتا تھا۔ خدا نے تجھے سکھا دیا۔ کچھ خدا کا ثبوت برا فضل ہو۔
سچا جیو! اگر کچھ رکھتے ہو۔ تو لاؤ۔ دکھاؤ۔ جس سے اسی طرح الگنی - وایو وغیرہ

کے الہام کا دعویٰ ثابت ہو۔ اور تم اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤ۔
بس تم گناہ نہ کرنا صبح نماز پڑھو یا چلے دو کھائے دہنت ایسا کر لیں

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اس کو عربی میں نازل کیا یہ اس کو
۱۱۲ کہ لوگ اس کی بھی زبان میں ہوتے پر کہیں یہ نہ کہہ دے کہ

ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں کیا خدا کو معلوم نہیں تھا کہ دوسرے لوگ جو عربی نہیں
جانتے۔ وہ بھی عربوں کا ہی اعتراض پیش کریں گے (حکم مجددہ، ص ۳۴)

۱۱۳ بابو صاحب! ہر کلام کا مطلب اس کے علم سے پوچھا جائے!
۱۱۴ لہذا قرآن شریف کے مخاطب سب لوگ ہیں۔ چنانچہ

ارشاد ہے:

مَا تَدْرُسُونَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (بلد، ۳)

یعنی ہم تم کو اس لئے بھیجو (لے نبی) تمام لوگوں کے لئے راہنما کر کے بھیجا ہے۔

مگر جو کہ عرب کے لوگ ان سب سے اول طبقہ میں تھے اور سب سے

مقدم حق رکھتے تھے۔ پھر انہی کے ذریعہ تمام لوگوں کو قرآن پہنچایا جاتا تھا۔ اس لئے

فرمایا کہ

وَأَنْتَ لَنْ تَلْمِزَهُمْ قَوْلًا نَّذِيرًا نُنَاقِلُهُمْ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

یعنی ہم (خدا) نے قرآن کو عربی زبان میں ایسے ہی نقل کیا ہے۔ کہ تم اے عرب کے

لوگو! اسے سمجھو!

دور کیوں جاتے ہو۔ اپنی میں مثال نہ۔ دیانت رچی نے اس زبان میں کتابیں لکھیں۔ جو وہ جانتے تھے۔ حالانکہ ان کے مخاطب تمام دنیا کے لوگ ہیں قرآن اور بائبل کا (بزرگم خود) رد کیا۔ تو ناگہری میں۔ حالانکہ ان دونوں کتابوں کے مانتے والے ناگہری حقدور جانتے ہیں۔ اس کا حساب ہی کیا۔ یہ زبان کی کتابوں کا اور یہ سماج نے سب سے پہلے ترجمہ کیا۔ تو بلاشبہ کی عام زبان اور دین کی زبان کیوں سب سے پہلے ترکی روسی جیٹھی۔ فرینچ وغیرہ زبانوں میں نہ کیا؟ اسی لئے نہیں کیا۔ کہ پہلے وہ لوگ تو سماجی جی کا مطلب سمجھ لیں۔ جن میں خود سماجی جی پیدا ہوئے۔ جن کو وہ سمجھانے کے لیے تھے۔ پس یہی وجہ قرآن کے عربی میں آٹنے کی تھی۔ چنانچہ قرآن شریف خود بتاتا ہے۔ جن آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہو۔ وہ بھی تو یہی مضمون ادا کرتی ہی۔ غور سے سنو!

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَقَدْ اُتُوا بِالْحَقِّ الْاَلْهَامِ (سورہ بقرہ)

یعنی اگر ہم (خدا) قرآن کو عجمی (عرب کے سوا کسی اور) زبان میں نازل کرتے تو عرب کے لوگ کہتے کہ یہ کبھی ہوا ہے کہ کلام عجمی اور مخاطب عربی؟

کون اسے سمجھے اور کون اسپر کل کرو۔ اور کون اسے لوگوں میں پھیلاوے؟ بلکہ وہ یہ بھی کہتے کہ یہ تو ایسا ماجری ہے۔ کہ سماجی دیانت جی کی تصنیف کا ترجمہ اردو میں تو بجا نہیں مگر روسی اور ترکی زبان میں کیا جاوے۔ ایچہ بولجی ست۔

آرہیم ۱۱۳ | قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے کلمات تبدیل نہیں ہو سکتے اگر کلمات سے مراد ہم قانون قدرت لیں۔ یہ ہم دیکھتے ہیں

کہ قرآن کس قدر قانون قدرت کے خلاف باتوں اور لغویات سے بھر ابراہیم کے کلمات کے معنی محض باتوں یا اختوں کے ہیں۔ تو یہی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایک آیت تبدیل کر دو سری آیت نازل کی گئی ہو (انعام - ۱۱۳)

مسلک ۱۱۳ | نائے کیسا ظالم ہے۔ جو مستحکم کا مطلب نہ سمجھو (دیا چستیا، تہذیب)

بابو صاحب! آپ کا کیا ہرج تھا۔ کہ آپ قرآن شریف کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے۔ پھر آپ کا اختیار تھا۔ آریہ نہیں دہریہ ہو جاتے۔ بلا سے۔ مگر قرآن شریف کے مضامین پر تو کامل عبور آپ کو ہوتا۔ سینے ۱۰ کلمات اللہ سے مراد ہیں معنومات اللہ یعنی خدا تعالیٰ نے جس چیز کو جس اندازہ پر جانا ہوا ہے۔ اس سے کم و بیش نہیں ہو سکتی۔ اپنی باوا کے دستخط چاہو۔ تو ستیا رتھ ص ۲۸۲ کو ملاحظہ کرو۔ قانون قدرت وغیرہ باتوں کا جواب پہلے کسی دفعہ آپکا۔ نسخ کے متعلق تفسیر ثنائی جلد اول یا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ فی من الکبیر مطالعہ کرو۔ پھر دیکھاؤ۔ کہ قرآن شریف میں کتنی آیتیں مشخ ہیں اور کیوں ہیں؟

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اے محمد لوگوں کو جو کافر ہیں کہہ دو۔ کہ وہ اور ان کے معبود قرآن جیسی کتاب بنا لائیں۔ اگر وہ سچے

آرہ ۱۱۲

ہیں۔ اور تحقیق وہ نہیں بنا سکیں گے۔ پس وہ دوزخ میں ڈالے جاویں گے۔ حاضرین! کیا کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کی یہ کوئی دلیل ہو۔ کہ اس کا ثانی کوئی نہیں بنا سکتا۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہی بات ہو۔ تو شاید شکسپر کے تمام نانگ اور مکالمے کے مضامین جو اپنی طرز میں بالکل نرال ہیں۔ سب منجانب اللہ ہی سمجھنے چاہئیں اور اسی طرح ایک شیرخوار بچے کی اوٹ پٹانگ بات جیت بھی کہ جس کی نقل کوئی نہیں کر سکتا۔ منجانب اللہ ہی ہونی چاہئے۔ کیا اگر کوئی آدمی جیل اور کونوں کی طرح کاٹیں کھائیں۔ یا بندر کی طرح چرے۔ یا چڑیوں کی طرح چوں چوں نہیں کر سکتا۔ تو اس کے معنی ہونگو۔ کہ بندر کو تو اور چڑیاں سب خدا کی بولی بول رہی ہیں۔ سلطان نہیں۔ اس بات کو نظر انداز کر کے اگر یہ کہا جاوے۔ کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کی کیا تعریف ہے۔ کیا یہ کہ ایک قصہ کو سینکڑوں دفعہ بار بار دہرایا جاوے۔ اور ایک ہی مضمون کو بار بار دہرایا جاوے۔ اور ایک ہی فقرے کو کڑے کڑے لکھا جاوے اور بکری کا ہڈی ٹک دیکر شیر۔ بھیرلوں وغیرہ کا حال لکھا یا جاوے۔ شہد کی سبھی پر مضمون ہے وقت بابا آدم وغیرہ کو قصے سنا دینا ہائیں۔

منہ ۱۱۲
مسئلہ ۱۱۲

باوجود صاحب! کیا ضرورت تھی؟ کہ آپ پوری ایک سو سو لہ سال کرتے۔ صرف ۱۶ ہی کرتے۔ مگر معقول کر سکتے۔ مطلب تو

یہ ہے۔ کہ عرب کے لوگ جو اپنی زبان دانی کے زعم میں دوسری قوموں کو گنجلے اپنی گونگے جانتے تھے۔ نظم و نشر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ ان کے سامنے ایک ایسے شخص نے دعویٰ کیا۔ جس کو اُمّی دان پڑھا کہتے تھے۔ کہ میں یہ کلام الہامی کہتا ہوں۔ اور دعویٰ کرتا ہوں۔ کہ یہ ہمیشہ فصیح و بلیغ ہے۔ اگر تم میرے الہام کے دعویٰ کو نہیں مانتے۔ تو یہی ایک دلیل فیصلہ کن ہے۔ کہ اس کلام حبیبی کلام بنا لاؤ۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ کہہ رہی نہ لاسکو گے۔ گو تم تمام ایک دوسرے کے مدگار بن جاؤ، پس آپ ہی بتلاویں؟ ایک زبان دان قوم کے سامنے جو اپنی زبان دانی میں کامل مہارت رکھتی ہو۔ یہ دعویٰ کرنا اور پھر ان کو خاموش کر دینا اپنی دعویٰ کی تصدیق کر دینا نہیں تو کیا ہے؟ اس پر آپ نے جن لوگوں کے نام لٹے ہیں۔ انہوں نے بے مثل ہونیکا کوئی دعویٰ نہیں کیا۔ نہ اہل زبان نے ان کو کلام کو الیائٹیل مانا ہے۔ کہ باوجود لکھنے کے یہی کوئی نہ بنا سکے۔ اب ایک اختیار ہے کہ کہ کوئی کی طرح کاٹیں کاٹیں کریں۔ یا گدھوں اور گھوڑوں کی مہنہ نائیں۔ کون منع کرتا ہے؟ بے سمجھی سے ایسی باتیں لہی کرتی ہیں۔ فصاحت۔ بلاغت کے

سہ ہمارے زمانہ کے روشن دماغ مرعنا۔ مادیاتی ہی بے مثل عربی لکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب کہی کوئی تحریر الہی نکالتے ہیں تو اسکو ایک وقت سے تنقید کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود اس معجزہ پر یقین نہیں۔ مگر قرآن شریف نے کسی خاص وقت تک یہ دوسری کیا (طبع اول) اس کا جواب قادیانی مصنف نے دیا ہے کہ مرزا حماد اسلمی اپنی معجزی کو قرآن کی طرح غیر خود نہیں کرتے۔ کہ انہو آنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر ہی پسند نہیں کرتے۔

(نور الدین ص ۲۳)

بہت خوب! ہم نے یہی کہہ دیا تھا۔ کہ مرزا جی کا دعویٰ قرآنی دعویٰ کے برابری
حیو نسبت خاک را با عالم پاک

سمنے آپکو معلوم نہ تھے۔ تو کس نے کہا تھا۔ کہ ایسی جلدی قرآن شریف پر معترض ہو
تعجب ہے آپ مدرس ہو کر ایسی بھکی بھکی باتیں کہتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ
ایک ہی سوال پر متعدد طلباء، جواب مضمون لکھتے ہیں۔ مگر ان میں ایک دم ہی قابل تریف
ہوتے ہیں۔ ایک ہی قصے کو بار بار ایک کو اسی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔
جو ہم عوام میں مبتلا آ رہے ہیں۔ دوئم آپ جیسے معترض یہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ اس
جیسا کلام کیونکر رادیں۔ اگر لجینہ دینا ہی ہو۔ تو مسلمان کہیں گے۔ کہ یہ تو قرآن کی سورت
ہے اور اگر اسکے خلاف ہو۔ تو مثل نہ مانیں گے۔ ان کو بتلا کر کیلئے ایک ہی قبضہ۔
کو مختلف پیراؤں میں بتلایا ہو کہ تم بھی اسی طرح قرآن شریف کی کسی قصے کو کسی واسطہ
سے بیان کر دو۔ پھر کلام کی صفائی اور فصاحت اور بلاغت اہل زبان خود ہی
جانچ لینگے۔ اب آپ کا اختیار ہو کہ بقاعدہ متناسخ جس جن (قالب) کو پسند کریں
ان کی زبان بولیں۔ بندر کی طرح چرچ کریں۔ یا چٹیلوں کی طرح چوں چوں۔ یہ سب
بے سمجھی کی دلیل ہے۔

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ احو رسول تو لوگوں کو سناؤ کہ اگر
قرآن خدا کی طرف سے نہ جوتا۔ تو اس کی باتوں میں اختلاف

۱۱۵
آرٹیکل نمبر

پایا جاتا۔ لیکن سوچو! کتنے کا دم بہرنا۔ مگر پہر ہی سچے دن میں زمین و آسمان کا
بنانا۔ ماں اور باپ کے لطف سے انسانی پیدائش کی تعلیم مگر آدم کو بغیر باپ
کے اور حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرنا۔ تبارک و تعالیٰ (خدا) کو
توانیں بدل نہیں سکتے! کا دم ہارنا۔ مگر پہر ہی لاطیعوں کے سامنے بنانا۔ اور پیغمبر
میں سے اونٹوں کا پیدا کرنا۔ خدا کا قدوس ہونا۔ مگر پہر ہی اس کا سکار اور نفی
لٹا کا۔ گمراہ کنندہ۔ خالق شریعت و خیر و غیرہ باتیں کس قدر مختلف ہیں۔
(تبارک - ۸۲)

سخن شناس نہ دلبرِ اخلاص
ان سب باتوں کے جوابات پہلے ہو چکے ہیں۔ ہاں صرف

مسلمان

قرآن شریف کی آیت کے معنی بتلائے ہیں۔ پس سنئے! قرآن شریف بھی آیتِ نور مکہ تہجیران یہ آیت ہو۔ جسکا آپ نے حوالہ دیا۔ وہاں منافقوں کا ذکر ہے۔ اور منافقوں (یعنی ان لوگوں کے جو ظاہر تو مسلمان بنتے۔ مگر دل سے کافر ہو تو تھے) کے حنفیہ راز عموماً قرآن شریف میں بتلاؤ جاتے تھے۔ جو بالکل حرفِ بحرف سچ ہو تو۔ ان حالات کی نسبت خدا فرماتا ہو۔ یس سنو!

وَلْيُرَ كُنْ طَاعَةً فَإِنَّا بَرَزْنَا مِنْ عِندِ الْكَافِيَةِ طَاعَةً مِنْهُمْ غَيْرَ
يَقُولُ وَاللَّهِ يَكْتَبُ مَا يَكْتَبُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ كَفَىٰ بِاللَّهِ
وَكِيلًا أَلَمْ يَأْتِهِمُ الْقُرْآنُ وَلَوْ كُنْ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ

اِخْتَلَفْنَا كَثِيرًا (نفسه ۱۱)

یعنی منافق تمہارے سامنے آکر تو حضور حضور کہتے ہیں۔ اور اپنی تابعداری کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر جب تمہاری پاس سے الگ ہوتے ہیں۔ تو بہت سے لوگ ان سے اپنے ہی کہنے کے خلاف مشورہ کرتے ہیں۔ کیا یہ قرآن پرانکر نہیں کرتے اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور سے آیا ہوتا۔ تو ضرور اس میں اختلاف پاتے۔
یعنی ان کے زار کی خبریں جو قرآن میں بتلائی جاتی ہیں۔ جن کو یہ خود ہی جانتے ہیں۔ وہ کبھی تو غلط ہوتیں۔ حالانکہ ایک ہی غلط نہیں۔

یہی ہوتی ہیں ایک ہی غلط نہیں نکلتی۔

یاد رہے کہ قرآن تیس سال کا مجموعہ ہو۔ مگر جس انداز سے پیغمبر خدا ﷺ شروع سے زہد اور توحید وغیرہ کی تعلیم شروع کی۔ اخیر عمر تک اسی انداز پر ہی مالاٹک تیس سال کی عمر ایک برلج صدی ہو۔ جیسے انسان کے کئی طرح سو خیالات بدلتے ہیں خود آنحضرت ایک غریبی کس پر ہی کی تکلیف سے شہنشاہی ریاست حکومت تک پہنچے ہو مگر تعلیم ہی انہما سے تھی۔ ویسی ہی رہی۔

یا یہ معنی کہ عموماً شعر اور خطیبی کی حالت ہوتی تھی کہ بعض مضمونوں میں تو

اعلیٰ درجہ کے گویا ہوتے ہیں۔ لیکن دوسروں میں ایسے نہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر امر القیس کو شراب۔ کباب۔ لغیش کا مضمون باندھنی میں لکھ دیا۔ درجہ کی دسترس تھی۔ مگر مرثیہ گوئی وغیرہ مضامین میں قافیہ تنگ ہو جاتا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس ہندوستان کے شعراء ذوق غالب وغیرہ کی یہی حالت تھی کہ ایک آدھ مضامین تو اعلیٰ درجہ کی فصاحت کا اظہار کر سکتے تھے۔ مگر باقی مضامین میں فرق آ جاتا تھا۔ لیکن قرآن کی فصاحت ہے کہ قصص ہیں تو اعلیٰ درجہ کے فصیح احکام ہیں تو ان کے مساوی۔ کشال ہیں تو نہایت عالیشان خطبہ ہیں تو ویسے۔ پس آیت کا مطلب ہو۔ کہ اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کا پاس سے آیا ہوتا۔ تو ضرور اسکی فصاحت بلاغت میں فرق آ جاتا۔ کہیو عقل بڑی یادہ؟

المطلب قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ وہ لوگوں کے لئو ہدایت ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ خدا کی کلام۔ اور وہ بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ مگر اس میں معنوں اور بوجھارتوں کا کیا مطلب؟ اب تک بڑی بڑے مفسر اور فصیح البیان حتیٰ کہ خود رسول خدا کے اصحاب بھی زور لگا چکے۔ مگر قرآن کے حرف مقطع کا اصل مطلب کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر صحیح کو کہنا پڑا۔ کہ

بہ ایک بھید ہے۔ جسکو خدا ہی جانتا ہے۔ بھلا بتلائیے! بدائت تو لوگوں کے لئے۔ مگر بھید کن کے لئے۔ لکھے موسیٰ پڑ ہے خدا۔ اس کو علاوہ کتنی ہی آئیں ایسی ہیں۔ کہ جب تک آپ تفسیر اور حدیث لیکر نہ بیٹھیں۔ مگر یہ مارئیے لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آئیگا۔ مٹے کو نہ از خود ارے دیکھو۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيلِ

یعنی کیا کرنے نہیں دیکھا۔ کہ تیری خدا نے ماہی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبَدُ

یعنی تیری برتری کی قسم کہ جو شخص تیرے وغیرہ وغیرہ۔ نہراویں آئیں ہیں حدیث کو بر طرف کیجئے۔ تفسیر کو الگ رکھ دیجئے! اور پھر کوئی شخص بتاؤ۔ کہ اصحاب الفیل

اور اس کے ساتھ ہی ہے؟
مسئلہ اللہ اے ایک معجزہ تو اس سورت کی وجہ سے اس وقت ظاہر ہوا تھا۔ جب یہ نازل ہوئی تھی۔ یعنی

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ الْكِتَابَ فَخَلَّ لَوَيْدٌ وَالْجُحُودُ الرَّشَادُ لَكَ هُوَ الْأَبَسُ (سورہ کوثر)
 جب نازل ہوئی۔ تو آنحضرت کے حکم سے کہہ بشریف میں لکھا لی گئی کہ اسکو مقابل کلام نہ لادو۔ تو ایک فصیح اللسان شاعر نے دیکھا کہ اس کے نیچے لکھا ہے کہ
 مَا هَذَا قَوْلَ الْبَشَرِ

یعنی یہ آدمی کا کلام نہیں ہے۔
 ایک تو اس سورت کا یہ معجزہ تھا کہ مخالف نے صاف اقرار کیا کہ یہ کلام آدمی کا نہیں۔ مگر اس معجزہ سے اعلیٰ اور واضح معجزہ اسی سورت کے ذریعے سے خدائے اس بڑا نہیں بھی ظاہر کیا کہ بیچارہ ابو عبد الغفور بنی لکھے (مہر سہیل) باوجود ایسے دعوے ہمہ دانی کے اس سورت کا ترجمہ یوں کر تو ہیں کہ یہ تیری ہنسی کا قسم کہ وہ شخص انہر ہے یہ پہر اس پر اعتراض جاتی ہیں۔ سبحان اللہ کسی عربی شاعر نے کیا اچھا کیا ہے

وَإِذَا أَنْتَ مَدَّ مَتْنِي مِنْ نَاقِصٍ ۖ فِيهِ الشَّهَادَةُ بِي بَاقِي كَاصِلٍ
 یعنی جب ناقص سمجھ کے لوگ میری مذمت اور ہجو کریں۔ تو بس یہی تو میرا کمال کی دلیل آئیے لے سمجھا کہ اس سورت میں جو شائد لکھا ہو اس کو منہ شان کے ہیں اسی طرح ایک نطقی مولوی سے کسی علمی آدمی نے اس سورت کے معنی پوچھے مگر خیریت سے انہوں نے یہی حمد اللہ و حمد را کے سوا قرآن کو کبھی چھو اتک نہ تھا۔ ان کی بات سے مگر چونکہ عام میں مولوی کے نام سے مشہور ترجمہ بتانے سے انکار بھی نہ کر سکے آخر کہا تو یہ کہا کہ

شان سے شان پر ایک سے مراد ۖ اسکو گرا تر کہیں ہو و نسلو
 سماجیہ استوائت کو معنی یہ ہیں۔ "بیشک تیرا دشمن ہی چھپا کٹا ہے"

سچ پوچھو تو آپ جیسے معلم و فضل کے ہی سے الیا ترجمہ ہوتا ہی اس آیت کا ثبوت ہے۔ کیونکہ آپ ہی تو اس وقت سید الانبیاء کے سابقہ دشمنوں سے کم نہیں ہیں ضرور تھا۔ کہ آپ ہی اس ذلت اور خواری سے حصہ لیتے جس ذلت کی اس آیت میں ان کے لئے خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس ترجمہ نے آپ کی علی پر وہ درمی کر کے زینہ معجزہ دکھایا۔ **قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ**

یعنی (اے نبی) جو لوگ تجھ سے عداوت کر رہے ہیں۔ تیرے دین کی اشاعت میں حارح ہوتے ہیں اور تیری تبلیغ کو طیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ البتہ طیامیٹ ہو جائیں گے۔ کہ ان کا نام ہی کوئی نہ لیکھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ **مَا لَمْ يَشْكُرُوا اللَّهَ** قرآن شریف کے مضامین کا سمجھنا نہ تو حدیث پر موقوف ہو اور نہ ہی کسی مفسر کے قول پر۔ اعتبار نہ ہو۔ تو ہماری تفسیر **تفسير القرآن** بکلام **الرحمن** ملاحظہ کرو۔ البتہ جیسا کسی واضح مضمون کا سمجھنا بھی اور کلام کی تفسیر سے ہوتا ہے اسی قدر قرآن کو بھی کسی حدیث یا تفسیر کی ضرورت ہے۔ ہاں ایسے واقعات جو بوجہ مشہور اور زبان ہوئے اہل زبان کے اشارتاً بتلائے گئے ہوں۔ ان واقعات کی تحقیق کتب حدیث یا تواریخ سے ہو سکتی ہے مثلاً عرب میں عموماً اور کہ شریف میں خصوصاً قیل (ناہی) کا فقہ مشہور تھا۔ کہ ایک زمانہ میں یمن کے حاکم نے ہاتھیوں کے ساتھ کہ بچلہ کیا تھا جس میں ناکام رہا تھا۔ اُس مشہور قصے کی طرف اشارتاً کیا ہے کہ:-

أَكْثَرُ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ يَا صَحَابَ الْفَيْلِ (ذیل)

یعنی تم نے نہیں دیکھا کہ ہمارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا تھا ان کو ناکام کیا۔ برباد کیا۔ وغیرہ

اس سے قرآن شریف کا اجمال یا اہمال تو کیا بلکہ نہایت کمال معلوم ہوتا ہے کہ مشہور قصے کو جو ہر ایک کی زبان پر جاری تھا۔ اشارتاً بتلا کر اصل مطلب پر واضح غفلوں میں لالچ دی۔ کلام میں نقص یا اہمال تو ہوتا ہے۔ کہ اُس کا مطلب ذہن نشین نہ ہو سکو۔ یہ نہیں کہ کسی مشہور قصے کی طرف بالاجمال اشارہ ہو۔ تو کلام میں نقص

آئے۔ ایسا کہتے والوں کو ذوق صحیح حاصل کرنا چاہئے۔ رویدوں میں تو ایسا اجمال بلکہ ابہمال ہے کہ شاید ہی کسی کتاب میں ہو۔ کسی مشہور قسٹے کی تو ان کو حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ بقول آریہ سماج ان کی عمر تو خدا کی عمر کے برابر ہو۔ پھر ان میں قسٹے اور قسٹوں کے اشاری کہاں؟ بلکہ نفس مضمون میں خرابی اور نقص ہیں۔

سچا جیو! اعتبار نہو۔ تو سنو! ایشور پوچھتا ہے:-

یہ سارے بیاہی ہوئے مرد و عورتو! تم دلدل دانستہ کہاں بٹھرتی ہو؟ اور دل کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمہارا وطن کہاں ہے؟

(دگو یہ اشتہک مراد ہوا۔ درل انتر)

مضمون اس منتر کا توصاف ہو کہ مشکل کسی گھر کے خاندان بیوی سے ان باتوں کا سوال کرتا ہے۔ مگر آریہ سماج یہ نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے ایشور کی بے علمی ثابت ہوتی ہو۔ اس لٹو کہ ان کے نزدیک تو یہ کلام پریشور کا ہو۔ پس جو معنی سماج بتلا دے۔ اور بابو صاحب اسے پسند کریں۔ اس کی تشریح اسی منتر سے بتلا دیں۔ ورنہ انکو ماننا پڑیگا۔ کہ وید یا کم سے کم یہ منتر خدا کا کلام نہیں۔ کیونکہ شرح نہیں۔ دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی طرح تمام دیروں کا حال ہے۔ کوئی صفحہ وید کا ایسا نہ ملے گا۔ جو کسی خاص مضمون کا پتہ بتلا سکے۔ دعویٰ کریں تو اسکو دلیل سے ہی ثابت کر دیں۔ کسی مضمون کو شرمع کر کے باقاعدہ انتہا تک پہنچا دیں۔

حروف مقطعات کی بابت بھی آپ نے معمولی واعظوں سے سن سنا کر قرآن شریف پر اعتراضات جھاڑ دی ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کی معتبر تفاسیر دیکھتے۔ محقق علماء کے اقوال غور سے پڑھتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ تحقیقی بات یہی ہے۔ کہ قرآن شریف کا کوئی لفظ ہی ایسا نہیں کہ جن کے معنی ہم نہ جانتے ہوں۔ نہ جانتے ہیں۔ مگر مراتب مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو چھٹی صدی ہجری میں ایک بڑی بائے کے محدث اور امام گذری ہیں۔ اپنی کتاب شرح حدیث الشریعہ میں ایک عام قاعدہ لکھتے ہیں۔ جو ایسے تمام مسائل کو حاوی ہو آپ فرماتے ہیں:

فل یحیل لسلہ ان یقول ان نبی علی بن عبد الوہاب کان یزید
معنی بدستور و سابقہ من الزمان و لا بد دیش بل کان یکتبہ لفظ

الایروا معانیہ

یعنی کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ یہ کہی کہ آنحضرتؐ جو ہمارے امیں اور پیشوا ہو چکا
تھے۔ ان کے معنی نہیں سمجھتے تھے۔ بدایہ ایسے ان خطبات کو تھے جن کو سننے نہ چاہتے تھے
ایسا ہی امام نووی جو فن حدیث میں ایک جرسہ پلے کے محدث گذری
ہیں۔ فرماتے ہیں۔

یبعث ان یخاطب اللہ عبادہ بہد لاسبیل لاحد من الخلق الی امر فتنہ

(التقان بحث مشاہدات)

یعنی یہ خیال صحت سے بہت دور ہو کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کلام پر
مخاطب کرے جسے کوئی بھی نہ سمجھ سکے۔

ان دونوں بزرگوں کے کلام سے ایک عامہ اصول ثابت ہوتا ہے۔ کہ علماء
علیٰ قدر المراتب تمام قرآن کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی حصہ یا جملہ یا لفظ ایسا نہیں کہ
علماء میں سے کوئی بھی اسے نہ سمجھ سکے۔ اسی لئے حدیثی مقطعات کو معنی تفسیر
التقان میں صحابہ کرام سے نقل کئے ہیں۔ جو بالو صاحب کی نظر سے نہیں گذری
اگر عربی میں نہیں گذری۔ تو ہمارے تفسیر ثنائی اردو میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

الحمد للہ کہ آریوں کے جملہ سادات سے جو سوامی دیا تدا اور بالو
عبد الغفور (دہر سپال نوآریہ) نے قرآن شریف پر لکھے تھے۔ کچھ ہم فایغ ہوتے
ہیں۔ ہم اس پر کھنکھاتے ہیں۔ کہ ہمارے سماجی دوست جی کھول کر اپنے مشاہدات پیش کر
جوابات لیا کریں گے

راہ بران کو تو لے آؤ ہیں ہم باتوں میں

اور کھنکھایاویں گے دوچار ملا تا توں میں

خدا کے فضل سے اس سال کہ ہمیشہ مخالفین سے مقابلہ رہے کہ ایک زمانہ

میں جبکہ اسلام میں سبب پر تھا۔ لیکن ان کے فلسفے سے اس کویت بڑھتا۔
 تو غلامانِ فتحیابی اسی کو کہتی ہے۔ اس سے بعد ہر زمانہ میں اسلام کو کفر سے
 مقابلہ رہا اور خدا کے فضل سے فتحیاب رہا۔ ان بیرونی شہادت سے قطع نظر
 قرآن شریف پر نظر ڈالیں۔ تو وہ خود بھی ایک مناظرہ کی اعلیٰ درجہ کی کتاب
 معلوم ہوتی ہے۔ کہیں مشرکوں سے مقابلہ ہے تو کہیں مسیاحوں سے۔
 کہیں یہودیوں سے کہیں عیسویوں سے۔ کہیں دہریوں سے ہے۔ تو
 کہیں آریہوں سے۔ غرض ہر ایک مخالف فریق سے روئے سخن ہوا اور نہایت ہی
 سٹائلی اور کمال سے ہے۔ پس قرآن شریف کے واقعوں کی نظروں میں تو
 اس قسم کے اعتراضات نئے اور اچھی بات نہیں ہیں۔ البتہ جن کی کتاب خاموش
 اور ساکت مریدوں اور عقیدوں کا منہ نہ تکتی ہو۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہنس کوئی نیک کام
 کیلئے ہے۔

اللہ بآل نے ترک اسلام کے دیا چہ میں بھی کئی ایک اعتراضات کئے ہیں۔
 مگر کہنے ان سے تعرض نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان اعتراضات پر کوئی حوالہ نہیں
 بلکہ محض اپنے دل کا غلبہ ہے۔ اور انہی ایک سو پندرہ سوالات پر وہ خیالات متفرع
 ہیں۔ پس ان کے جوابات سے وہ خیالات فاسد بھی نہ بن سکتے ہیں۔
 علاوہ ازیں کہ آئینہ مضمون قرآن شریف کی خصوصیات یا کے آگے ایسے
 خیالات و اہیات تو ہوا، مشوراً ہو کر آگے جائینگے۔

اب ہم بطور مضمیمہ قرآن شریف کی خصوصیات بتلاؤ ہیں۔ جن سے معلوم
 ہو سکے گا کہ قرآن میں خاص خوبی کیا ہے؟ جو اور کتابوں میں نہیں۔
 پس ناظرین توجہ سے دیکھیں :

قرآن شریف کی خصوصیات

قرآن شریف کی خصوصیات کا بیان کرنا گویا سمندر کو لہٹوں سے ناپنا ہے۔ ہر ایک بات میں قرآن کی زالی و دلیلی ہر ایک مضمون میں زلالہ و مہنگ ہر ایک امر میں زالی و چال۔ مگر ہم اس رسالہ میں مختصر مختصر مضمون بیان کریں گے تاکہ ہمارے ناظرین کو جو مدت سے اس کتاب کو پڑھنے میں وقت لگا رہے ہیں ملال طبع نہ ہو۔

جتنے امور ضروریہ اور مسائل لائبیہ الہامی کتاب کو لئے ضروری ہیں۔ خدا کو فضل سے قرآن شریف ان سب پر حاوی اور شامل ہو۔

الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود الہام کی مدعی ہو۔ بعد اس دعویٰ کے اسکا بیان نجات کے تمام شعبوں اور مسائل پر حاوی ہو۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات کا نبوت کامل رکھتی ہو۔ اخلاقی اور تمدنی مسائل کے علاوہ ضروری بات یہ ہو۔ کہ نجات کا طریق بتلائی ہو۔ کہ ان کاموں کے کرنے سے بندوں کی نجات ہوگی۔ اور ان کے کرنے سے نہیں ہوگی۔ پس ان جملہ مراتب کا بیان ہم قرآن شریف سے بتلاتے ہیں۔ گوہیت ہی اختصار ہے۔ جن اصحاب نے تفصیل دیکھنا ہو۔ وہ میری کتاب تقابل ثلاثہ ملاحظہ کریں +

دعویٰ الہام

اس مضمون کے ادا کرنے میں قرآن شریف کا ایسا واضح طریقہ ہے کہ کسی کو شک ہی نہ ہو۔ دو طرح سے قرآن شریف نے اپنے الہام کا ذکر کیا ہے۔ ایک توصیف اور میرج الفاظ میں کہ میں الہام اور وحی الہی ہوں دوئم طریق کلام سے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کا مکمل حضرت احمد مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ ﷺ زاد مدحی - علیہ السلام نہیں بلکہ وہ مخاطب اور مامور ہیں۔ چنانچہ دونوں طریقوں کا ثبوت آیات مندرجہ ذیل سے ہوتا ہے۔

داؤد محمد علیہ السلام تو ان مشرکوں سے بڑھ کر آسمان و زمین کی چیزوں کا مالک کون ہے؟ تو خود ہی کہہ۔ اللہ ہی ان سب کا مالک ہے۔ اس نے اپنی نفس پر واجب کر رکھا کہ مخلوق پر ہر طرح رحم کرے یعنی اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا یہی تقاضا ہے، تو کہہ کیا میں اللہ کے سوا اوروں کو متولی سمجھوں؟ جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور جو سب کو کھانا کھاتا یعنی پرورش کرتا ہے اور جسے کوئی نہیں کھاتا۔ تو کہہ میں اس بات کا موم ہوں کہ موجودہ اس میں سب سے پہلے خدا کو فرمانبردار ہوں اور تجھ سخت مانعت لگائی ہے کہ مشرکوں سے متنبہ۔ تو کہہ اگر میں بے فرائی کروں تو بھی بڑی جان کو خدا سے خوف ہے تو کہہ مثلا کس چیز کی شہادت سب سے زیادہ مستحب ہے تو کہہ میں خود ہی بتاتا ہوں اللہ ہی میرے اور تمہاری دیرینہ گواہ ہے یعنی خدا شاہد ہے کہ میری طرف سے قرآن اہم پہلے ہے کہ میں تم کو اور جن کو یہ قرآن پہنچو خدا کے عذاب سے ڈراؤں۔ کیا تم بلا مشرکوں خدا لکھی گواہی دے سکتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ جو حقیقی معبود ہے اس کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ تو کہہ میں توہم گزار اس غلط امر پر گواہی نہ دے سکتا۔ تو کہہ کہ اللہ یعنی حقیقی معبود تو ایک ہی اور میں تو تمہاری مشرک اور معبود کوئی سے بیزار ہوں۔ تو کہہ تمہارے تو اگر اللہ کا عذاب یا قیامت کا گھبراہٹ تمہارے تو کیا تم اللہ کے سوا اور مصنوعی معبودوں کو پکارو گے۔ اگر تم پہنچو کہ یہ تمہاری مسجد کا تعمیر شدہ تقدس ان رکھتے ہیں، نہیں۔ بلکہ تم صرف خدا ہی کو پکارو گے۔

قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
اَلْاَرْضِ مَلٰئِكَةُ مُتَوٰ
نِّسٍ اِلٰی حِمْۡۃٍ قُلْ اَعٰیذُ
اَسْتَخِرُ وَاِلٰہَا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَہُمۡ یَعْلَمُوْنَ وَکَا
یُلٰکُمۡ کُلُّ نَفۡسٍ اِلٰی رُبُّہِۃِ اَنۡ
اَوۡکَلۡتَ اَزۡلَ مِّنۡ اَسۡمَآءِ
وَلَا تَکُوۡنُ فِیۡنَ الْمَشۡرِکِیۡنَ قُلْ
اِنۡ اَخَافُ اِنۡ عَصِیۡتُ رُبَّیْ
عَذَابِہِۃِ عَلٰی عَلٰی عَلٰی
اَنْۢ یَّہۡدِیۡہَاۤ اِلَآہَ قُلِ اللّٰہُ یُعِیۡدُ
یَعۡیۡیۡ ذٰلِکَ لَکُمۡ فَاَدۡخُلُوۡا فِیۡہَا
اَللّٰہُ لَا یُہۡدِیۡ قَوۡمَۃً یَّہۡدِیۡہُمۡ بَلٰکُمۡ
اِنۡ لَّکُمۡ شُرَکَآءُ فَاَنۡ تَعٰوۡذُ
اِلَیۡہِۃِ اٰخَرٰی قُلْ لَا اَشۡہَدُ
تَعٰوۡذَہُۃً وَاِلٰہَ اٰخَرِیۡۃً فَرٰیقِ
بَیۡنَیۡ وَبَیۡنَہُمَا فَرٰقٌ عَظِیۡمٌ
اِنۡ اَنَا کَرۡہَاۤ اِلَآہَ اِلَآ اَوۡ اَشۡہَدُ
اَلۡاَسَۃُ اَنۡ یَّہۡدِیۡہُمَا رُبُّہُمَا
اَلۡاَسَۃُ اَنۡ یَّہۡدِیۡہُمَا رُبُّہُمَا

اَلۡاَسَۃُ اَنۡ یَّہۡدِیۡہُمَا رُبُّہُمَا

لَا يَتْلُوهُ إِلَّا يَتَفَكَّرُونَ فِي آيَاتِهِ
نَحْلَةً مَّقْبُورَاتٍ وَجَنَّتْ مَوَاصِبُ
ذُرِّيَعٍ وَخُفِّلَ صَوَائِرُ غَيْرِ صُنَائِبِ
بِسُورَةِ بَارِئٍ وَفُضِّلَ بَعْضُهَا عَلَى الْبَعْضِ
فِي أَهْلِ كَيْسٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّعَلَّكُمْ
يَعْقِلُونَ - (سورة اعد ۸۰)

کے لئے اس بیان میں بہت سے دلائل ہیں اور دیکھو کہ زمین
میں مختلف قسم کی کھوپے قریب قریب ہیں اور انکھوروں کے
بارغ اور مختلف قسم کی کھیتی اور کھجوریں ایک تنہ والی اور
مختلف تنوں والیں جو ایک ہی پانی سے سیراب کی جاتی ہیں۔
دگر مزہ انکا مختلف ہوتا ہے کیونکہ ہم بعض کو بعض پر فروغ
میں برتری اور فضیلت دیتے ہیں بیشک اس امر میں عقل مندوں
کے لئے بہت سے نشان ہیں جو جانتے ہیں کہ کوئی فعل بغیر فاعل کے نہیں ہو سکتا،

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ طِينَةٍ فَآذًا هَوًى
خَصَّصَ لَكُمُ مِّنْهَا مَا تَشَاءُونَ الْكُفْرُ
فِيهَا دَنَسٌ وَخِصْبٌ لَّكُم مَّا تَكُونُونَ وَ
تَكْمُلُ فِيهَا أَعْمَالُكُمْ تَرْتَجُونَ وَرَحِمَنُ
نُّسْرُوحَتٍ وَبِغُلِّ أَنْفَالِكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَّكُمْ
تَكُونُونَ الْغَنِيُّ الْإِنْفِصَالُ الْفُتُورُ
مَرْبُوحٌ لَّكُمْ دُونَ رَحِيمٍ وَالْحَالِ ي
الْبَعَالُ وَالْمُحِبَّةُ لَكُمْ كُفْرٌ هَا وَزَيْنَةُ
يَخْلُقُ يَأْكُلُ تَكْمُلُونَ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَ
مِنْهُ نَجِيٌّ فَاذْكُرُوا لَكُمْ مَنَاسِكَتُكُمْ
الْقُرْآنُ وَفِيهِ الْيَقِينُ وَالْغَيْثُ وَالْغَنَابُ

خدا نے انسان کو مٹی کے قطرے سے پیدا کیا مگر وہ تو سانس
صیرج مخالف بن بیٹھا ہے (خدا ہی کو جواب دیتا ہے اسکی
خدا ہی سے انکار کرتا ہے) چار پاؤں کو اسی نے پیدا کیا۔
تہا روئے اُن میں سردی دفع کرنے کے لئے لگ گئی حاصل کرنے
کے لئے اسباب ہیں اور کئی ایک منافع اور انہی میں سے تم
کھاتے ہی ہو۔ اور اُن پوشیوں کی وجہ سے تمہاری عمر تہی
کہ بڑی شان و تم انکو لاتے ہو اور چرگاہ تک لیجاتے ہو اور
وہ تمہارے لئے دور دور ملکوں تک اٹھا کر لیجاتے ہیں
کہ تم خدا اٹھا کر لیجاؤ تو سخت تکلیف اٹھاؤ۔ بیشک تمہارا بڑا
بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اسی نے گھڑی اور
نچر اور گہری پیدا کئے ہیں تاکہ تم اس پر سواری کرو اور تمہاری نیند
ہوں اور ابھی آئندہ کو تمہاری سواری کے لئے ایسی چیزیں بھی

پیدا کرے گا جو اس وقت تم نہیں جانتے (یعنی ریل جہاز۔ آگسٹ وغیرہ) وہی تمہارا حقیقی مبدو ہے جو بادلوں
سے پانی اتارتا ہے اسی میں سے تم پیتے ہو اور اسی سے تمہاری کھیتی اور درخت ہوتے ہیں جو تم اپنے
موشیروں کو چرتے ہو اور خوب بھی کھاتے ہیں اسی بادش کے ساتھ وہ تمہاری لئے مختلف قسم کے کھیت
پیدا کرتا ہے اور دیوتوں۔ کھجوریں اور انکھور وغیرہ اور

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَإِنَّ إِلَهَهُ لَظُلُمٌ لَّيْلٌ
لَّعَلَّكُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكُمْ
الْأَنْهَارُ وَالْأَنْهَارُ وَالْأَنْهَارُ وَالْأَنْهَارُ
مُسْتَوًى ۚ يَوْمَ لَا يُفَعِّلُونَ ۚ

وَمَا ذَرَعَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا
أَلَا نَبَاتٌ فِي ذَلِكَ ۚ لَا يَفْقَهُمْ تِلْكَ الْآيَاتُ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْمُذَكِّرُ ۚ لَنَا كَلْبٌ أَهْلُهَا
ظُرِّيَّا ۚ وَتَسْتَفْتِي عِزًّا ۚ وَتَسْتَفْتِي عِزًّا
وَتَرَى الْفُلْكَ تَوَاجِدًا ۚ وَتَسْتَفْتِي عِزًّا
فَقِيلَ ۚ وَكَفَلَكُمْ تِلْكَ الْآيَاتُ ۚ وَتَسْتَفْتِي
الْأَرْضُ رَوَايَةً ۚ إِنَّ قَبْلَكُمْ لَكُنُوزًا
وَسَبُلًا لَّكُمُ الْفُلْكَ تَوَاجِدًا ۚ وَتَسْتَفْتِي
رَبِّ الْفُلْكِ ۚ هُمْ يَقْتَدُونَ ۚ وَتَسْتَفْتِي
يَحْيَىٰ كُنْ ۚ لَا يَفْقَهُمْ تِلْكَ الْآيَاتُ ۚ وَتَسْتَفْتِي
فَإِنَّ تَعْلَمَ مَا فِي بَنِي إِسْرَءِيلَ ۚ وَتَسْتَفْتِي
لَئِنْ لَّاتُ لَخَفَّتْ مُرْجُومًا ۚ

مشرکوں کے خیال میں یوں پیدا کرتا ہے بیشک اس مذکور بالا
بیان میں فکر کرنے والوں کے لئے بہت سے قدرت و نشان
ہیں۔ اسی تمہاری حقیقی معبود نے رات اور دن کو۔ سورج
اور چاند کو تمہاری کام میں لگا رکھا ہو۔ سیاری اور ستاری
سب اسی کے حکم سے جگڑ رہے ہیں بیشک اس نظام
فلکی میں عقلمندوں کے لئے بہت سے نشان اور دلائل ہیں۔
اور جو کچھ خدا نے زمین پر مختلف رنگ کی نباتات پیدا کی ہیں۔
فصیحت پانے والوں کے لئے ان میں بھی ثبوت ملتے ہیں۔ اسی
سچے معبود نے تمہارے لئے دریا بہائے ہیں تاکہ تم تر تازہ گوشت
دبھلیوں کا، کھاؤ اور زیورات مولیٰ جواہر نکالو جو تم پہنتے ہو اور تم
کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا میں جھیرتی ہوئی جاتی ہیں دیکھی اسکی
قدرت ہو کہ پانی کو اٹھانے کی طاقت دی ہو اور ٹکڑی کو پانی
کے اوپر اوپر تیرنے کی، تاکہ تم بذریعہ سفر بحری تجارت سے
اُس کا فضل تلاش کرو۔ اور شکر کرو۔ اسی سے زمین پر پہاڑ
پیدا کیے کہ بسبب ان کا اُتار و اُترا حرکت کے تم کو ریلے گرو اور دیوار
اور قدتی راستے اور نشان اُسی نے بنائے ہیں تاکہ تم راہ پاؤ
اور اسی نے ستاری بنا دی ہیں جن کے ذریعہ سے لوگ مسندوں

اور بیابانوں میں راہ پاتے ہیں دیمنون پیدائش کے متعلق بتلا کر مشرکوں کو انکی غلطی پر اطلاع دیتی ہے جو خدا کو
ساتھ اُتاروں کو شریک بناتے ہیں حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ ارشاد ہو کہ کیا جو پیدا کرو وہ پیدا
کرنے والا جیسا ہو؟ یعنی دنیا کی تمام چیزیں تو خدا نے بنائی ہیں پھر جس نے سب کچھ بنایا ہی اسکو ساتھ ان لوگوں
کو جنہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا کیوں برابر کرتے ہو؟ کیا تم ایسی مولیٰ اور فاعل غلطی بھی نہیں سمجھتے؟ اور سو!
اگر تم اللہ کے احسانات کو جو شروع پیدائش سے پھر ہوتے ہو میں گنتی لگو تو کبھی ننگن سکو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا
ہی بخشنے والا مہربان ہو جو تمہاری ایسی شرارتوں پر بھی تنکو جلدی مواخذہ نہیں کرتا۔ اس بیان کے بعد شرک کے

وَاللّٰهُ يَكْتُمُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ وَمَا تُعْلِنُونَ
اَلَا يَعْلَمُ لَوْلَا فَتْنَةُ رَبِّكَ لَفِى السَّجْدِ
شَيْءٌ مِّنْهُمْ مَّقْبُحَةٌ اَمْ اَنْتَ غَفِيْرٌ
اِجْتَاوْا وَمَا يَشْعُرُوْنَ اِيَّاكُمْ فَيُخَوِّفُوْنَ
اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ فَاخِذٌ فَاَلَمْ يَخْشَ اَلَا
يُؤْتِ حُكْمًا بِالْاٰخِرَةِ
ثَلَاثُ اَيَّامٍ مِّنْكُمْ
سَيُكْفَرُوْنَ

(سورہ شعلہ)

(۲۴)

اَمِنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاَنْتَ لَكُمُورِنَ السَّمٰوٰتِ مَا فَاَلْبَنَّا
بِرَحْمٰتِكَ ذٰلِكَ بِمَقْصِدِكَ مَا كَانَ
لَكُمْ اَنْ تَنْزِلَ سَآءَ سَآءَ اِلٰهٍ مِّنْ
اَللّٰهِ بَلْ كُفِّرُوْا عَنْ اَعْيُنِكُمْ
جَعَلَ الْاَعْيُنَ قَرَارًا وَجَعَلَ الْاَعْيُنَ
اَلْمَآرَا وَجَعَلَ الْاَعْيُنَ اَلْمَآرَا وَجَعَلَ
بَيْنَ الْاَعْيُنِ سَآءَ سَآءَ اِلٰهٍ مِّنْ
بَلْ كُفِّرُوْا عَنْ اَعْيُنِكُمْ اَمِنْ خَلْقِ
اَلْمَآرَا اَذَا وَجَعَلَ الْاَعْيُنَ
يَكْفُرُوْنَ سَآءَ سَآءَ اِلٰهٍ مِّنْ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ اَمِنْ خَلْقِ

ایک اور طرز سے سمجھایا جاتا ہے کہ خدا (اللہ) تو دنیا کی
سب چیزوں کا علم ہے جو کچھ چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو یہ
سب کچھ جانتا ہے مگر جن لوگوں کو اللہ کے ساتھ کسی اور شکر و انکار
جو وہ تو نہ کچھ پرانے کہہ سکتے ہیں بلکہ وہ خود اللہ ہی کی مخلوق ہیں جو
کے قابل ہیں ہمیشہ کی زندگی کے مالک نہیں دیکھو ان کی قدرت
کا حال ہو۔ ظلم کا حال یہ ہو کہ ان کو اپنے اٹھائے جانے کی وقت
بھی معلوم نہیں دیتے یہ ہے جو تم کو بتلایا جاتا ہے پس خود سے
سنو کہ تمہارا حقیقی معبود ایک ہی اور کوئی نہیں دوسرا کسا ساجھی
ہے نہ بیٹا، اس مضمون کو سید کو شکر مشرکوں کے دل پر گھڑاتے
ہیں اور وہ خود ان کے قبول کرنے سے تکرر کرتے ہیں۔
ایک مقام پر ارشاد ہے کہ کس سے آسمانوں اور زمین کو پیدا
کیا ہے اور کون تمہارے لئے بادلوں سے پانی اتارتا ہے۔ پھر
اس پانی سے بارش پڑے گی تاکہ جو سب کو درخت پیدا کرے گی تم
میں قدرت ہے اس ہی (اللہ) بتلاؤ تو کام جھٹا کر تاجو کیا کوئی
اور معبود ہے اللہ کے ساتھ جو؟ نہیں بلکہ یہی لوگ کجرو ہیں اللہ
بتلاؤ کہ اس نے زمین کو ڈالنا اور زمین حرکت سے ساکن بنایا ہے
اور اس میں دیا ہوا ہے اس میں اور زمین پر پہاڑ پیدا کیے اور دو
دیا اور یعنی کھارے اور میٹھو پانی میں کس نے پردہ کیا ہے کیا کوئی
اور میری اللہ کے ساتھ جو؟ نہیں بلکہ بہت سے لوگ اس
رحمہ نہیں جانتے اور بتلاؤ اُن کی عاجزوں کی دعا میں قبول کرتا
ہے اور کون تمہاری تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اور کون تم میں
سے ایک کو دوسرے کا زمین پر جانشین بناتا ہے کیا کوئی
اور معبود اللہ کے ساتھ جو دیوتا ہے۔ کون تم کو جنگوں اور دباؤں کو

اور معبود اللہ کے ساتھ جو دیوتا ہے۔ کون تم کو جنگوں اور دباؤں کو

فِي ظُلُمَاتٍ مِّنْ لَّدُنَّا يَكُونُ لَهَا ذُرِّيَّتٌ مِّنْ قَبْلِ رُسُلٍ
 اَلرَّيْاحُ يَكُونُ لَهَا يَدٌ يَدٌ فِي رَحْمَتِمْ
 اِنَّ اِلٰهَكُمْ اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا
 اَمَّا يَكُونُ لَهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا
 يَكُونُ لَهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا
 مَعَ اِلٰهِتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا اِلٰهُتَّائِهَا
 صَدِيقِيْنَ

(اسراء فصل - ع ۵)

قُلْ اَدْعُوْهُمْ فَاَمَّا لَوْ كُنْتُمْ دُوْنَ
 اِلٰهِكُمْ اَمْ دَعَاكُمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ
 اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ
 يَكُنْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ
 عَلِيْمًا لَّكُمْ صَدِيقِيْنَ وَتَنْ اَمْ
 مِّنْ يَدُكُمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ
 يَكُنْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ اَمْ
 عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُوْنَ

(سورة احقاف - ع ۱)

انہیں رسول نہیں مہ ماہی کرتا ہے اور اپنی رحمت دہا رشتہ سے
 پہلے لٹھڑی لٹھڑی ہو اُن کون بھیجتا ہے کیا کوئی اور جو بھی
 اللہ کے ساتھ ہے؟ اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہی سکون
 مخلوق کو پیدا کر کے پھر فنا کر دیتا ہے اور کون تک اور نیچے سے رزق
 دیتا ہے کیا کوئی اور جو بھی اللہ کے ساتھ ہے یہ دلائل تو حید
 اور خود بیان کر کے بقاعدہ علم ظفر مشرکوں سے دلائل طلب
 کر نیکی فرمایا تو کہ شرک پر اپنے دلائل لاؤ جن سے تمہارا دعویٰ
 ثابت ہو سکی اگر تم جتنے ہو تو کر کے دکھاؤ

ای رسول! تو ان سے پرچہ کہ جن لوگوں کو تم پکارتے
 اور دعائیں کرتے ہو جو تیرا تو انہوں نے زمین پر کیا
 پیدا کیا یا آسمانوں میں کوئی انکی شرکت ہے اس دعویٰ پر
 کسی پہلی معتبر کتاب سے دلیل لاؤ۔ یا کوئی عیسیٰ برہان پیش
 کرو اگر نہ اپنے دعویٰ میں توجہ دہتا رہی پاس کوئی دلیل
 اس بات کی نہیں پس ہم سے سنو! جو اللہ کے سوا ایسے
 لوگوں کو پکارتے ہیں جو انکی پکارت کو قیامت تک پہنچوں
 نہ کر سکیں بلکہ انکی پکارت سے ہی جہنم ہوں۔ اُن سے بڑھ کر کون
 زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے دینی مشرک سےب ہی زیادہ گمراہ ہیں!

ان مشائین کے تو قرآن شریف میں دریا بہ رہی ہیں مگر انہوں کو بغرض اختصار ہم تجویز
 کہ اسی قدر پر قناعت کریں۔ اور تفصیل کا حوالہ اپنے رسالہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ان آیات منقولہ بالا کے معنی ترجمہ اور صحیح مضمون کے علاوہ ایک اور خوبی ان میں یہ ہے
 کہ ان سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ منکر و کفر و منافیوں کو سمجھانا ان کے منکر کی غرض ہے۔ اسی
 لئے تو موقع بہ موقع ہر آیت کے اخیر تنبیہ کی جاتی ہے کہی کہا جاتا ہے کہ اس بیان میں عقلمندوں کے لئے
 بہت سے دلائل ہیں کہی علم والوں کا نام لیا جاتا ہے کہی نصیحتا محال کرنے والوں کو مخاطب بنایا

جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ بطور معمول ذکر اور حکایت کے کوئی مضمون بتلایا جاوے اور بالکل محض ایک عوامی ہی کی صورت میں چھوڑا جاوے جس پر کچھ اعتقاد کے کوئی دلیل نہ ہو۔

کیا وید۔ بائبل نے یہ فرض ادا کیا؟ ہرگز نہیں۔ سورہ قرآن شریف کی خصوصیت ہی

کیا جوتی ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں + گرچہ ڈھونڈو گے چرخ زریبا لیکہ۔
 جہم اس موقع پر اُن دھوکہ بازی کا علم مصنفین کی شکایت نہیں کرتے جسکو قرآن شریف میں
 ہستی صلح عالم پر کوئی دلیل نہ ملے۔ تو آخر انہوں نے قرآن دانی جلد نے کوسرے نکالتے۔ اور
 دالخصم کی ایک دہائی میں نکھرا اپنی قوم کی آنکھوں میں دھوڑ ڈال دی کہ قرآن شریف ایسے معنائیں ہی
 خالی ہے انکی اس چالاکي سے قرآن شریف تو کیا ہی خالی ہو جائیگا۔ اُن کے دل دماغ کا علم و
 انصاف سے خالی ہونا ثابت ہو گیا ہے

گر نہ بیند بروزِ فخر چشم + چشمہ آفتاب راجہ گماہ؟

اِن معنائیں کے بعد صفات خداوندی کا درجہ ہے یعنی یہ بتانا کہ گودھ ہے اور اکیلا ہی ہو
 مگر وہ کیسا ہے۔ اس لئے اس عنوان کا ثبوت ہی قرآن سے ضروری ہے گویا نیاں سابقہ سے ہی
 معذات کا پتہ ملتا ہے مگر حسب ضرورت علیحدہ عنوان سے ہی بیان کرتے ہیں۔

صفات خداوندی

حقیقی معبود و تمہارا ہی ہے جسکو سوا کوئی عبادت کر لائق
 نہیں جو غائب اور حاضر کو جانتے والا ہے وہی رحمان اور
 رحیم ہے وہی اللہ حقیقی معبود ہے جسکو سوا کوئی معبود نہیں
 جو تمام ملک کا حقیقی بادشاہ حکمران ہو جو سب عیبوں سے
 پاک سلامتی کا مالک امن دین والا سب پر نگہبان سب

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْكَافِرُونَ
 وَالشَّيْكَانَةُ كُفَرُوا بِالْحَقِّ الْيَقِينِ
 اللَّهُ الْكَافِرُونَ الْكَافِرُونَ
 شَرُّوْنَ السَّامَةِ الْمَوْجُونَ
 الْمُهَيَّمُونَ

لے چندتے یکھرام صاحب یکھریب کی طرف اشارہ ہے۔ انوس کہ لیے ہے رائے اور کم علم اور بے
 انصاف و متعصب پر ہی آریہ پارٹی کو ناز ہے۔ کیوں نہ ہو انڈیوں میں گانا راجہ دمنی

[illegible]

إِلَّا بِالْقَوْلِ إِحْسَنَ حَتَّىٰ تَبْلُغَ أَشُدَّهُ
وَأَوْفَىٰ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ
مَسْئُولًا وَأَوْفَىٰ لَكَ إِذَا كَلِمَتُكَ
بِالْقِسْمَةِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكِ خَيْرٌ
وَأَحْسَنُ تَأْدِيرًا وَلَا تَقْ مَالِيكَ
لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَ
مَسْئُولًا وَلَا تَقْشِرْ فِي الْأَرْضِ
مَرْجَأًا إِنَّكَ لَتَفَرِّقُ الْأَرْضَ وَ
لَتَبْلُغَ الْجِبَالَ مَطْلًا كُلُّ أُولَٰئِكَ
كَأَنزِيلٍ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُومًا
(سورہ بقرہ ۳-۴)

ہیں۔ ہاں جس طریق سے انکو فائدہ ہو۔ مثلاً ان کو
مال کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرو۔ جب تک وہ جوان
ہو ہی حکم ہے اور عہد و پیمان کو پورا کیا کرو بیشک عہد
سوال ہو گا کہ پورا کیوں نہ کیا اور جب ماپ تول کرنے
لگو تو پورا کرو اور سیدھی ترازو سے تول کرو۔ یہ تہا
حق میں خدا کے نزدیک بہتر ہے اور دنیا میں ہی اسکا
انجام اچھا ہے کہ دوکان کی نیک نائی ہونے سے
فائدہ پہنچتا ہے، اور جس بات کی تم کو خبر نہیں اس کے
پیچھے مت پڑا کرو کہ خواہ مخواہ بے دیکھی پہلے سو سو
کسی سے کشیدہ خاطر ہو جاؤ، بیشک کان امدا متفہم
دل انہیں سے ہر ایک سے سوال ہو گا کہ انکو کہاں کہاں
استعمال کیا اور زمین پر منگوانہ وضع اختیار نہ کرو۔ کہیں تم
زمین کو نہیں پھاڑ سکو گے۔ یا بلوی ہو کر پہاڑ تک نہیں پہنچ سکو گے۔ سنو! یہ تمام کام تمہارے
پروردگار کے نزدیک بڑی ہیں پس ان سے بچو رہو،

ایماندار اللہ کے بند جو نماز پڑھتے وقت خدا کو خوف
سے کاٹتے ہیں وہی کامیاب یعنی نجات پا نیوالے
ہیں اور جو لوگ بے سود کاموں سے اعراض کرتے ہیں
اور جو لوگ مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی
شرکاء ہوں کی رزنا اور ولایت وغیرہ سے حفاظت
کرتے ہیں ہاں جو اپنی بیویوں اور ملوک لونڈیوں سے ملتی
ہیں انکو بھی ملامت نہیں۔ مگر جو ایک سو رزنا ولایت وغیرہ
کی، انکو لائے ہیں وہی گنہگار ہیں۔ اور نجات یاب وہ
لوگ ہیں جو اپنی امانتیں ادا کر دیں کہ

فَكَالِمِ الْأَوْصِيَّةِ الَّذِينَ هُمْ فِي
صَلَاتٍ يَتَوَدَّعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ
عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ
لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ
لِأَنفُسِهِمْ حَارِظُونَ أَلَّا يَكُونُوا
أَرْجَافٍ حِينَئِذٍ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
فَالَّذِينَ هُمْ يَكْفُلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ
بِذِكْرِ اللَّهِ هَادِتُونَ فَمَنْ جَاءَهُمْ
بِذِكْرِ اللَّهِ فَاذْكُرْكُم فَالْعَادُونَ
فَالَّذِينَ هُمْ يَكْفُلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ

وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْغَرٰهٖ ۝۱۰
 يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا هٰٓؤُلَآئِیْ سَبِيْلًا
 يَدْعُوْنَ اِلٰی الْغَرٰهٖ ۝۱۱
 وَبِالَّذِیْ اَوْفٰی الْوَعْدَیْ
 وَبِالَّذِیْ لَا یُغٰیثُ الْغٰیثَ وَیَنْصُرُ
 الْمُضْلَمَ ۝۱۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۲۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۳۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۴۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۵۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۶۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۷۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۸۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۰
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۱
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۲
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۳
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۴
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۵
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۶
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۷
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۸
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۹۹
 اِنَّمَا تُحٰۤیٰتُ ۝۱۰۰

محفوظ رکھتی ہیں اور جو اپنی نمازوں پر خوب حفاظت کرتے
 ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہونگے
 جو اس میں ہمیشہ
 رہیں گے۔

ایک مقام پر ارشاد ہے لوگو! اپنی حقیقی معبود کی عبادت
 کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور ماں
 باپ سے احسان کرو اور قربات داروں اور یتیموں
 اور مسکینوں اور قریب اور دور کے ہمسائیوں جو سلوک
 کیا کرو اور جو سفر میں یا کسی مجلس میں تمہارا ہم نشین ہو۔
 اس سے اور مسافروں اور ماتحت، غلاموں اور نوکر
 اور غلاموں سے احسان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو شکر اور

مغفرت اور متغیر لوگ نہیں بجاتے۔

ایک مقام پر فرمایا آخرت کی نجات ہم ان لوگوں کو
 دیں گے جو دنیا میں بلندی نہیں چاہتے اور فساد
 نہیں کرتے اور آخرت تو پر ہیزگاروں ہی
 کے لئے ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۲۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۳۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۴۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۵۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۶۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۷۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۸۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۰
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۱
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۲
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۳
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۴
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۵
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۶
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۷
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۸
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۹۹
 اِنَّ الَّذِیْنَ یُحٰۤیٰتُ ۝۱۰۰

اس مضمون کی تو قرآن شریف میں کوئی حد ہی نہیں۔ مگر بڑے انوس کے ساتھ
 اس عنوان میں بھی انہی آیات پر نفع کرتے ہیں۔ کیا وید نے احکام نجات کی تفصیل
 کی ہے؟ کیا بتلایا ہے کہ ان کاموں سے تمہاری نجات ہوگی اور ایسا کرنے سے تم ترک
 دہنم، زن، چور، گے یا ایسے بے کام کرنے سے تم فلاں فلاں جون رقالب میں جاؤ گے؟ ہم
 بڑے ممنون ہونگے اگر ہمارے ولایت سماجی دوست ہنگو آگاہ کریں گے جہاں تک ہمیں دینی ہی ہم کہہ سکتے
 ہیں کہ وید نے سرگد ایسا نہیں کیا۔ اسے تو انہی اور دایہ پرستی ہی سے فرصت نہیں۔ ناظرین
 ہماری الہامی کتاب ملاحظہ فرمادیں۔

اَصْلًا يَكُونُ مَا كَانَ تَحْتَهُ اَيُّ الْاَخْيَرِ
اَلَا مَا كَانَ سَلَفًا اِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا
رَحِيمًا فَالْحُصْنَانِ مِنَ النَّسَاءِ اَلَا مَا
مَلَكَتْ اِيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ
وَاحِلٌ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ اِنْ
تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ
مُسَافِحِينَ (دسویں نساء - ۶-۷)

تمہاری بہویں یہ سب تہر حرام ہیں اور ایک ساتھ دو بہنوں
کا نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے اور کسی کی منکوحہ عورت
سے بھی نکاح کرنا یعنی ازدواج ثانی بھی منکوحہ حرام ہے لیکن
جن عورتوں کے تم مالک ہو جاؤ یعنی لڑائی کی ٹوٹ میں
تمہارے ہاتھ آویں ان سے بعد ایک ہی منہ انتظار کرنا
کے مصاحبت منکوحہ جائز ہے، یہ منکوحہ اللہ کا حکم ہے اس کے
سوا منکوحہ حلال ہے کہ تم کچھ مالی عوض دیکر نکاح کر لیا کرو

مگر اس شرط پر کہ نکاح کرنے سے تمہاری نیت گھربانے کی ہو نہ شہوت رانی کی۔

ناٹہ نکاح کے احکام کسی قدر بیان ہوئے اب یہ احکام سنئے جو ناٹہ داری اور شہتہ

داری کی فرس یعنی وراثت کے احکام ہیں سنو!

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ خدا تمکو تمہاری اولاد کو باپ سے
میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا لڑکی سے دو گن حصہ ہے اگر
(دو یا) دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور لڑکا نہ ہو۔ تو
انکو دو تہائی مال دے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو
نصف اور میت کے اولاد کے ہونے کی صورت میں لڑکی
مال باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور اگر لڑکی اولاد نہ ہو تو اور
دارت اس کو صرف مال باپ ہوں تو مال کو تیس حصہ دو
باقی باپ کو اور اگر لڑکی بچائی ہوں تو مال کا چھٹا حصہ ہوگا
مگر ادائی قرض اور اجرائی وصیت کے بعد جو مال تمہاری بیویاں
چھوڑ جائیں انہیں سے تمکو نصف حصہ ہے بشرطیکہ انکی اولاد
نہ ہو اور اگر انکی اولاد ہو تو تم کو ربع

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي اَوْلَادِكُمْ لِلرَّجُلِ الْكَافِرِ
مِثْلُ حَظِّ الْمَرْثِيَةِ اِنْ كَانَ لَكُنْ نِسَاءٌ
فَكُلٌّ اَتَتْهُنَّ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَارِثٌ
كَانَتْ فَاحِدَةٌ فَلَهَا النِّصْفُ وَارِثٌ
كَانَ لَكُنْ بَنُونَ فَلَهُمْ ثُلُثَا مَا تَرَكَ
وَمَنْ تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الْوَرِثَةُ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ لِلرَّجُلِ الْكَافِرِ مِثْلَ حَظِّ الْمَرْثِيَةِ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ لِلرَّجُلِ الْكَافِرِ مِثْلَ حَظِّ الْمَرْثِيَةِ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ لِلرَّجُلِ الْكَافِرِ مِثْلَ حَظِّ الْمَرْثِيَةِ
اَلَمْ تَرَ اَنَّ لِلرَّجُلِ الْكَافِرِ مِثْلَ حَظِّ الْمَرْثِيَةِ

مِنْ بَعْدِ رِصِيَّةٍ يُرْصِيْنَ بِهَا اَوْ
 ذِيْنَ وَلَيْتَ اَلَيْسَ مَا تَرْكُمُ اَنْ كُمْ
 يَكُنْ لَكُمْ حُلًا وَاَنْ كَانَ لَكُمْ وَالِدَاكُمْ
 اَلْفَنُ مَا تَرْكُمُ مِنْ بَعْدِ رِصِيَّةٍ يُرْصِيْ
 بِهَا اَرْبَابٌ وَاَنْ كَانَ رَجُلٌ يُرْمِيْ
 كَلَامًا وَاَمْرًا هَؤُلَاءِ اِنْ اَخْتَشَى
 فَلَيْلٍ وَاَحَدٍ مِنْهُمَا السَّيْرُ اِنْ كَفَا
 اَلَّذِيْنَ ذَلِكُمْ فَهُمْ يَسْرُكُوْا فِي الثَّلَاثِ
 مِنْكُمْ رِصِيَّةٍ يُرْصِيْ بِهَا اَوْ ذِيْنَ
 لَا رِصَايَةَ مِنْ بَيْنِ اللَّهِ وَاللَّهِ
 عَلِيمٌ حَكِيمٌ (نساء - ع ٢٠)

مگر ادائی قرض اور اجرائی وصیت کے بعد اور تمہاری بیوی کو
تمہارے مال سے بیعہ لیا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر
تمہاری اولاد ہے تو انکو آٹھواں حصہ بعد ادائی قرض اور
اجرائی وصیت کے اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ نہ تو انکو
مال باپ ہوں نہ بیٹا بیٹی اور نہ کو بہن بھائی وراثت ہوں تو
انہیں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ اور اگر وہ دو یا دوسے
زیادہ ہوں تو ان سب کو تمہاری مال کی ہوگی مگر ادائی قرض
اور اجرائی وصیت کے بعد ایسی وصیت کہ جس میں دسٹہ
کسی کو ضرر نہ پہنچایا جاوے یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کو سب
کچھ معلوم ہے اور وہ بڑے علم والا ہے۔

رشتہ کے باقی احکام احکام نجات ہیں مذکور ہو چکے ہیں کیا وید کے حامی اسکا مقابلہ
دکھا سکتے ہیں!

ابن ہمام ایک خاص مضمون بتلاتے ہیں جو بلا مبالغہ قرآن ہی کا معجزہ ہے اور کسی کا معجزہ تو کیا کسی کتاب نے اس کو چھوڑا تک بھی نہیں یعنی وہ بیانات اور واقعات جو گردن کش بندوں کو مالک کے دماغ سے پرکھینچ کر لے آئیں اور اگر ان میں کسی تلبہ بھی قابلیت ہو تو وہ سعادت پا جائیں۔ اس مضمون کا نام ہم دعتاؤ تذکیر تجویز کرتے ہیں۔

وعظ و تذکرہ

اَللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِمَّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ جَعَلْنَا
 فِرْعٰنًا مِّنْكُمْ اِلٰى قَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ فَقَدْ زَنَّا

ایک مقام پر منکول اور گردن کشوں کا غرور توڑنے کو انسان
 کی پیدائش کا ذکر ان لفظوں میں فرمایا ہے: کیا ہم نے تمکو ایک
 ذلیل پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا پھر ہم نے اُس پانی (منی) کو ایک مضبوط مکان (رحم) میں ایک
 مدت معلوم (۸-۹-۱۰) تک نہیں پھیرتے؟ پھر اسکا اندازہ نہیں کرتے بیشک کرتے ہیں۔

أَلَمْ نُخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَمِيٍّ جَعَلْنَا
فِي قُرَارِ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ فَقَدَرْنَا

يُخْرِجُ مِنْ بَيْنِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ
 أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي
 ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ وَآتَاهُ
 مَلَكُهُ مَائِدَتًا مِّنْ مَّاءٍ مَّزِينٍ
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ
 حَتَّىٰ مَسَّ الشَّيْطَانُ النَّاسَ عِلْمُهُمْ
 فَتَنَلَّ بِعَصَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ رِجَالِهِ
 مِمَّا الْكَذِبُ فَنَفَعَهُ رَادِّيَ رِجْوَاهُمْ
 عَلَىٰ مَا كُنْتَ أَتَاكُهُمْ فَهُمْ فِيهِ
 سَوَاءٌ أَفَنِعْمَ اللَّهُ يُخَوِّدُ الْوَالِدَ
 بِحُكْمِ لَكُمْ مِّنْ أَمْرٍ أَجْمَعِينَ وَ
 حَفَظَهُ وَمَنْزِلَ كَرِيمٍ مِنَ الْبَيِّنَاتِ
 أَوَّلُهَا طَلْعُ مِثْقَالٍ ذَرَّةٍ وَبَيِّنَةُ اللَّهِ لَهُمْ
 يَكْفُرُونَ وَيَعْبُدُونَ مَنْ كَذَّبَ اللَّهُ
 مَا كَانَتْ تِلْكَ لَهُمْ دُرُوفًا فِي السَّمَوَاتِ
 وَلَا كَرُوفٍ شَيْئًا وَلَا يَسْتَطِيعُونَ
 فَادَّعَىٰ اللَّهُ إِلَىٰ مَآلِ الْأَشْيَاءِ
 وَأَكْمَلَهُمْ لَظْفَرًا رَّسُولُهُمْ

دیکھو! اس کے پیٹ سے تیار کیے ہوئے کوکیا میٹھا شہد نکلتا
 ہے جو رنگ مختلف ہوتے ہیں کوئی سفید کوئی سرخہ لوگوں
 کے لئے اس میں شفا ہے۔ بیشک اس بیان میں فکر کرنے والوں
 کے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔

ایک مقام پر فرمایا کہ خدا نے تم کو یہ کیا پھر دی تمکو مارتا
 ہے پھر تم میں سے انتہا تک زندہ رکھتا ہے۔ یہ ایسے
 کہ بعد علم کے پہلے علم ہو جاتے ہیں یعنی انکو قویٰ کر دیا
 ہو جاتے ہیں کہ جو علوم انہوں نے حاصل کئے ہوں سب کو
 بھول جاتے ہیں، سُبْحَانَ اللَّهِ بڑا ہی علم والا قدرت والا ہے
 اس کے علم میں کبھی والہ اللہ ہی نے تمکو بعض کو بعض پر غلبت
 اور بزرگی دی ہے میں جن لوگوں کو بزرگی دی ہے وہ اپنے
 زکروں اور غلاموں کو اپنے برابر نہیں کر لیتے اور کیا اس پر
 بدول کو اپنی قدرت میں برابر کر لینگا؟ ہرگز نہیں بلکہ اسکی
 تمام کائنات کا انتظام اپنا تھا میں رکھا ہوا ہے، پھر کیا اللہ
 ہی کی نعمت ہو انکار کرتے ہیں۔ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی
 جنس سے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہاری اولاد
 بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمکو پاک نعمتوں سے رزق دیا پھر
 کیا جھوٹ اور بے بنیاد باتوں پر دل لگاتے ہیں اور اللہ کی نعمت

سے انکاری ہیں یہ کچھ تو بدھیر کی بات ہو کہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو
 انکو لئے کسی طرح آسمان سے نہ زمین سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں نہ انکے امکان ہیں جو
 پس اللہ کے حمد میں مثالیں نہ بنا سکے اور جیسے جاہل کہا کرتے ہیں کہ بادشاہوں کے پاس پہنچنے کے
 لئے وسیعہ دیا ہوا اسی طرح اللہ کے پاس پہنچنے کو بزرگوں کی منتیں اور دعائیں کرنی چاہئیں
 یہ خیال غلط ہے ایمان نہ کہا کرو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۷

اَلْحَسْبُ اَنْ تَقُولَ عَلَیْهِ اَحَدٌ
يَقُولُ اَهْلَكَ مَا اَلَا اَلَا اَلْحَسْبُ
اَنْ تَقُولَ اَحَدٌ اَوْ تَقُولَ اَعْيَبُ
وَلَسْنَا نَاوْشَقُفْنِیْ وَهَذَا يَنْهَى الْخَدْرَ
فَلَا اَقْبَصَ الْعَقَبَةَ وَنَاوْشَقُفْنِیْ
الْعَقَبَةُ فَتَا رَقَبَةٍ اَوْ لَطْعَامٍ مِنْ
وَعِیْذِ مَحْصَبَةٍ یَّتَبَّعُ نَاوْشَقُفْنِیْ
اَوْ یَسْتَكِنُ اَوْ مَرْبَةٍ
(سورہ بکہ - ج ۱)

کبھی بیرونی تکلیف میں ہو کہیں اندرونی مصیبت میں،
کیا یہ سچوتا ہے کہ اسپر کسی کو درت نہیں شیخی بگھارتا ہوا
کہتا ہے کہ میں نے بہت کچھ مال خرچ کیا ہے کیا اسکا یہ
گمان ہے کہ اسے کوئی دیکھتا نہیں کیا ہنوا اس کو چہرہ
پر دوا نکھیں نہیں بنائیں اور اس کے منہ میں نظر انداز
کو زبان پیدا نہیں کی اور اسکی دانست ڈہنسنے اور دیگر
متخلف قسم کے فائدوں کو دو ہونٹ نہیں بنائے اور اسکی
ویدی کے دور ہونٹوں کی آکو حمایت کی۔ مگر وہ نادان پھر
بھی اپنے فرائض کو پورا نہیں کر سکا تبہیں معلوم ہے کہ اسکا

فرض منصبی کیا ہے سنو! غاموں کا آواز کرنا مصیبت و سخت وغیرہ کے دنوں میں تھیوں اور
قرعین اور نادار محتاجوں کو کھانا کھانا دینا اسکا فرض منصبی ہے،

اَلْمَسْكِينُ الْيَتِيْمُ اَجْتَنِبْ حَالِي الْيَتِيْمِ
اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ
اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ
اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ اَلْيَتِيْمُ اَلْمَسْكِينُ
(سورہ بکہ - ج ۱)

ایک مقام پر مغروروں فریب خوردوں کی غلطی رفع کرنے
ارشاد ہے کہ دنیا بدکار لوگ جو تمام عمر جی کھو کر بکاریاں
کرتے رہتے ہیں انکا گمان ہے کہ ہم انکو یا نثاروں اور
نیک کاروں جیسا کر دیں گے ایسا کہ دنیا میں انکی زندگی

اور مرگائی موت ایساں ہو بہت ہی برا اور غلط خیال کرتے ہیں۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُمْ فِيْهَا مَرْثٰی
وَتَقٰرُؤٌ لَّیْسَ لَكُمْ فِيْهَا اَمْوَالٌ وَّ
اَلَا ذٰلِكُمْ كَلِمٌ غٰیثٌ اَجْمَعٌ اَلْحَقَّ
نَبَاٌ لِّمَنْ يَّتَذَنُّ فَاَرَاهُ مَغْفِرًا مَّغْفَرًا
يَا كُنْ حَكَمًا وَرَفِیْ اَلَا خَرَفٌ سَدَابُ
مَلُوْیْنٌ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِیْوَالُ

ایک مقام پر دنیا کی بے ثباتی ذہن نشین کرنے کو فرمایا کہ
لوگو! دنیا کی زندگی محض کھیل و کود اور ظاہری سجاوٹ
اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر و غباہت اور مال اور اولاد
میں بڑائی چاہتا ہے دنیا کی مثال ایسی سبھو جیسے بادل کی
جو بہت سہی۔ انگوٹیں پیدا ہوتی ہیں زمیندار لوگوں کو خوش
لگتی ہیں پھر خوشکس ہو کر زرد ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ تنکا

تنکا ہو جاتی ہیں یہ دنیا کا اصل ہی اور آخرت میں یہ تو عذاب سخت ہو یا اللہ سے بخشش اور خوشنودی ہو

وَمَا آتَيْنَاكَ إِلَّا مَا كُنَّا نَقُولُ

(سورۃ حدید ص ۳)

جیسے عمل کرو گے ویسے بدلے پاؤ گے یا درود دنیا کی زندگی صرف دہوکہ کی ٹٹھی ہے پس اسکو فریب سے بچو۔

چونکہ اس مضمون میں قرآن شریف خاص مجروح ہے جو لوگ عربی زبان میں قرآن شریف کو سمجھ کر پڑھتے ہیں، انکو تو ایک خاص لطف آتا ہے کہ ترجمہ بھی اہل مطلب بتا سکتا ہے مگر وہ لطف کہاں جو اہل زبان میں ہوتا ہے۔ اس مضمون سے قرآن مجید جا بجا بھرا پڑا ہے ہنسی بغرض فزون چند آیات لکھی ہیں جن اصحاب نے پوری کیفیت دیکھنی ہو وہ قرآن شریف کو غور و فکر سے پڑھیں چونکہ مذہبی کتابوں کا فرض یہ ہے کہ بندگان خدا کو جو خدا کے دروازے سے بھٹکے ہوئے ہیں مالک کے دروازے پر لاگائیں اسکی عظمت اور بزرگی اور شہنشاہی بندوں کے دلوں میں جما دیں۔ قرآن مجید بھی چونکہ مذہبی کتاب ہے اسکی ضروری تھا کہ قرآن ہی اس فرض منصبی کو پورا کرتا چنانچہ ناظرین نے ملاحظہ کیا۔ ہاں ایک طرز خاص قرآن شریف میں یہ بھی ہے کہ اسی مطلب اور فرض منصبی کو پورا کرنے کی غرض سے کبھی کبھی گزشتہ قوموں کے حالات مگر نہ بطور تاریخی واقعات کے بلکہ بطور غلط و متذکیر کے بیان کرتا ہے کہ بندوں کے دلوں پر خدا کی عظمت اور جلالت بٹھائیں چنانچہ ارشاد ہے کہ فَاقْصُصْ لَّهُمْ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ یعنی ای رسول تو ان لوگوں کو گزشتہ قوموں کے قصے سنانا کہ یہ بھی فکر کریں چنانچہ قرآن میں یہ بات بالالہام ملتی ہے کہ جہاں کسی قوم کا قصہ بتلایا اس کے اخیر میں ایک ایسا فقرہ جزو واجب سے صاف سمجھ میں آوے۔ کہ منکرم کی غرض یہ ہے کہ سامعین بدکاری اور خدا کی نافرمانی چھوڑ کر اس کے نیک چلن بندگی بخائیں اس راز کو نہ سمجھنے والے مخالفوں کی طرف سے یہ سوال عام طور پر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں کیا ہی کیا ہے پہلے لوگوں کے قصے بھرے ہیں۔ بھلا الہامی کتاب کو قصوں سے کیا مطلب؟ اللہ اللہ اینچہ بولے جیست۔ اری بے سمجھی تیرا ستیا ناس! اسی گھنڈ پر کہ دیدیں چونکہ کسی قوم کا قصہ نہیں دیکھو کہ الہامی نہیں، اسکی آریوں کی طرف سے الہامی کتاب کے لئے سب سے مقدم شرط یہ لگائی جایا کرتی ہے کہ اس میں کسی گزشتہ زمانہ کا قصہ نہ ہو یعنی دنیا کے شروع ہی سے الہام ہوئی ہو لیکن دانا اس شرط کی ضرورت کو جان سکتی ہیں کہ کہا تھا کہ جائز ہے۔ علاوہ اس کے اس کے جس مضمون پر کہ وید ہی شروع دنیا سے نہیں ہمارا ایک سالہ حدوت وید ہے۔ تاظرین اسے دیکھیں گے تو محفوظ

ہوگو قرآن شریف میں اور بھی بہت سے مضمون ہیں بلکہ یوں کہئے کہ سب کچھ قرآن شریف میں ہے
جیسا کسی بزرگ کا قول ہے

جميع العلم في القرآن لكن تقاصر عن افهام الرجال
یعنی تمام علوم قرآن مجید میں ہیں مگر لوگوں کے فہم قاصر ہیں، لیکن وقت اور موقع کی
گنجائش نہیں کسی قدر تقابل مثلاً میں بیان ہوئے ہیں۔

آریہ سماج سے چند سوال

- گو جوابات کے ضمن میں بعض بعض جگہ سابیوں پر بھی سوالات وارد کئے گئے ہیں مگر بعض آریہ
کی فرمائش سے چند ایک سوال اس جگہ الگ بھی پوچھتے ہیں۔ نو سے سنئے !
- (۱) سماج کے دس اصول جو ہر کتاب کے سرورق پر لکھو ہوتے ہیں دیانند جی کی رجا وہیں
یا وید میں مذکور ہیں حوالہ مع عبارت دیجو؟
 - (۲) وید کن لوگوں پر تائے اور کون کون کے باشندے تھے۔ انکی بود و باش روزانہ عادات
و سوشل لائف کیسے تھے۔ مع ثبوت؟
 - (۳) ویدوں کے ملہوں کا ویدوں میں بھی ذکر ہے؟ انکی سوشل سکھری کا پتہ ویدوں سے یا کسی

ملہ آریہ سماج کے دس اصول یہ ہیں۔ (۱) سب سچے علوم کا سترن غلط ہے (۲) خدا اتالی قدیم اور
دنیا کا خالق اور لائق عبادت ہے۔ (۳) وید سچی کتاب ہے۔ آریوں کو اس کا پڑھنا پڑانا ضروری ہو
(۴) سچ کو قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوٹنے پر ہمیشہ مستعد رہنا چاہئے۔ (۵) سب کام و ہرم کے مطابق
کرنے چاہئیں (۶) تمام دنیا کو فائدہ پہنچانا چاہئے۔ (۷) سب سے محبت اور دھرم کے مطابق
برتاؤ کرنا چاہئے (۸) علم کی ترقی کرنی چاہئے۔ (۹) سب کی بیہودی میں (یعنی بیہودی سمجھنی چاہئے
(۱۰) ہر آدمی کو اپنے ذاتی کاموں میں خود مختاری اور رفقاء عام کاموں میں ہول عامہ کی پابندی لازم ہے۔

دیہ سب ہاتھی کی دانت ہیں جو کھانے کیلئے اور اور دکھانے کے لئے اور

اور متبر تائیں سے ملتا ہے؟

(۴) چار وید جو بقول آریہ سماج چار شیول داگنی۔ وایو۔ (دت۔ انگرا) پر نازل یا الہام

ہوئے تھے۔ ان میں اسے جس جس کو جو دید ملا اسکا ثبوت دیدوں میں ہے۔ یعنی اس کا ثبوت کہ رگ وید مثلاً اگنی کو ملا وغیرہ وغیرہ کو ثبوت مع حوالہ دیکھو؟

(۵) آریہ سماج کا دھرم ہے کہ وید شروع دینا ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ جو کتاب شروع دینا سے ہو وہ الہامی نہیں سکتی۔ پس وید کی قدامت کا ثبوت مع حوالہ دیکھو دینا تب تو یہ چہ کہ ہمارا سالہ عروت دید پہلو دیکھ لیجئے

(۶) جن مشرکوں سے ہندو مورتی پوجا اور بت پرستی ثابت کرتے ہیں وہ یہ وہ میں ہیں یا نہیں و صورت ہونے کے سماج کے پاس کیا دلیل ہو کہ انکو معنے غلط ہیں۔

(۷) اولاد کا باپ کی طرف نسبت ہونا نطفے کی وجہ سے ہے تو نیوگ سے پیدا شدہ اولاد بلا تعلق نطفے کے کیوں اصل خاندان کی کہلاتی ہے ایسی فلاسفی کیا ہے اور عقلی دلیل کیا؟

(۸) وید کی تعلیم کے مطابق حیوانات میں بدکار انسانوں کی روحیں جاتی ہیں اگر یہ صحیح ہے تو آج کل باوجودیکہ عموماً دنیا کے ہر بر اعظم۔ ملکوں۔ شہروں مقبوں اور گاؤں میں بڑھائی بے دینی کثرت سے جاری ہے پس چلتے تھاکہ انسانی آبادی میں فترت ہو کیونکہ جب مجرم زیادہ ہوں تو قید خانہ کی آبادی زیادہ ہوگی بجائے انکو مردم شماری دینا کے ہر حصہ میں ترقی پذیر ہو اسکا کیا سبب ہو؟

(۹) اگر سو دو سو سال تک دنیا میں سب لوگ نیک اخلاق ہوں اور خدا کی عبادت جو انہیں فرض ہے ادا کریں۔ غرض حیوانی قالب میں جانے کی قابل نہیں تو بدہ اس کے کہ حیوان بننے کے قابل روحیں نہ رہیں گی۔ حیوانات پیدا نہ ہونے سے دنیا کے انتظام میں جو خلل آئیگا اسکا جواب دہ کون ہوگا؟

(۱۰) وید کے شروع میں خدا نے انسان اور حیوان پھر انسانوں میں مختلف مراتب پیدا کئے تھے یا ایک ہی نوع ادا ایک ہی رتبہ کے انسان بنائے تھے۔ اگر ایک ہی نوع یا ایک ہی رتبہ کے (سب غریب یا سب امیر۔ سب نوکر یا سب ہی آقا) بنائے تھے

تو دنیا کا کام کیسے چلاتا تھا۔ اور اگر مختلف مراتب تھے تو بغیر اعمال سابقہ کسے کیوں تھے
اگر کہو کہ اس دنیا سے پہلی دنیا میں انکے عمل مختلف تھے تو ہمارا سوال سب سے پہلی
دنیا پر ہوگا۔ اگر تم دنیا کا سلسلہ قدیم مانتے ہو تو بتلاؤ کسی مرکب کا سلسلہ باوصف
ترکیب قدیم ہو سکتا ہے؟ علاوہ اسکے دنیا کا سلسلہ اگر قدیم ہے تو خدا کی کیا حاجت؟ یہی
تو دھرمیت کی بنا ہے۔ (در سالہ حدوث دنیا ملاحظہ ہو)۔

ثَلَاثَ عَشَرَ كَاوَمَةً

اپنے بھائیوں سے روئے سخن

ہرگز از دست غیر نالہ کند

سعدی از دست خویش فریاد

مسلمانو! قرآن کے حامیو! سید الانبیاء کے حلقہ بگوش غلامو! میرے بھائیو! تمہیں
معلوم ہے کہ ہمارے سردار اور مولانا احمد محبتی محمد مصطفیٰ فداہِ روحی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے
اپنے غلاموں اور غلاموں کو آخری وصیت سے انتقال کی وقت کیا فرمائی تھی؟ تم بولے ہو تو میں ہی
بتلاتا ہوں۔ فرمایا تھا: تَرَكْتُ فِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ لَنُتَصَّلَنَّهُ مَا تَشَاءُونَ يَوْمَآ كِتَابَ اللّٰهِ وَشَفِيعًا
میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چکا ہوں جیسا کہ تم ان دونوں سے وابستگی رکھو گے اور ان پر عمل کرتے رہو گے
تو کبھی گمراہ نہ ہو گے! ایک اللہ کی کتاب قرآن شریف دیکھ اپنی سنت یعنی اپنا چال چلن یہ بھائیو!
انصاف سے کہنا کہ میں اس بزرگانہ وصیت پر کھانا تک عمل کیا، بکتے ہیں جو ہم میں قرآن شریف کو
پڑھتے ہیں بکتے ہیں جو ہم میں قرآن شریف کو جانتے ہیں بکتے ہیں جو اس کے سنائیں سے واقف ہیں
بکتے ہیں جو اس کی اشاعت اپنی اپنی قوموں اور برادریوں میں کرتے ہیں؟ بکتے ہیں جو اس کے الفاظ
کو حفظ رکھتے ہیں بکتے ہیں جو سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر کار بند ہیں؟ انھوں نے صد
اٹھوس! میرا کام نہیں کہ میں اس موقع پر اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے دوشے چھپو راز فاش کر دیں
ہاں اتنا عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں ہی کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ آج کفار کی سطرف سے قرآن شریف

پر ایسے دلخراش اعتراضات سنتے ہیں جو اس کتاب میں ملاحظہ سے گزری ہونگے۔ اگر اب بھی قرآن شریف کو کمر بستہ ہو کر نہ پکڑو گے سمجھو کہ نہ پڑھو گے تو خداوند دن نہ دکھاؤ دیکھ لینا پھر ایسی نیایاں کیا کچھ مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے دین کا حشر ہو چکا ہے بہاؤیو: ہمارے بندگان میں بھی ایک کمر بستہ تھی کہ وہ قرآن شریف کا زندہ نمونہ آپس تو لوگ اُنکے چال چلن اور صفائی معاملہ کو دیکھ کر حیران ہوتی تھی کہ جس کتاب کی پیروی کرنے سے اُن میں یہ صفات حسنہ آئی ہیں وہ کتاب کسی پاک اوصاف متصف اور بھرپور ہوگی۔ ہاؤ افسوس! سچ ہم ایسے ہیں کہ ہمارے چال چلن سے قرآن مجید بدنام ہو رہا ہے ہمارے ہی حق میں حافظ شیرازی مدینہ کہا ہے

گر مسلمان ہیں مت کہ حافظ دارد ۴ ہاؤ گرا پس امروز بود مندر آؤ

پس میری آخری التماس یہ میری نہیں بلکہ ہمارے آقا اور مولا سید الانبیاء کی آخری وصیت ہے کہ قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھو۔ اپنی اُملا کو پڑھاؤ تاکہ تم نفع پاؤ۔

کیا اس کتاب ترک اسلام کو بعد ا بھی کسی اور وقت کا منتظر ہو؟ اس سے متاؤر کونسا وقت ہوگا ہوش سنبھالو۔ غیرت کرو۔ سچ سمجھو کہ بے غیرتی سے مرنا نا اچھا ہے۔ سچ اگر مسلمان قرآن شریف سے واقف ہوتے تو نہ تو کسی جواب کی حاجت ہوتی نہ کسی نقصان کا اندیشہ۔ بہاؤیو: قرآن کو کچھ قرآن تکم خود ہی سب سے تیار دیکھا جو کچھ تکم کرنا چاہتے قرآن سمجھا دیکھا جو کچھ تکم کرنا چاہتے قرآن سمجھا دیکھا جیسا کہ اُس نے ہم سے پہلے طبقہ کے مسلمانوں کو بتلایا اور خوب بتلایا جسکا انہوں نے دین و دنیا میں عمل پایا۔ قرآن شریف خدا کی رتی ہے جو ایسے پکڑ لگاؤ چڑھ جائیگا اور جو ایسی چوڑ لگاؤ گڑھی سگر مر جائیگا۔

ہمارے آقا اور مولا سید الانبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ القرآن صحیح لکھا اور علیک یعنی قرآن شریف یا تمہاری حق میں نیکسا گوہری دیکھ چھڑا دیکھا یا خلاف شہادت دیکھ بھینسا دیکھا۔ پس مسلمان خود ہی سوچ لیں اپنی اپنی گریباؤں میں نہ ڈاکو دیکھیں کہ قرآن شریف سے ہمارا تہاؤ جیسا ہے ویسی امید کریں

جمال حسن قرآن نوجاں مسلمان ہو ۵ قرہی چاند آؤ دل کل ہمارا چاند قرآن ہو

نظیر کی نہیں تھی نظر میں خور کر دیکھا ۶ بھلا کیونکر نہ ہو سکتا کلام پاک چال ہو

خاکسار ابوالوفاء شہداء اللہ (مولوی فاضل) امرتسری

اخبار اہل بیت

یہ اخبار کیا ہے مجمع البحرین ہو یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸۲۲
تفصیل کے ۱۲ کمال صفحوں پر مطبع المحدث امرت سے جمعہ کے دن
شائع ہوتا ہے جس میں مضامین مذہبی - اخلاقی - مسائل - فتوے اور
مخالفین کے اعتراضات کے جواب وغیرہ درج ہوتے ہیں اور دوا یک
صفحوں پر دنیا کی سچی سچی خبریں درج ہوتی ہیں - غرض یہ اخبار تو حیدر
سنت کا حامی - شرک و بدعت کا دشمن - مخالفین کے سامنے ڈھال کا
کام دینے والا - دنیا کی صحیح خبریں بتلانے والا -

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک ۱۲ روپے

الہ آباد - تھ

مینجر اخبار اہل بیت امرت

3859

فہرست کتب فردختی موجودہ دفتر انجاء الحدیث امرتسر

تفسیر شنائی اردو :- یہ تفسیر بطریق جدید نہایت
ہی لطیف پیرائیں پہنچی ہو۔ زمانہ حال کو ملحوظ رکھ کر
کا کا فی علاج ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔

جلد اول - سورۃ فاتحہ و بقرہ و آل عمران
جلد دوم - سورۃ آل عمران - النساء - الحج
جلد سوم - سورۃ مائدہ - انفاس اربعہ
جلد چہارم - سورۃ نحل تک ۴ پاروں کا مجموعہ
تفہیم ثلاثہ - تشریت، تخیل اور قرآن کا مقابلہ
ادب العربی عربی گرامر کا اُردو معلم - ۱۸
الہامی کتاب - دیداور قرآن شریف کا مقابلہ - ۱۹
بحث تناسخ - تناسخ اور لفظ کا ابطل - ۲۰
مباحثہ نیکنہ - قابل دید کتاب - ۲۱
شادی میوگان اور نیوک - ۲۲
تغلیب الاسلام بحجاب تہذیب اسلام جلد اول
" " " " " دوم ۶
" " " " " سوم ۷
" " " " " چہارم ۵
حدیث نبوی اور تعلیق شخصی - ۳
دلیل الفرقان - بحجاب اہل القرآن - مولوی عبداللہ
پکڑداوی کی مفصل نماز برائے الفرقان کا جواب ۱۰
السلام علیکم - جملہ مذاہب کے مسلمانوں سے مقابلہ ار
نماز اربعہ مسلمان عیسائی ہندو آریہ کی نماز کا مقابلہ
۲

الہامات مرزا - مرزا قادیانی کو الہامی تردید ۵
اسلام و برٹش لاء - اسلامی اور انگریزی قانون کا مقابلہ ۳
حق پر کاش - بحجاب تتیا رتھ پر کاش - ۱۲
اہل حدیث کا مذہب - سوختین کے مسائل - ۴
ترک اسلام - ترک اسلام کا معقول جواب - ۶
حدوث دنیا - دنیا کی قدامت کا ابطل ۲
اسلامی تاریخ بطرز حکایت - ۱۰
خصائل النبی - ترجمہ شمائل ترندی - ۱
شعربیت و طریقت ۱
عزت کی وطنگی ۱
چودھویں صدی کا مسیح - مرزا حبیب قادیانی کی
سوخت عمری بطرز ناول - نہایت دلچسپ - ۱
حدوث وید - قدامت وید کا ابطل ۱۵
ہفتوات مرزا صاحب قادیانی کو مضامین متنازعہ
سوامی دیانند کا علم عقل ۱
الہام حسین الہام کی تاثیر ہے ۱
فتوحات اہل حدیث - حسین بڑی بڑے مقدسات
کے فیصلے بحق اہل حدیث درج ہیں .. ۲
تہذیب - مہذبوں کے فرائض کا بیان ۱
ہدایت الزوالین - خاموشی کے حقوق اور
آیات متشابہات - ہول تفسیر ۳
رسوم اسلامیہ ۱

وہ صحابہؓ اور صحفیات غزنیہ کی اربعین پر منعقول کا فایہ

مینجر اعتباراً ایجنڈہ پیش امرتسر سے طلب کرو